رونگٹے کھڑے کر دینے والی ایک خوفناک کہانی
پاگل خانہ
مقبول جہانگیر

قارئین!

آپ کے من پسند صحافی اور مصنّف مقبول جہانگیر کی ایک اور تہلکہ خیز تصنیف "پاگل خانہ" کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ ان کی دیگر کتابوں کی طرح اِس کہانی نے بھی بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور جن دنوں یہ ایک ماہنامے میں قسط وار چھپ رہی تھی۔ آپ کے سینکڑوں خطوط موصول ہوتے رہے کہ اسے جلد مکمّل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس کے علاوہ بھی چھ سات مکمل کتابیں زیرِ ترتیب تھیں کہ مقبول جہانگیر کو خدا نے مزید مہلت نہ دی اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو اپنی دیگر بہت ذمہ داریوں کے علاوہ یہ کام بھی میرے ہی سپرد کر کے دنیا سے سدھار گئے۔ مجھے تسلیم ہے کہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن اس جانکاہ حادثے کے اثرات سے اتنی جلدی نکلنا، غمِ روزگار اور ان کی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا اتنا آسان نہیں تھا کہ مَیں اس طرف توجہ دیتی۔ آہستہ آہستہ احساس ہُوا کہ جانے والے کے بعد دنیا کا کوئی کام نہیں رُکتا تو مَیں نے سوچا کہ اب یہ قرض بھی جلد سے جلد ادا ہو جانا چاہیئے جو قلم اور مقبول صاحب کے رشتے سے میرے اوپر واجب الادا ہے۔ "پاگل خانہ" اُن کی وفات کے بعد مارکیٹ میں آنے والی پہلی نئی کتاب ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی ان کی دیگر زیرِ ترتیب تخلیقات باری باری آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گی۔

رضیہ عنبرین

اگرچہ کہنے کو ابھی دوپہر ہی کا وقت تھا، مگر موسلا دھار بارش، کہر اور دھند نے مل کر دن کو رات کی تاریکی میں بدل دیا تھا، بارش اس قدر تیز جیسے آسمان کے سوتے کھل گئے ہوں۔ ڈاکٹر جان فاسٹر کی چھوٹی سی کار کی ونڈ سکرین پر بارش کے تھپیڑے مسلسل اس رفتار سے پڑ رہے تھے کہ وائپرز کا ہونا نہ ہونا یکساں تھا ڈاکٹر کو راستہ دیکھنے میں دقت ہو رہی تھی۔ مجبور ہو کر اس نے کار کی اگلی بتیاں روشن کر دیں۔ اس کے ارد گرد بلکہ دُور دُور تک کوئی ذی رُوح نہ تھا۔ جہاں تک نگاہ جاتی، لمبی، تنگ اور ویران سڑک کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا۔ لندن کے نواحی علاقے میں آنے کا اُسے زیادہ موقع نہ ملا تھا اور ان راستوں سے وہ قطعی واقف نہ تھا۔ جس وقت وہ اپنی قیام گاہ سے ادھر آنے کے ارادے سے چلا تھا، اُس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ بادلوں کے اِکّا دُکّا آوارہ ٹکڑے ہواؤں کے سہارے اِدھر اُدھر آجا رہے تھے اور یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ موسم ایک دم یوں پلٹا کھائے گا۔

ڈاکٹر جان فاسٹر جونہی شہر کے ہنگاموں سے نکل کر دیہات کو جانے والی سڑک پر آیا، کہر اور دُھند نے اُس کا راستہ روکا اور اس سے پہلے کہ وہ واپس جانے کا فیصلہ کرے، بارش تیز ہو گئی۔ ڈاکٹر فاسٹر جوان اور مستقل مزاج تھا۔ اُس نے جب محسوس کیا کہ قدرت نے چیلنج دے دیا ہے، تو واپس جانے کا ارادہ بدل دیا۔ اس نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا، کہر اور دھند گہری ہوتی گئی۔ اُسے تعجب ہُوا کہ یہ علاقہ اتنا ویران اور سنسان کیوں ہے۔ کیا یہاں کوئی نہیں رہتا؟ جہاں تک وہ دیکھنے کے قابل تھا، شاہراہ کے دونوں طرف جھاڑ جھنکاڑ کثرت سے اُگا ہُوا تھا۔ جھاڑ جھنکاڑ کے ساتھ ساتھ لمبی گھاس اور کہیں کہیں چھوٹے بڑے درخت جن کی ٹہنیاں اور شاخیں پھول پتوں سے بے نیاز تھیں۔ سڑک پر پھسلن ہونے کے باعث اُسے کار کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے خاصی جدّ و جہد اور احتیاط سے کام لینا پڑ رہا تھا۔ چند میل دُور جانے کے بعد اس نے کار کی رفتار ہلکی کر دی۔ جس مقام کی اُسے تلاش تھی، وہ یہیں کہیں ہونا چاہیئے تھا۔

دفعتہً آسمان پر بادل گرجا اور بجلی چمکی۔ بجلی کی اس چمک نے جان فاسٹر کی رہنمائی کی۔ اُسے دور، پتلی سی کچی پگ ڈنڈی نظر آئی جو پختہ سڑک سے کچھ فاصلے پر سانپ کی طرح

بل کھاتی مشرق کی جانب جاتی تھی۔ فاسٹر نے اپنی کار اُس پگڈنڈی پر ڈال دی۔ یہاں چھوٹے بڑے گڑھے کثرت سے تھے اور پگ ڈنڈی کے دونوں طرف خاصی گہری ڈھلوان بھی نظر آئی۔ فاسٹر پانچ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کار چلا رہا تھا۔ چکنی مٹی میں پہیّے آپ ہی آپ پھسل کر کسی گڑھے یا کھڈ میں گرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کار کی روشن بتیاں بھی اس گہری دُھند اور کہر کا پردہ چاک کر کے اُسے راستہ دکھانے میں ناکام ہو چکی تھیں۔ پریشان اور کسی قدر خوفزدہ ہو کر جان فاسٹر نے کار روک دی اور شیشے سے چہرہ لگا کر باہر کا جائزہ لینے لگا۔

بجلی ایک بار پھر چمکی اور اس مرتبہ جان فاسٹر کو کچھ فاصلے پر ایک عمارت کے آثار دکھائی دیے۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا اور آہستہ آہستہ کار چلاتا ہُوا اس عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ یہ پتھر کی بنی ہوئی نہایت قدیم اور پُرشکوہ عمارت شاید کسی بادشاہ یا امیر کا محل ہوگی پرانے زمانے میں، اُس نے سوچا۔ آہنی گیٹ کے سامنے اُس نے کار کا انجن روک دیا، لیکن بتّیاں جلتی رہیں۔ ان بتیوں کی روشنی میں دیوار پر لگی ہوئی پیتل کی ایک بڑی سی تختی پر جو الفاظ کندہ تھے وہ اُسے صاف نظر آتے تھے۔ "ڈبلنس مُور۔ بی سٹار، ایم ڈی۔" آہنی گیٹ کوئی چھ فٹ اُونچا ہوگا۔ اس کے دونوں دروازوں میں موٹی موٹی سلاخیں لگی تھیں۔ جان فاسٹر نے اُن سلاخوں سے پرے دیکھنے کی کوشش کی۔ مگر موسلا دھار بارش اور دھند کے باعث اُسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ بہرحال وہ صحیح جگہ آ گیا تھا۔ اُس نے دو تین مرتبہ کار کا ہارن بجایا۔ چند لمحے بعد عمارت کے اندر سے ٹارچ کی متحرّک روشنی گیٹ کی طرف آتی نظر آئی۔ پھر ایک شخص عجیب سا لباس پہنے گیٹ کے نزدیک کھڑا دکھائی دیا جس کا چہرہ پوری طرح واضح نہ تھا۔ ٹارچ اُس کے ہاتھ میں تھی۔ گیٹ کا تالا کھول کر اُس نے زنجیر ہٹائی اور کچھوے کی طرح رینگتا ہُوا فاسٹر کی طرف بڑھا۔ فاسٹر نے سائڈ کا شیشہ نیچے کیا اور آنے والے کو دیکھا۔ جھرّیاں پڑا ہوا ایک سالخوردہ اور ڈراؤنا چہرہ اُس کے سامنے تھا۔ پہلی نگاہ میں فاسٹر کو یُوں لگا جیسے وہ کسی لاش کو دیکھ رہا ہو۔ ایک چلتی پھرتی انسانی لاش۔ آنے والا اپنی ویران اور بے جان آنکھیں فاسٹر کے چہرے پر جمائے رہا۔ وہ پلک جھپکائے

بغیر مسلسل فاسٹر کو دیکھ رہا تھا۔ بارش کا پانی لگاتار اُس کے سر پر پڑ رہا تھا۔ مگر اسے اس کا احساس ہی نہ تھا۔

"میرا نام جان فاسٹر ہے .... ڈاکٹر جان فاسٹر... یہاں آنے کیلئے مجھے یہی وقت دیا گیا تھا۔"

بوڑھا چہرہ اب بھی بے حس و حرکت، پلک جھپکائے بغیر جان کو گھور رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے کچھ سُنا ہی نہیں اور اگر سُن بھی لیا ہے، تو سمجھ نہیں پایا۔ اُس کا چہرہ کسی قسم کے تأثرات سے بالکل خالی تھا۔ جان فاسٹر کے ذہن میں خوف کی ہلکی سی لہر اُٹھی اور معدوم ہوگئی۔ اس مرتبہ اس نے ذرا اور بلند آواز میں اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام ڈاکٹر جان فاسٹر ہے۔ میں لندن سے آ رہا ہوں.... مجھے یہاں ڈاکٹر سٹار سے ملنا ہے.... انہوں نے مجھے بلایا تھا ....."

اِن الفاظ کا اثر ہُوا ـــ بوڑھا فوراً اُلٹے پاؤں لوٹ گیا۔ اُس نے آہنی گیٹ اچھی طرح کھول دیا، پھر جلتی ہوئی ٹارچ سے فاسٹر کو اشارہ کیا کہ اندر آ جائے۔ پھر وہ مڑا اور جدھر سے آیا تھا، اُدھر چلا گیا۔ فاسٹر دم بخود ہو کے اُسے عمارت میں غائب ہوتے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کار کا انجن اسٹارٹ کیا اور آہنی گیٹ میں داخل ہوگیا۔ بجلی بار بار چمک کر گرد و پیش کا ماحول واضح کر رہی تھی۔ جان فاسٹر نے دیکھا کہ عمارت کے اِرد گرد خاصا وسیع و عریض باغ ہے، بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کسی زمانے میں یہ باغ ہوگا۔ مگر اب وہاں جھاڑ جھنکاڑ، خودرَو گھاس پھُوس اور ادھ پکے درختوں کے سوا اور کوئی شے نہ تھی۔ اُسے تعجّب ہُوا کہ مکینوں نے یہ جھاڑ جھنکاڑ اور خودرَو گھاس پھوس صاف کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کے پاس اس کام کے لئے فالتو عملہ موجود ہی نہ ہو۔ ضرور یہی بات ہوگی۔ ایک چکّردار راستہ اس سنگی عمارت کے پورچ کی طرف جاتا تھا۔ فاسٹر نے کار پورچ کے اندر کھڑی کر دی۔ اب پہلی بار اس نے دیکھا کہ عمارت دو منزلہ ہے اور دونوں منزلوں کی کھڑکیوں میں آہنی سلاخیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ آہنی سلاخیں ان دماغی مریضوں کو باہر نکلنے سے روکنے کے لیے لگائی گئی تھیں جو اس پاگل خانے میں

نہ جانے کب سے قید و بند کی زندگی گزار رہے تھے۔ فاسٹر اگرچہ خود بھی ذہنی مریضوں کا ڈاکٹر تھا لیکن مریضوں کو اس نے پاگل کبھی نہ سمجھا اور نہ وہ اس کا قائل تھا کہ انہیں جانوروں کی طرح لوہے کے دروازوں اور آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کر دیا جائے۔ یہ طریقِ کار تو قدیم عہد میں رائج تھا۔ اُسے افسوس ہونے لگا کہ وہ یہاں کیوں آیا۔ تاہم اب جبکہ وہ آ ہی چکا تھا۔ اُس نے ڈاکٹر سٹار سے ملاقات کیے بغیر واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔ خدا جانے یہ ڈاکٹر سٹار کس قسم کا آدمی ہو گا۔

کار سے اُتر کر فاسٹر نے دروازہ لاک کیا اور اُسے لاک کرنے سے پہلے کار کی اگلی بتیاں بھی گل کر دیں۔ پورچ میں پتھر کی چوڑی چوڑی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جن پر وہ چڑھ کر برآمدے میں داخل ہو گیا۔ ایک نظر پلٹ کر اُس نے وہ راستہ دیکھا جدھر سے آیا تھا۔ بارش ابھی تک جاری تھی اور کہر میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کار سے باہر آنے کے بعد فاسٹر کا جسم بے پناہ سردی سے کانپنے لگا۔ اس عمارت کا درجۂ حرارت تو پہلے ہی سے خاصا گرا ہوا تھا۔ فاسٹر نے محسوس کیا کہ اگر وہ کچھ دیر اسی طرح سرد ہوا اور بارش زدہ ماحول میں کھڑا رہا تو یہ سردی اس کی ہڈیوں میں اُتر جائے گی۔

اُسے اب ڈاکٹر بی سٹار اور اس کے عملے پر غصّہ آنے لگا۔ عجیب بے ہودہ لوگ ہیں یہ۔ جب انہوں نے اس وقت آنے کا مطالبہ کیا تو وہ استقبال کا کوئی بندوبست بھی کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے شاید اُنھیں یہ توقع ہی نہ ہو گی کہ میں مقررہ وقت پر پہنچ جاؤں گا۔ فاسٹر نے بھنّاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے ہی ایک اونچا اور بے حد مضبوط لکڑی کا دروازہ نظر آیا جس کا رنگ کبھی سیاہ ہو گا۔ مگر اب امتدادِ زمانہ کے باعث بھورا ہو چکا تھا اس نے تعریفی نظروں سے اس عظیم الشّان دروازے کا جائزہ لیا جس پر عجیب و غریب نقش و نگار بنے تھے۔ دروازہ یقیناً شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا ہُوا تھا اور فاسٹر کو اگرچہ لکڑی کے کام میں کچھ دخل نہ تھا، تاہم اس کے اندازے کے مطابق یہ دروازہ سو سوا سو برس سے کچھ کم پُرانا نہ ہو گا۔ قدیم طرز اور رواج کے مطابق اس میں پیتل کا ایک تھال لٹکا ہُوا تھا اور اس کے ساتھ ہی لکڑی کا ایک ہتھوڑا آہنی زنجیر میں لٹک رہا تھا۔ غصّے میں ہونے کے باوجود فاسٹر

نے بڑھ کر لکڑی کا ہتھوڑا سنبھالا اور پیتل کے تھال پر زور سے دے مارا۔ ایک بھیانک آواز ساری عمارت میں گونج اُٹھی۔ پیتل کا پتلا سا تھال ہتھوڑے کی ضرب سے کچھ دیر تھرتھرایا اور پھر ساکن ہو گیا۔

فاسٹر نے کان لگا کر عمارت کے اندرونی حصّوں میں انسانی قدموں کی آہٹ سننے کی کوشش کی، مگر بے سود بارش اور ہوا کی ملی جلی سیٹی نما آوازوں کے سوا وہاں کوئی اور آواز نہ تھی۔ اُسے شبہ ہُوا کہ عمارت خالی ہے۔ طیش میں آ کر اُس نے لکڑی کی موگری دوبارہ سنبھالی اور پیتل کے تھال پر زیادہ زوردار ضرب لگانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ لکڑی کا یہ عظیم دروازہ کسی معمولی سی آواز کے بغیر آہستہ سے کھل گیا اور فاسٹر نے دیکھا کہ ادھیڑ عمر کی ایک عورت نرسنگ یونیفارم پہنے دروازے میں ساکت و صامت کھڑی ہے۔ اُس کی آنکھیں بیل کی طرح گول گول اور بڑی بڑی تھیں۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور ہلدی کی طرح زرد چہرہ کسی تاثر کا پتہ دینے سے قاصر تھا۔ وہ سوالیہ نشان بنی فاسٹر کی طرف تک رہی تھی۔

”میرا نام ڈاکٹر جان فاسٹر ہے اور ڈاکٹر بی سٹار نے مجھے ملاقات کا وقت دیا تھا۔“

”جی ہاں“ — عورت نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ”ڈاکٹر آپ کے انتظار میں ہیں۔“

نرس کی آواز میں مردانہ پن بے حد نمایاں تھا۔ ایک لحظے کے لیے فاسٹر کو شک گزرا کہ شاید زنانہ نرسنگ یونیفارم میں یہ کوئی مرد ہے۔ فاسٹر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی کسی پُراسرار طریق سے لکڑی کا بھاری دروازہ بند ہو گیا۔ اندر کا ماحول خاصا گرم اور آرام دہ تھا۔ فاسٹر نے خود کو ایک تنگ اور طویل راہداری میں کھڑے پایا، جس کے فرش پر دبیز قالین بچھا تھا۔ اس راہداری کے دونوں جانب مختصر فاصلے سے لکڑی کے دروازے تھے اور ہر دروازے کے باہر لوہے کا بھاری قفل لگا تھا۔ راہداری میں ہلکی طاقت کے برقی قمقمے روشن تھے جنھیں دیکھ کر فاسٹر کی جان میں جان آئی، ورنہ اب تک وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اس عمارت میں بجلی نہیں۔

”آپ میرے ساتھ آئیے“ نرس نے مردانہ آواز میں کہا۔ فاسٹر اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ راہداری مڑتے ہی دائیں ہاتھ ایک پُراسرار اور صاف ستھرا کمرہ نظر آیا۔ کمرے میں آرام دہ

فرنیچر رکھا تھا۔ ملاقاتیوں کو یہیں بٹھایا جاتا تھا۔ کمرے سے کچھ فاصلے پر دوسری منزل کو جانے والی سیڑھیاں تھیں۔ انتظار گاہ کے برابر میں ایک بند دروازہ تھا۔ نرس نے فاسٹر سے کہا۔

"آپ اندر جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ اُلٹے قدموں لوٹ گئی۔

چند ثانیے بعد فاسٹر نے آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا، تو وہ کھل گیا اور فاسٹر اندر داخل ہُوا۔ پہلی نگاہ ہی میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ لائبریری نما آفس میں ہے۔ کمرے میں چاروں طرف لکڑی کی الماریوں اور ریک میں چھت تک کتابیں ہی کتابیں بھری تھیں۔ کمرے کے وسط میں ایک میز پڑی تھی۔ میز کے قریب فائلیں وغیرہ رکھنے کے لیے لوہے کی ایک کیبنٹ اور کیبنٹ کے اوپر بھی چند کتابیں۔ یہاں دیوار کا تھوڑا سا حصہ خالی چھوڑا گیا تھا تاکہ وہ بورڈ لگایا جا سکے جس پر ادارے کی روزمرّہ کارروائی کا مختصر سا اندراج کیا جاتا تھا۔ فاسٹر کو احساس ہُوا کہ کمرے میں کوئی بھی نہیں۔ وہ واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ ایک شائستہ آواز گونجی "ڈاکٹر فاسٹر"! یہ آواز باریک اور تیز تھی اور یقیناً میز کے عقب میں سے آئی تھی۔ فاسٹر نے دیکھا ایک پستہ قد شخص کرسی پر بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ اُسے اپنے آپ پر تعجّب ہُوا کہ وہ پہلے اس شخص کو کیوں نہ دیکھ سکا۔ اُس کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ تھی اور وہ نہایت عمدہ تراش کا نفیس سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھوں پر سنہری فریم کا قیمتی اور خوبصورت چشمہ تھا جس نے اس کی شخصیت کو جاذبِ نظر بنانے میں بڑی مدد کی تھی۔ اُس کے چہرے پر سب سے زیادہ قابلِ ذکر چیز اُس کی ناک تھی۔ لمبی ستواں اور اختتام پر کسی قدر اُبھری ہوئی۔ اُس کے سامنے ایک فائل کھُلی تھی۔

"جی ہاں ۔۔۔ میرا ہی نام فاسٹر ہے"۔

"معاف فرمایے، ڈاکٹر فاسٹر! میں آپ کے استقبال کے لیے اُٹھ نہیں سکتا"۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دراصل گزشتہ روز ایک معمولی سے حادثے میں میری ٹانگ زخمی ہو گئی"۔ اس نے کرسی پیچھے کھسکا کر اپنی دائیں ٹانگ فاسٹر کو دکھائی۔ ٹخنے پر پٹی بندھی تھی۔ پھر اُس نے کہا:

"بہر حال ۔۔۔ یہ معمولی سا حادثہ تھا جو میری غفلت سے پیش آیا۔ آپ براہِ کرم تشریف رکھیے"۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں، ڈاکٹر سٹار ۔۔"۔ فاسٹر نے کہنا شروع کیا۔ لیکن اُس شخص نے نفی میں گردن ہلائی اور فاسٹر کا فقرہ قطع کرتے ہوئے کہا۔

"میں ڈاکٹر رُدھر فورڈ ہوں ۔۔۔۔ میرا پورا نام ہے لائنل رُدھر فورڈ"۔

فاسٹر ایک ثانیے کے لئے پریشان ہو گیا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا: "مگر مجھے تو یہاں ڈاکٹر سٹار سے ملاقات کے لیے طلب کیا گیا تھا؟"

"آپ صحیح فرماتے ہیں"۔ ڈاکٹر فورڈ نے کہا: "ڈاکٹر سٹار اور مَیں یہاں ایک ہی منصب اور مساوی عہدہ رکھتے ہیں، اس لیے اگر آپ مجھ سے مل لیں، تب بھی کچھ ہرج نہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے سامنے رکھی ہوئی فائل اٹھائی اور ورق اُلٹتے ہوئے کہا: "آپ کی آمد سے پیشتر مَیں آپ ہی کے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ آپ کا کیریئر اس شعبے میں قابلِ تعریف رہا ہے اور آپ بعض جدید ترین دماغی امراض کے شفاخانوں میں سینئر ہاؤس مین کی حیثیت سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔ یہ تمام تعریفی اسناد اور سرٹیفکیٹ یہی ثابت کرتے ہیں۔ ہمیں یقیناً آپ جیسے آدمی ہی کی ضرورت ہے۔"

"میں پھر شکر گزار ہوں"۔ فاسٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بہتر یہ ہوگا کہ آپ مجھے ڈاکٹر سٹار سے بات کرنے کا موقع دیں۔ میں سمجھتا ہوں وہ اس ادارے کے سربراہ ہیں ۔۔۔ اُنھی نے مجھے انٹرویو کے لیے طلب کیا ہے اور اخلاقی طور پر اُنھی سے گفتگو کا پابند ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ ۔۔۔"

"اوہو ۔۔۔۔ آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں، ڈاکٹر ۔۔"۔ فورڈ نے بات کاٹ کر کہا۔ "گھبرایئے نہیں ۔۔۔ آپ کی ملاقات ڈاکٹر سٹار سے بھی ہو جائے گی۔ بے شک آپ اُنھی کی طلب پر یہاں آئے ہیں اور اصولی طور پر آپ کو اُنھی سے ملاقات کرنی چاہیے تھی۔ مگر ڈاکٹر سٹار اس وقت کسی بھی فرد سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ یہاں مَیں اور ڈاکٹر سٹار ایک ہی پوزیشن کے مالک ہیں۔ اس لیے مَیں درخواست کروں گا کہ آپ فی الحال مجھی کو گفتگو کا شرف بخشیں"۔ اور اس سے پہلے کہ فاسٹر کچھ کہے ڈاکٹر فورڈ نے کہنا شروع کیا:

"آپ نے یہاں آتے ہوئے اس عمارت کی کھڑکیوں پر آہنی سلاخیں لگی دیکھی ہوں گی۔ یہ

بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہمارے پاس اس وقت دُنیا کے انتہائی خطرناک اور ناقابلِ علاج مریض ہیں اور تقریباً ہر مریض نے قتل کی بھیانک اور لرزہ خیز وارداتیں کی ہیں۔ یہ بدنصیب افراد مختلف پاگل خانوں میں رہنے کے بعد ادھر بھیجے گئے ہیں اور انہی کی دیکھ بھال کے لیے ہمیں آپ جیسے قابل اور تجربے کار نوجوان ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ علاج کے جس قدر ممکن طریقے رائج ہیں۔ وہ ان مریضوں پر اچھی طرح آزما کر دیکھے جا چکے ہیں، مگر ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ سبھی مریض بظاہر اپنے ہوش و حواس میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی بات چیت سے آپ قطعاً یہ اندازہ نہیں کر پائیں گے کہ یہ شدید ترین ذہنی مریض ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اُن کا مرض اپنے عروج تک پہنچ چکا ہے اور ہماری دانست میں یہ لاعلاج ہیں۔ انھیں زندگی کے بقیہ دن بہرحال انہی آہنی سلاخوں کے پیچھے گزارنے ہوں گے۔"

مجھے یہ جان کر افسوس ہوا،" فاسٹر نے کہا "لیکن سوال یہ ہے کہ آپ لوگ ان مریضوں کے درمیان زیادہ عرصے تک محفوظ کیسے رہ سکتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں تقریباً ہر مریض نے قتل کی ایک آدھ واردات کی ہے۔ کیا اس کا خدشہ نہیں کہ کسی بھی لمحے کوئی مریض اس ادارے کے کسی ڈاکٹر، نرس یا عملے کے فرد پر حملہ کر کے اُسے جان سے مار ڈالے؟ اپنے بچاؤ کا آپ نے کیا انتظام کر رکھا ہے؟"

"میں جانتا تھا کہ آپ یہ سوال ضرور کریں گے۔" ڈاکٹر فورڈ نے کہا "آپ یہ بکس دیکھ رہے ہیں جو میری میز کے دائیں کنارے رکھا ہے؟ اس بکس میں جدید ترین الیکٹرانک کنٹرول سسٹم بند ہے۔ اوپر کی منزل میں پاگل رہتے ہیں اور ہمارے اور ان کے درمیان ایک بے حد مضبوط آہنی دروازہ حائل ہے جو اس الیکٹرانک کنٹرول سسٹم کے ذریعے کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ اس کے بغیر دنیا کی کوئی طاقت اُسے کھول اور بند نہیں کر سکتی۔ جب تک میں ایک خاص بٹن نہیں دباؤں گا، نیچے سے یا اُوپر سے کوئی شخص یہ دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اس کے علاوہ ہم نے پاگلوں کو الگ الگ کمروں میں بند کر دیا ہے۔ ان کمروں کے دروازے اس الیکٹرانک کنٹرول سسٹم سے ملحق ہیں۔ تاہم اس کی نگرانی اوپر ہی رہنے والا ایک شخص کرتا

ہے اور اس کی اجازت کے بغیر یہ دروازے نہ کھل سکتے ہیں اور نہ کوئی فرد اندر یا باہر آجا سکتا ہے۔"

"بہت خوب... ان مریضوں کے ساتھ شب و روز گزارنا بے حد دلچسپ مشغلہ ہوگا۔" فاسٹر نے کہا۔ "آپ کی طرح کیا ڈاکٹر سٹار کی بھی ان کے بارے میں یہی رائے ہے کہ یہ سب کے سب مریض انتہائی خطرناک اور ناقابلِ علاج ہیں؟"

ڈاکٹر فورڈ کے لبوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے آہستہ سے کہا :

"ڈاکٹر سٹار بھی اس وقت اوپر ہیں۔"

فاسٹر حیرت سے فورڈ کا منہ تکنے لگا۔ اسے اپنے سوال اور فورڈ کے جواب میں کوئی مطابقت نظر نہ آئی۔

"آپ کا مطلب ہے ڈاکٹر سٹار اس وقت اوپر کی منزل میں کسی مریض کو دیکھ رہے ہیں؟" فاسٹر نے پوچھا۔

"جی نہیں.... میرا مطلب ہے کہ ڈاکٹر سٹار اس وقت خود ذہنی مریض ہیں۔" فورڈ نے اطمینان سے جواب دیا اور مسکرانے لگا۔

دہشت کی نئی لہر ڈاکٹر جان فاسٹر کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ اس کی تمام جسمانی حسیات سمٹ کر آنکھوں میں آچکی تھیں۔ ایک منٹ تک وہ پلک جھپکائے بغیر ڈاکٹر فورڈ کی صورت تکتا رہا۔ اُسے اُن الفاظ پر یقین ہی نہ آرہا تھا جو ابھی ابھی ڈاکٹر فورڈ کی زبان سے ڈاکٹر سٹار کے بارے میں ادا ہوئے تھے۔

"غالباً آپ یہ سُن کر پریشان ہو گئے، ڈاکٹر فاسٹر۔" فورڈ نے کہا "یقین کیجیے میں سچ کہہ رہا ہوں میری زخمی ٹانگ ڈاکٹر سٹار ہی کے وحشیانہ حملے کا نتیجہ ہے... انھوں نے اچانک ایک چھُری لے کر مجھ پر حملہ کر دیا تھا اور اگر نرس ڈاکٹر سٹار کو پکڑ نہ لیتی تو خدا جانے کیا ہو جاتا۔ میرا خیال ہے ان خطرناک پاگلوں کے ساتھ رات دن رہتے اور اُن کی باتیں سننے سے ڈاکٹر سٹار کا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہے۔ کچھ عرصے سے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر سٹار میں عجیب سی تبدیلی نمودار ہو رہی ہے۔ مگر یہ احساس ہرگز نہ تھا کہ ایک دم یہاں تک

نوبت پہنچ جائے گی۔ نرس اور اردلی نے مل جل کر ڈاکٹر سٹار پر قابو پایا اور اسے اوپر پہنچا دیا۔ میں ابھی تک اُسے دیکھنے کے لیے اوپر نہیں جا سکا ہوں۔ میرا ٹخنہ شدید زخمی ہے اور چلنے پھرنے میں خاصی دقت ہوتی ہے۔"

"میں یہ واقعہ سن کر حیران ہوں۔" فاسٹر نے کہا۔ "کیا ابھی تک کسی ڈاکٹر نے ڈاکٹر بی سٹار کا معائنہ نہیں کیا؟"

"جی نہیں۔" فورڈ نے جواب میں کہا۔ "آپ آئے ہیں، تو خود اُن کا معائنہ کیجیے گا۔ ویسے اردلی روزانہ مجھے ڈاکٹر سٹار کے رویّے کے بارے میں رپورٹیں دیتا ہے۔ یہ اردلی اوپر ہی رہتا ہے اور مریضوں کی دیکھ بھال کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا ہے۔ مجھے خود حیرت ہے کہ ابھی تک کسی مریض نے اردلی پر حملہ کیوں نہیں کیا۔ بہرحال اردلی کی رپورٹوں کے مطابق ڈاکٹر سٹار کی شخصیت یکسر بدل چکی ہے۔ اب وہ ڈاکٹر بی سٹار نہیں، ایک نئی شخصیت ہے جس کا فی الحال کوئی نام نہیں رکھا گیا۔"

"ہوسکتا ہے ڈاکٹر سٹار پر ہسٹیریا کا حملہ ہُوا ہو۔ جدید نفسیات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس مرض کا شکار مرد بھی ہو سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر فورڈ بے اختیار ہنس پڑا۔ فاسٹر کی سمجھ میں بالکل نہ آیا کہ اس نازک موقع پر ہنسی کا کیا موقع تھا۔

"آپ کا خیال ہے ڈاکٹر سٹار مرد ہیں؟" فورڈ نے فاسٹر سے سوال کیا۔ "یہ بات آپ کے ذہن میں کیسے آئی؟"

"خود ..... آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ..." حد درجہ دم بخود اور مضطرب ہو کر فاسٹر نے کہنا شروع کیا ہی تھا۔

"جی نہیں ... اب تک کی گفتگو میں مَیں نے ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ ڈاکٹر سٹار مرد ہیں یا عورت"... فورڈ نے ڈاکٹر بی سٹار کے بارے میں آپ ہی نے خود بخود فرض کر لیا کہ وہ کوئی مرد ہے۔ بہرکیف ... یہاں آپ کی قابلیت اور ذہانت کا تھوڑا سا امتحان بھی ہو جائے گا۔ کیا آپ اوپر جائیں گے اور ڈاکٹر سٹار کو پہچاننے کی کوشش کریں گے؟ ذرا معلوم کیجیے کہ ان تمام خطرناک ذہنی مریضوں میں ڈاکٹر سٹار کون ہے؟ تاہم مَیں یہ واضح کر دوں کہ اگر آپ اس امتحان میں ناکام بھی ہو گئے۔ تب بھی آپ کی قابلیت اور صلاحیت پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ ہم آپ کو یہاں ملازمت دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔" چند ثانیے رُک کر فورڈ نے پھر کہا۔ "غالباً ڈاکٹر سٹار کو مرد فرض کر لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ آپ کسی پاگل خانے کے سربراہ کو عورت کی صورت میں دیکھنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہیں۔"

"بے شک، آپ کا خیال درست ہے۔" فاسٹر نے اقرار کیا۔ "مَیں اب بھی یقین نہیں کر سکتا کہ اس پاگل خانے کی مہتمم کوئی عورت ہو سکتی ہے۔"

ڈاکٹر فورڈ نے قہقہہ لگایا۔ "مگر اب آپ کو یقین کر لینا چاہیے کہ ڈاکٹر سٹار ایک عورت ہی ہے۔ کیا آپ اوپر جانے کے لیے تیار ہیں؟"

"تیار ہوں اور مجھے یقین ہے ڈاکٹر سٹار کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔" فاسٹر نے کہا۔

ڈاکٹر فورڈ نے الیکٹرانک بکس لے کر زرد رنگ کے ایک بٹن پر اُنگلی رکھی۔ ایک سیکنڈ میں اُس بکس کے برابر رکھے ہوئے چھوٹے سے اسپیکر میں ایک مردانہ کرخت آواز اُبھری۔

"ڈاکٹر، فرمایئے کیا ارشاد ہے؟"

"رینالڈس ... میری بات غور سے سنو۔" ڈاکٹر فورڈ نے ایک ننھا سا مائکروفون اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "میں ایک نوجوان کو اوپر بھیج رہا ہُوں ... ان کا نام ہے فاسٹر ... ڈاکٹر جان فاسٹر ... یہ یہاں کام کرنے آئے ہیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا امتحان لیا جا رہا ہے۔ میری ہدایات اُن کے بارے میں یہ ہیں ..."

ڈاکٹر فورڈ ہدایات دیتا رہا اور ڈاکٹر جان فاسٹر اپنی نشست پر بیٹھا پہلو بدلتا رہا۔ اُس کی پیشانی سخت سردی میں بھی عرق آلود ہو رہی تھی اور دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ اُسے شک ہُوا کہ اردلی رینالڈس اور ڈاکٹر فورڈ کے مابین جو گفتگو اس وقت ہو رہی تھی، اس کی ریہرسل پہلے سے کی جا چکی ہے۔ اس احساس نے فاسٹر کو اندرونی طور پر مضطرب کر دیا۔ یہ کوئی گھناؤنی سازش تو نہیں ہو رہی؟ اُسے کسی فریب کا شکار تو نہیں بنایا جا رہا؟ آن واحد

میں سینکڑوں سوال اُس کے ذہنی اُفق پر اُبھرے اور معدوم ہو گئے۔ ہو سکتا ہے یہ سب کچھ اس کا وہم ہو۔۔۔ آخر ان لوگوں کو اُس سے کیا دشمنی ہو گی۔

"اب آپ اوپر جا سکتے ہیں، ڈاکٹر فاسٹر۔" اس کے کان میں ڈاکٹر فورڈ کی آواز جیسے کوسوں میلوں دُور سے آ رہی تھی۔ "میں نے رینالڈس کو آپ کے سامنے ہی سب کچھ سمجھا دیا ہے اُمید ہے وہ ان ہدایات پر اچھی طرح عمل کرے گا۔ ویسے بھی اس کی موجودگی میں کوئی خطرہ نہیں۔ میں آپ کی کامیابی کا متمنی ہوں۔ خدا کرے آپ اتنے وحشی اور خطرناک مریضوں میں ڈاکٹر سٹار کو پہچان سکیں۔"

ڈاکٹر رُدرفورڈ کے آفس کا دروازہ بند کر کے جان فاسٹر چپ چاپ باہر نکل آیا۔ اُس کے سامنے ہی اوپر کی منزل کو جانے والی سیڑھیاں تھیں اور ان سیڑھیوں کے بائیں جانب ایک چھوٹا سا برآمدہ طے کرنے کے بعد وہ آہنی دروازہ تھا جس کا کنٹرول الیکٹرانک بکس میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر سٹار کے بارے میں فورڈ نے جو کچھ کہا تھا، اس میں مبالغہ بھی ہو سکتا تھا۔ آخر اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ جو کہانی فورڈ نے سنائی ہے، وہ حرف بحرف درست ہے؟ فاسٹر نے اوپر جانے سے پہلے اُس نرس سے ملنا مناسب سمجھا جس کی آواز مردانہ تھی اور جس نے بقول فورڈ، اُسے ڈاکٹر سٹار کے خونی حملے سے بچایا تھا۔ فاسٹر کا ارادہ تھا کہ اس خاتون سے چند اور باتیں بھی معلوم کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ سیڑھیوں کے ذریعے اُوپر جانے سے پہلے اس نرس کی تلاش میں واپس اُسی راہداری میں آیا۔ انتظار گاہ میں دیکھا۔ نرس وہاں نہ تھی۔ پھر وہ اس طرف گیا جدھر سے آیا تھا۔ لیکن نرس تو درکنار، وہاں سرے سے کوئی ذی روح تھا ہی نہیں۔ فاسٹر کو تعجب ہوا کہ اتنی بڑی عمارت میں کوئی فرد و بشر موجود نہیں۔ اس تلاش میں ناکام ہو کر وہ سیڑھیوں کی طرف آیا۔ سیڑھیوں کے دائیں جانب دیوار پر خوبصورت فریموں میں چند تصویریں لگی تھیں جن میں مختلف ذہنی مریضوں کی عکاسی کی گئی تھی اور اُن کی مجنونانہ اور وحشیانہ حرکات ظاہر کی گئی تھیں۔ فاسٹر کی سمجھ میں نہ آیا کہ اِن تصویروں کو یہاں سجانے کا آخر کیا مقصد ہے۔

آخری سیڑھی تک یہ تصویریں چلی گئی تھیں۔ سیڑھیوں کی تعداد تیس کے قریب تھی اور آخری سیڑھی تک پہنچتے پہنچتے فاسٹر کا سانس خاصا پھول چکا تھا۔ آخری سیڑھی کے ساتھ ہی کوئی بارہ

فٹ لمبا ایک برآمدہ تھا اور اُس کے پرلی طرف ایک بڑا آہنی دروازہ صاف نظر آتا تھا۔ دروازے کے دائیں جانب کوئی پانچ فٹ کی اونچائی پر چھ انچ لمبی اور چھ انچ چوڑی ایک کھڑکی تھی، لیکن اس میں بھی لوہے کی سلاخیں لگائی گئی تھیں۔ فاسٹر نے دروازے کے قریب پہنچ کر اس کھڑکی میں سے جھانکا۔ اُسے ایک سپاٹ دیوار کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیا۔ اس کے بعد اس نے غور سے دروازے کا جائزہ لیا۔ اُسے کھولنے کے لیے کوئی ہینڈل وغیرہ نہ تھا۔ اس نے دروازے کی آہنی سطح پر ہاتھ رکھا اور اُسے دبایا، مگر بے سود۔ یکایک اس نے محسوس کیا کہ چھوٹی سی کھڑکی کے پرلی طرف ایک چہرہ موجود ہے۔ اُس چہرے پر لگی دو چمکیلی آنکھیں ڈاکٹر فاسٹر کا گہرا جائزہ لے رہی تھیں۔ فاسٹر نے بھی سیدھا کھڑا ہو کر اُسے گھورنا شروع کر دیا۔

یکایک ایک آواز اس کے کان میں آئی: "کیا آپ ہی ڈاکٹر جان فاسٹر ہیں؟"

"جی ہاں — یہی میرا نام ہے اور مجھے ڈاکٹر رُدرفورڈ نے یہاں آنے کی اجازت دی ہے۔"

"خوش آمدید۔۔۔" یہ کہہ کر وہ چہرہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پرلی طرف سے چند مدھم انسانی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن فاسٹر سمجھ نہیں پایا کہ یہ آوازیں ایک دوسرے سے کیا کہہ رہی ہیں۔ پھر ایک گونجدار آواز برآمدے میں پھیلنے لگی اور فاسٹر نے دیکھا کہ آہنی دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا ہے اور سامنے ہی سفید لمبا کوٹ پہنے گٹھے ہوئے بدن کا ایک طویل القامت آدمی کھڑا ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے مصافحے کیلئے اپنا مضبوط پنجہ پھیلایا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر ڈاکٹر۔۔۔ میرا نام میکس رینالڈس ہے۔"

فاسٹر نے خوش دلی سے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا: "میں بھی آپ کو دیکھ کر خوش ہوا۔"

"آیئے بے تکلف اندر آ جایئے۔" رینالڈس نے کہا اور فاسٹر دروازہ پھلانگ کر اُدھر چلا گیا۔ اُس نے دیکھا دروازے کے ساتھ ہی دیوار میں ایک انٹرکام لگا ہے۔ اردلی نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا اور نچلی منزل میں ڈاکٹر فورڈ کو آگاہ کیا کہ مسٹر جان فاسٹر اوپر آ چکے ہیں۔

انٹرکام دوبارہ دیوار پر لگانے کے بعد رینالڈس، ڈاکٹر فاسٹر کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔ "جناب، میں ہر خدمت کیلیے حاضر ہوں۔"

اس دوران میں پھر وہی گونجدار آواز پیدا ہوئی اور آہنی دروازہ جس طرح کھلا تھا،

ویسے ہی آہستہ آہستہ بند ہو گیا۔

"مسٹر میکس رینالڈس، آپ مجھے ڈاکٹر کے بارے میں کیا کچھ بتا سکتے ہو؟" فاسٹر نے کہا۔

"آپ ڈاکٹر رودھر فورڈ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ نہایت نفیس آدمی ہیں وہ۔" رینالڈس نے جواب دیا۔

"میں ڈاکٹر سٹار کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔" فاسٹر نے اپنا سوال واضح کیا۔ میکس رینالڈس نے فوراً ہی جواب نہ دیا، بلکہ چند ثانیے فاسٹر کی طرف سنجیدگی سے تکتا رہا۔ آخر اس نے صاف الفاظ میں کسی ابہام کے بغیر کہا: "مجھے افسوس ہے، ڈاکٹر، میں ڈاکٹر بی سٹار کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ میں بے حد معذرت خواہ ہوں کہ اس سوال کا جواب دینا میرے فرائض میں داخل نہیں ہے ۔۔۔۔ ڈاکٹر فورڈ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو ہدایات دے رہے تھے، اُن کے تحت ۔۔۔ میں مجبور ہوں ۔۔۔ ویسے ہر طرح میرا تعاون آپ کے لیے حاضر ہے مگر میں کسی قسم کا سراغ فراہم نہیں کروں گا۔"

"پھر یہ سوال ہے کہ میں اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں؟" فاسٹر نے دوبارہ پوچھا۔

"یہ اتنا مشکل نہیں۔" رینالڈس مسکرایا۔ "اس شفاخانے کے پہلے مریض سے آپ اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔ میرے ساتھ آیئے ۔۔۔" یہ کہہ کر وہ بائیں طرف چل پڑا۔ اُسے یقین تھا کہ ڈاکٹر اُس کے عقب میں آئے گا۔ وہ دونوں ایک تنگ سی راہداری میں چل رہے تھے۔ جس میں مدّھم مدّھم روشنی تھی۔ راہداری کے دونوں جانب کمرے تھے اور ہر کمرے کا دروازہ مقفل۔ فاسٹر نے غور سے اُن بند دروازوں کو دیکھتے ہوئے کہا: "کیا ان سب کمروں میں مریض داخل ہیں؟"

"جی نہیں، بعض کمرے خالی بھی ہیں۔" رینالڈس کا جواب تھا۔ "تاہم مجھے ہدایت ہے کہ خالی کمرے بھی ہمیشہ مقفل رکھوں۔ اس کی وجہ محض حفاظتی اقدامات ہیں۔ فرض کیجیے کوئی مریض اپنے کمرے سے کسی طرح نکل آتا ہے، تو اُسے خالی کمرے میں چھپ جانے کا موقع نہیں مل سکے گا۔ پس لامحالہ اُسے اپنے ہی کمرے میں واپس جانا پڑے گا۔ یوں میرا کام خاصا آسان ہو جاتا ہے۔"

اس اثنا میں فاسٹر نے ایک کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا دیکھا اور اس کی نظریں سوالیہ انداز میں رینالڈس کی طرف اُٹھ گئیں۔

"یہ میرا آفس ہے جناب۔" رینالڈس نے کہا، لیکن فاسٹر نے گردن ہلائی جیسے اس کے جواب سے اطمینان نہیں ہوا۔

"مگر تمہارے آفس میں تو کوئی بھی پاگل چھپ سکتا ہے۔"

"آپ صحیح کہتے ہیں۔ یہ میری کاہلی کے باعث کھلا رہ گیا۔" یہ کہہ کر رینالڈس نے اپنے آفس کا دروازہ بھی مقفل کر دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ دماغی امراض کے مریض چوبیس گھنٹے اپنے اپنے کمروں میں قید رہتے ہیں۔" فاسٹر نے کہا۔ "اور یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ یہ تو ظلم ہے۔"

"میں اس امر کا فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ یہ میرے فرائض میں داخل ہے۔" رینالڈس نے جواب دیا۔ "تاہم یہ بات یقینی ہے کہ اس میں خود پاگلوں کی بہتری ہے۔"

وہ دونوں چلتے چلتے ایک بند دروازے کے قریب رک گئے۔ رینالڈس نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے چھوٹی بڑی کنجیوں کا ایک بڑا سا گچھا نکالا اور کنجی چھانٹ کر دروازے میں لگے قفل میں ڈال دی۔ فاسٹر نے کہا: "تم پہلے مریض سے میری ملاقات کرا رہے ہو؟" رینالڈس تالا کھولتے کھولتے رک گیا، پھر اُس نے اثبات میں گردن ہلائی: "آپ ٹھیک سمجھے، ڈاکٹر اس مریضہ کا نام لوُنی ہے۔"

"مریضہ؟" فاسٹر نے جلدی سے کہا۔ "اس پاگل خانے میں کتنی مریضائیں داخل ہیں؟"

اس سوال پر رینالڈس زیرِلب مسکرایا: "افسوس کہ میں فی الحال اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ جتنی بھی مریضائیں یہاں موجود ہیں سب ایک ایک کر کے آپ کے سامنے آ جائیں گی۔ مجھے فی الحال ڈاکٹر فورڈ کے احکام کی تعمیل کرنی ہے اور میں آپ کو صرف وہی معلومات دے سکوں گا جس کی مجھے اجازت ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کو کسی قسم کا کوئی سراغ فراہم نہ کروں، اس طرح مجھے یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ آپ سے از خود کچھ نہ پوچھوں۔"

تالا کھول کر وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ فاسٹر نے گھومتی نگاہ سے کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک گوشے میں پلنگ پر صاف ستھرا بستر بچھا تھا۔ دوسرے گوشے میں لکڑی کی چھوٹی سی

الماری جس میں چار پانچ درازیں تھیں۔ اس کے علاوہ بیٹھنے کے لیے دو کرسیاں بھی کمرے میں کسی قسم کی کوئی زیبائش آرائش نہ تھی حتیٰ کہ چہرہ دیکھنے کے لیے کوئی آئینہ بھی نہ تھا۔ کمرے کی واحد کھڑکی میں لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں لگی تھیں اور اُس کھڑکی کے پاس مریضہ خاموش بیٹھی کوئی غیر مرئی چیز دیکھ رہی تھی۔ کمرے میں معمولی روشنی تھی اور یہ روشنی بھی کھڑکی کے راستے آرہی تھی، ورنہ یہاں کوئی برقی قمقمہ نہ تھا۔ بُونی نے آنیوالوں کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور مسلسل اپنے سامنے ہی دیکھتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسے کسی کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی۔

فاسٹر دبے پاؤں چلتا بُونی کے اور قریب گیا اور نزدیک سے اُس کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بیس بائیس سال کی نوجوان اور صحتمند لڑکی تھی۔ اس کا لباس بھی عمدہ اور ستھرا تھا اور چہرے کے نقش و نگار سے یہ جاننا کچھ دشوار نہ تھا کہ وہ خاصی خوبصورت لڑکیوں میں گنی جاتی ہوگی۔

رینالڈس اور فاسٹر دونوں کئی منٹ تک اُسے دیکھتے رہے مگر بُونی نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ آخر رینالڈس نے آہستہ سے کہا،

"بُونی ... ذرا دیکھو، کون تم سے ملنے آیا ہے۔"

بُونی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور سامنے دیوار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ رینالڈس نے اس مرتبہ ذرا زور سے اُسے پکارا،

"بُونی ... ڈاکٹر جان فاسٹر تمھیں دیکھنے آئے ہیں۔ کیا تم ان سے بات نہیں کرو گی؟"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" اس مرتبہ بُونی نے دیوار سے نگاہیں ہٹائے بغیر تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "میں کسی ڈاکٹر جان فاسٹر کو نہیں جانتی۔"

رینالڈس نے پھر کچھ کہنے کی کوشش کی ہی تھی کہ فاسٹر نے اُسے روک دیا: "ٹھہرو، میں خود بُونی سے بات کروں گا۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم کمرے سے باہر چلے جاؤ۔ میرا خیال ہے بُونی کو تمہاری یہاں موجودگی پسند نہیں۔"

میکس رینالڈس نے بے نیازی سے اپنے شانے اُچکائے اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اُس کے جانے کے بعد فاسٹر نے آہستہ سے کہا :

"بُونی، دیکھو میں نے اُسے یہاں سے نکال دیا ہے۔ یہ موقع پھر نہ ملے گا۔ تم مجھے

اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"چلے جاؤ ... چلے جاؤ۔" بُونی نے اب گردن گھما کر فاسٹر کو گھورا۔ "مجھے کسی کو اپنے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

فاسٹر نے ایک کرسی اُٹھائی اور کھڑکی کے قریب رکھ کر بیٹھ گیا۔ بُونی اب بھی اُسے گھور رہی تھی۔ اُس کے ہونٹ غصّے سے لرز رہے تھے۔

"میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا" فاسٹر نے کہنا شروع کیا۔ "مختصر الفاظ میں مجھے بتاؤ کہ ان کم بختوں نے تمہیں یہاں کیوں قید کر رکھا ہے۔ ممکن ہے میں تمہیں کوئی اچھا مشورہ دے سکوں یا ایسی تدبیر بتا دوں کہ تم یہاں سے نکل سکو۔"

"ہر شخص مجھ سے یہی کہتا ہے۔" بُونی غرّائی۔ "میں کس کس کو اپنی کہانی سناؤں۔ کوئی میری کہانی نہیں سنتا... کسی کو میری بات پر یقین نہیں آتا۔"

"گھبراؤ مت بُونی ... تم مجھے اپنی کہانی سناؤ ... سارے واقعات ... میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ پر یقین کروں گا۔"

بُونی کے لال بھبھوکا چہرے کا رنگ ہلکا پڑنے لگا۔ اُس نے فاسٹر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "کیا تم واقعی میری باتوں پر یقین کرو گے؟"

"ضرور کروں گا۔ آخر یقین نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟" فاسٹر کا لہجہ بے حد نرم اور ہمدردانہ تھا "سنو بُونی، میں ایک ڈاکٹر ہوں اور میرا فرض ہے کہ اپنے مریضوں کو صحیح اور مناسب مشورہ دوں۔ یہی میرے پیشے کا تقاضا ہے۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں، اس لیے مجھ پر اعتماد کرو ... مجھے اپنا دوست جان کر سب کچھ بتا دو۔"

بُونی گردن جھکا کر گہری سوچ میں کھو گئی۔ فاسٹر نے اُسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ چند لمحے بعد بُونی نے گردن اٹھائی، فاسٹر کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا :

"سنو ڈاکٹر، مجھے اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں کہ میری کہانی پر تم یقین کرتے ہو یا نہیں کرتے۔ البتہ یہ جان لو کہ یہ کہانی سو فی صد سچی ہے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ اسے جھوٹ نہ سمجھنا ... یہ قطعی سچ ہے ... مگر کوئی اُس پر یقین نہیں کرتا۔ سبھی مجھ کو جھٹلاتے ہیں۔"

"میں ہرگز نہیں جھٹلاؤں گا۔" فاسٹر نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ ۔ ۔ میں تمہیں بتاتی ہوں۔ میں نے پولیس والوں کو بھی بارہا یہ کہانی سنائی اور ڈاکٹروں کو بھی۔ ۔ ۔ لیکن اسے کوئی سچ نہیں سمجھتا۔ ۔ ۔ سب مجھی کو قصور وار ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ اس معاملے میں میرا ذرہ برابر بھی قصور نہیں۔ ۔ ۔ جن حالات میں یہ واقعہ پیش آیا، دراصل وہ حالات ہی بے حد غیر معمولی تھے۔ کوئی بھی انہیں سمجھنے بوجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ۔ ۔ لیکن مجھے کچھ احساس ہوتا جارہا ہے کہ شاید تم ان واقعات کو سمجھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر بونی چپ ہو گئی۔ فاسٹر منتظر رہا کہ وہ سلسلۂ کلام پھر شروع کر دے گی۔ دفعتہً بونی نے فاسٹر سے پوچھا:

"کیا تم شیطانی طاقتوں پر یقین رکھتے ہو؟ یہ طاقتیں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے کارنامے حیرت انگیز ہیں۔"

فاسٹر نے نفی میں گردن ہلائی۔ "میں ایک ڈاکٹر ہوں اور شیطانی طاقتوں پر یقین نہیں رکھتا۔"

"بس تو پھر تم بھی میری کہانی پر یقین نہیں کرو گے۔" بونی نے منہ بنا کر بیزاری سے کہا۔ "میری کہانی انہی لوگوں کی سمجھ میں آسکتی ہے جو شیطانی طاقتوں کے وجود سے آگاہ ہیں۔ میں نے خود ان طاقتوں کو کام کرتے دیکھا ہے اور اگر تم دیکھ لو تو تم بھی ان پر ایمان لے آؤ گے۔"

"دیکھو تو جوان لڑکی، اس بحث میں مت پڑو۔ پہلے اپنی کہانی مجھے سناؤ۔ اس کے بعد ہی میں اپنی رائے کا اظہار کر سکوں گا۔ فی الحال مجھ سے یہ توقع نہ رکھو کہ تمہاری طرح میں بھی شیطانی طاقتوں پر ایمان لاؤں۔ البتہ اس امر کا میں تمہیں پورا پورا یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ تم کہو گی، اسے سچ جانوں گا۔"

بونی نے گہرا سانس لیا۔ "معلوم ہوتا ہے تم میری جان نہیں چھوڑو گے۔ ٹھیک ہے، سن لو۔ ۔ ۔ یہ بالکل ایسی ہی دوپہر تھی جیسی آج ہے۔ ۔ ۔ میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے والٹر کو فون کیا تھا کہ جو چیز اسے لانی تھی، وہ لے آیا ہے یا نہیں۔ فون پر میں نے محسوس کیا کہ والٹر خاصا پریشان اور بدحواس ہے۔ ۔ ۔ اس کے بعد۔ ۔ ۔"

"ذرا رکو۔ ۔ ۔" فاسٹر نے کہا۔ "پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ والٹر کون تھا؟"

بونی خوش دلی سے مسکرائی۔ "والٹر میرا محبوب تھا۔"

"اور وہ کونسی چیز تھی جو والٹر لانے والا تھا؟" فاسٹر نے دوسرا سوال کیا۔

"وہ ایک ڈیپ فریزر تھا۔"

"بہت خوب۔ ۔ ۔ تو تم نے اپنے محبوب والٹر سے پوچھا کہ وہ ڈیپ فریزر لایا ہے یا نہیں۔" فاسٹر نے کہا۔ "اب بتاؤ کہ جب تم نے والٹر کو فون کیا، تو اس وقت تم کہاں تھیں؟"

"میں اپنے اپارٹمنٹ میں تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اور والٹر اکٹھے نہیں رہتے تھے؟"

"وہ اپنی بیوی رتھ کے ساتھ رہتا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ اب مہربانی کر کے آگے چلو۔"

"جیسا کہ میں نے کہا، ٹیلی فون پر مجھ سے بات کرتے ہوئے والٹر خاصا بدحواس اور پریشان تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ اتنا بدحواس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فریزر آچکا ہے، تو اسے تہ خانے میں لگوا دو۔ اس کے بعد بقیہ کام پلان کے مطابق انجام دینا زیادہ مشکل نہیں۔"

"یہ پلان کیا تھا؟" فاسٹر نے پوچھا۔ بونی نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ "والٹر اس لیے پریشان تھا کہ پلان میں کہیں گڑبڑ نہ ہو جائے۔ اس کی خواہش تھی کہ آخری فریضہ انجام دینے سے پہلے وہ مجھ سے مل لے، لیکن میں نے والٹر کو سمجھایا کہ میرا اس موقع پر آنا بے سود ہو گا۔ اس طرح خواہ مخواہ پلان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں تاخیر ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ رتھ بھی تو گھر پہنچنے ہی والی تھی۔ ۔ ۔ اور پھر وہی ہوا جب ہم دونوں فون پر باتیں کر رہے تھے، تو والٹر نے اپنی بیوی کی کار کے انجن کی آواز سن لی۔"

"پھر کیا ہوا؟" فاسٹر نے بے صبری سے پوچھا۔ ۔ ۔ "والٹر کی بیوی آگئی۔ ۔ ۔ پھر کیا ہوا؟"

اور تب بونی نے وہ لرزہ خیز واقعہ تفصیل سے سنایا جس میں بقول بونی، وہ موجود نہ تھی تاہم اس نے تمام جزئیات کے ساتھ جس انداز میں یہ واقعہ سنایا، وہ سن کر فاسٹر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ خود بھی اس موقع پر بنفس نفیس موجود تھا۔

والٹر نہایت وجیہہ اور حسین و جمیل تیس سالہ نوجوان تھا۔ بونی سے فون پہ گفتگو کرنے

کے بعد اُس نے اطمینان سے کریڈل پر ریسیور رکھا اور کمرے کے دوسرے گوشے میں رکھی ہوئی ایک الماری کھولی۔ الماری میں شراب کی بوتلیں بھری ہوئی تھیں۔ والٹر نے ان میں سے برانڈی کی بوتل نکالی اور الماری بند کر دی۔ مکان کے بیرونی حصے سے کسی کار کے انجن کی آواز آرہی تھی چند ثانیے بعد انجن کی آواز بند ہو گئی، پھر کار کا دروازہ کھلا اور بند ہوا۔ یہ آواز بھی والٹر نے سُنی۔ اس کے بعد اُس کے کانوں میں قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔ والٹر نے جلدی سے شیشے کا گلاس برانڈی سے پُر کیا اور ایک ہی سانس میں اُسے خالی کر دیا۔ بعد ازاں اس نے دوبارہ گلاس بھرا، پھر مکان کا فرنٹ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ والٹر نے گلاس منہ سے لگایا اور اُسے بھی خالی کر دیا۔

"والٹر؟ والٹر؟ کہاں ہو تم؟" اس کی بیوی رُتھ اُسے آوازیں دے رہی تھی۔ والٹر نے ہلکی آواز میں رُتھ کو جواب دے کر بتایا کہ وہ کہاں ہے۔ رُتھ کمرے میں آگئی۔ اس کی عمر والٹر کے برابر تھی، وہ خوبصورت عورت تھی۔ اس کے ہاتھ میں پرس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس نے والٹر کی طرف دیکھ کر سنجیدہ لہجے میں پوچھا:

"تم آج جلدی واپس آگئے۔" وہ گہری نظروں سے اپنے شوہر کا جائزہ لے رہی تھی۔

"واپس نہیں آیا، بلکہ یوں کہو کہ سرے سے شہر کی طرف گیا ہی نہیں۔" والٹر نے اس سے آنکھ ملائے بغیر جواب دیا اور برانڈی کا تیسرا گلاس پُر کرنے لگا۔ رُتھ نے جھنجھناتی ہوئی آواز میں کہا: "تم شراب پینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔" یہ کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور والٹر کی طرف دیکھنے لگی۔ والٹر جانتا تھا کہ وہ ناراض ہو گی، لیکن اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ رُتھ کی ناراضی ہمیشہ عارضی ہوتی۔ وہ زیادہ دیر والٹر سے خفا نہ رہ سکتی تھی، اس لیے کہ اُسے اپنے شوہر سے بڑی محبت تھی۔ والٹر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "تم بھی پیو گی؟ کہو، تو ایک گلاس تمہارے لیے بھی بنا دوں۔"

"ہاں ہاں، ضرور۔" رُتھ نے کہا۔ "آج سردی بھی زیادہ ہے اور میں خاصی تھکی ہوئی ہوں۔"

والٹر نے گلاس بھر کر رُتھ کو دیا، پھر پوچھا: "تمہاری کلاس کیسی جا رہی ہے؟"

"بہت دلچسپ ۔۔۔ بہت عجیب ۔۔۔ بہت حیرت انگیز۔" رُتھ نے جواب دیا۔ "پروفیسر کالنگا نہایت باکمال آدمی ہے ۔۔۔ اپنے فن میں ماہر ۔۔۔ روحوں کو بُلانا، تو اس کے بائیں ہاتھ

کا کھیل ہے ۔۔۔ وہ کہتا ہے کہ وہ بہت جلد اس فن میں مجھے بھی ماہر بنا دے گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ واقعی جادوگر ہے۔" والٹر نے کہا۔ "میں نے سُنا تھا کہ وہ افریقہ کا بہت بڑا جادوگر ہے۔ گویا یہ سچ ہے۔"

"بالکل سچ۔ اُس کے پاس جادو ہے۔" رُتھ نے بتایا۔

"لیکن تمہیں یہ بے ہودہ فن سیکھنے کا شوق کیوں ہو گیا؟" والٹر نے پوچھا۔ "میں اسے پسند نہیں کرتا اور نہ تمہارے اس منحوس پروفیسر کالنگا کی شکل دیکھنا مجھے گوارا ہے، چونکہ تم افریقہ میں کچھ عرصہ رہ چکی ہو جہاں تمہارا باپ کسی کالونی کا گورنر جنرل تھا، اس لیے تمہیں آج بھی افریقیوں سے دلچسپی ہے۔ مگر میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ یہ سب فراڈ ہے ۔۔۔ کوئی جادو وادو نہیں ہوتا ۔۔۔ سب پیسے بٹورنے کا دھندا ہے۔"

رُتھ بے اختیار ہنس پڑی۔ اُس نے گلاس تپائی پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تم مانو یا نہ مانو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا بڑی پُراسرار ہے۔ اس میں بے شمار قوتیں ایسے کام کر رہی ہیں، جن کی انسانی عقل ابھی تک توجیہہ نہیں کر سکی۔ اب اِن قوتوں کا علم اور اُن سے رابطہ بجائے خود ایک زبردست سائنس ہے۔ یہ قوتیں اپنے کرشموں میں سائنس سے بدرجہا آگے اور بہتر ہیں۔ سائنس میں نقص پایا جا سکتا ہے، لیکن ان قوتوں میں کہیں نقص نہیں۔ انہیں جو کام سونپا جائے وہ اُسے پوری طرح سرانجام دیتی ہیں۔"

والٹر نے قہقہہ لگایا۔ "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تم بڑی آسانی سے جادو ٹونے میں پی ایچ ڈی کر سکتی ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے تم دیکھے بغیر نہیں مانو گے۔ اس نئی سائنس کا ایک ہلکا سا مظاہرہ مجھے کرنا ہی پڑے گا۔"

"ضرور ضرور ۔۔۔" والٹر نے دوسرا قہقہہ لگایا اور دفعتہً اُس کی نظر رُتھ کے دائیں ہاتھ پر ہو گئی۔ اس کی کلائی میں ایک سنہری کنگن چمک رہا تھا۔ والٹر نے کنگن غور سے دیکھا یہ دراصل کسی دھات کا بنا ہُوا سنہری سانپ تھا جسے کنگن کی شکل میں ڈھالا گیا تھا۔ والٹر نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا:

"یہ کہاں سے لیا تم نے؟ شاید پروفیسر کالنگا کا عطیہ ہے؟"

"ہاں — تم نے صحیح اندازہ لگایا۔" رُتھ نے کنگن پر نگاہ ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا نام آوانگا ہے ... افریقی زبان میں آوانگا سانپوں کے بادشاہ کو کہتے ہیں۔ آوانگا کے بارے میں پروفیسر کالنگا کا کہنا ہے کہ جس شخص کے قبضے میں یہ سانپ ہو، اُسے دنیا کی کوئی طاقت ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ یہ سانپ دراصل زندگی کی علامت ہے ... اور اس کنگن پر اُس کے اثرات ہیں۔ اُسے خود پروفیسر کالنگا نے بنایا ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ جب تک یہ کنگن میرے قبضے میں ہے، یہ میری حفاظت کرے گا اور اُن تمام شیطانی قوتوں سے مجھے بچاتے رکھے گا جو کبھی میرے درپئے آزار ہو سکتی ہیں۔"

والٹر کا چہرہ یک لخت بے حد سنجیدہ ہو گیا۔ وہ نہایت غور سے سنہری کنگن کا جائزہ لیتا رہا۔ آخر اس نے کہا:

"مگر تمہاری زندگی کو تو کسی طرف سے کوئی خطرہ لاحق نہیں؟ تم ایسی فضول اور بے ہودہ باتوں میں کیوں وقت ضائع کر رہی ہو؟ مجھے یقین ہے یہ افریقی بدمعاش جس کا نام کالنگا ہے، لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ سچ بتاؤ اس نے یہ کنگن تمہارے ہاتھ کتنے کا بیچا ہے۔"

"اُس نے مجھ سے اس کی کوئی قیمت نہیں لی۔" رُتھ کا لہجہ بھی ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ "پروفیسر نے چند دن پہلے مجھے بتایا کہ میری زندگی کو شدید خطرہ لاحق ہے اور یہ خطرہ ایک عورت کی طرف سے ہے۔ وہ میری جان لینے کے درپے ہے۔"

والٹر نے شراب کا گلاس تپائی پر رکھ دیا۔ اُس کا دایاں ہاتھ کپکپا رہا تھا۔ اس نے رُتھ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"اس بات سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ وہ عورت کون ہو سکتی ہے؟ کیا اُس احمق کالے پروفیسر نے تمہیں اس کا نام نہیں بتایا؟"

"بتایا ہے۔" رُتھ نے آہستہ سے کہا۔ "پروفیسر نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"بہت خوب ... مہربانی کر کے ذرا مجھے بھی اُس عورت کے نام سے آگاہ کرو جو تمہاری جان کے درپے ہے۔"

"اگر تم سننا ہی چاہتے ہو تو سنو۔" رُتھ نے کہا۔ "اُس کا نام ہے یُونی۔"

والٹر نے آہ بھری اور کھسک کر اپنی بیوی کے اور قریب ہو گیا۔ اُس نے رُتھ کا ہاتھ گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا:

"میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تم یُونی ہی کا نام لو گی۔ یقین کرو، یہ معاملہ قطعی ختم ہو چکا ہے۔ یُونی سے اب میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔"

"کاش! میں تمہاری قسموں پر اعتبار کر سکتی۔" رُتھ نے سنجیدگی سے کہا۔ "شاید تم بھول گئے کہ ابھی پچھلے مہینے ہی تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم الگ ہونے کے خواہشمند ہو اور مجھ سے طلاق لینا چاہتے ہو اور اب تم کہتے ہو کہ یُونی سے تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ میں کس بات کو سچ جانوں؟"

"دونوں باتیں سچ ہیں۔" والٹر نے جواب دیا۔ "ایک ماہ پہلے تک واقعی میں یُونی کے عشق میں اندھا ہو رہا تھا۔ مگر اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ مجھے اُس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ وہ اچھی عورت نہیں ... تم اُس سے بدرجہا بہتر ہو ... میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ خدا کے لیے رُتھ مجھ پر بھروسا کرو!"

ان الفاظ کے ساتھ ہی والٹر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اُس کی آواز بھرا گئی۔ رُتھ پر والٹر کے آنسوؤں کا فوری اثر ہوا۔ اُس نے کہا:

"ٹھیک ہے ... میں تم پر بھروسا کرتی ہوں، والٹر۔ یقین کرو آئندہ ہمارے درمیان اس قسم کی کوئی تلخی پیدا نہ ہو گی۔"

"بالکل بالکل۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں کوئی دُکھ نہ دوں گا۔"

"میں جانتی ہوں والٹر کہ ان دنوں تم بیکار ہو۔" رُتھ نے کہنا شروع کیا۔ "تمہارے اخراجات بھی مجھی کو اٹھانے پڑتے ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ تم اچھے شوہر ثابت نہیں ہوتے۔ تم نے ہمیشہ خودغرضی اور ذاتی مفاد کا مظاہرہ کیا ہے۔ تم نے میری خواہشیں پامال کی ہیں۔ مگر میں سچے دل سے تمہیں معاف کرتی ہوں، یہ اس لیے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اپنی ان تمام خامیوں کے باوجود تم خوبصورت ہو ... اور خوبصورت آدمی میری کمزوری ہے ... میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی ..."

"میں بھی تم سے علیحدہ نہیں رہ سکتا۔" والٹر نے کہا۔ پھر وہ دونوں مسلسل شراب پیتے رہے۔ والٹر

نے زبردستی رُتھ کو ایک گلاس اور پلایا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد معاً والٹر نے رُتھ سے کہا "ارے ہاں، ایک بات تو مَیں تمہیں بتانا بھول ہی گیا۔۔۔ ایک چیز میں تمہارے لیے بھی کر لایا ہوں۔"

"اچھا؟" رُتھ نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا چیز ہے وہ؟ مجھے تو کہیں دکھائی نہیں دیتی۔"

"آؤ، تمہیں دکھاؤں۔" والٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے سے اُٹھاتے ہوئے کہا "دیکھو گی، تو خوش ہو جاؤ گی۔" والٹر نے محسوس کیا کہ ضرورت سے زیادہ پی لینے کے باعث رُتھ کے قدم قابو میں نہیں، اور یہی وہ چاہتا تھا کہ رُتھ کسی کی مزاحمت کے قابل نہ رہے۔

"کوئی چیز تم میرے لیے لائے ہو؟" رُتھ نے پوچھا۔ اُسے حیرت ہو رہی تھی کہ آخر وہ چیز کیا ہو گی۔ والٹر نے ہنس کر کہا:

"ذرا صبر تو کرو۔۔۔ میں اپنے منہ سے کیا بتاؤں۔ تم خود ہی دیکھ لو گی۔ بس میرے ساتھ چلی آؤ۔"

والٹر اُسے سہارا دیتا ہوا ڈرائینگ روم سے باورچی خانے میں لے گیا۔ رُتھ نے باورچی خانے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: "مجھے تو یہاں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو تم میرے لیے لے کر آئے ہو۔ اب جلدی سے خود ہی بتا دو نا؟ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جا رہا ہے۔"

والٹر نے قہقہہ لگایا۔ "مَیں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم بے صبر ہو جاؤ گی۔۔ مگر مَیں تمہیں نہیں بتاؤں گا، ورنہ سارا مزا کرکرا ہو جائے گا۔"

"یہاں تو مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔" رُتھ نے پھر کہا اور والٹر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "وہ چیز یہاں نہیں ہے۔"

"پھر کہاں ہے؟" رُتھ نے حیرت سے پوچھا۔ اس سوال پر والٹر پھر ہنسا اور کہنے لگا "وہ چیز نیچے ہے۔۔۔ تہہ خانے میں۔"

"تہہ خانے میں؟" اس مرتبہ رُتھ بھی زور سے ہنسی۔ "تہہ خانے میں" اس نے دوبارہ پوچھا "کیا ہو سکتا ہے یہ؟ شاید تم کوئی چوہے دان لائے ہو۔ اب مَیں سمجھی۔۔۔ تہہ خانے میں ان دنوں چوہے کثرت سے ہیں، اس لیے یقیناً تم چوہے دان ہی لے کر آئے ہو گے۔ کیا مَیں ٹھیک کہتی ہوں؟"

"خواہ مخواہ ٹیکے نہ لگاؤ، بس ابھی خود دیکھ لینا۔" والٹر نے کہا۔

اب وہ تہہ خانے کو جانے والی سیڑھیوں کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ والٹر نے دروازہ کھولا اور رُتھ کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ تہہ خانے کی سیڑھیاں تنگ تھیں اور کسی قدر تاریک۔ رُتھ جب سیڑھیاں اُتر رہی تھی، تو والٹر نے سیڑھیوں میں لگا ہوا بلب روشن کر دیا۔ اس کے بعد خود بھی اُترنے لگا۔ تہہ خانے میں بھی ایک چھوٹا سا ہلکی طاقت کا بلب جل رہا تھا۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے رُتھ نے تہہ خانے پر نگاہ ڈالی۔ اُس میں پُرانے اخباروں، رسالوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ شراب کی بوتلوں کے خالی کریٹ، ٹین کے بے شمار ڈبے اور گتے کے کارٹن بھی بڑی تعداد میں اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ رُتھ کے پیچھے کھڑے ہوئے والٹر نے کہا: "رُک کیوں گئیں؟ آگے بڑھو۔" رُتھ نے گردن گھما کر والٹر کو دیکھا اور کہا "آگے بڑھوں؟ لیکن۔ کہاں؟"

"ارے بھئی وہاں۔۔۔" والٹر نے اُنگلی سے تہہ خانے کے پَرلے گوشے کی طرف اشارہ کیا۔

"وہاں۔۔۔ وہ چیز میں نے وہیں رکھوا دی ہے۔۔۔"

رُتھ نے بڑھ کر تہہ خانے میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ اُس گوشے کی طرف گئی۔ حیرت سے اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

سفید رنگ کا۔۔۔ بالکل نیا۔۔۔ انتہائی خوبصورت۔۔۔ بہت بڑا ڈیپ فریزر وہاں رکھا تھا۔

"فریزر۔۔۔؟" رُتھ نے خوش ہو کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تمہیں پسند آیا؟" والٹر اب بھی اُس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔

"بہت۔۔۔ بہت خوبصورت چیز ہے یہ۔" رُتھ نے جلدی سے فریزر کا ڈھکنا اٹھا کر اس کے اندر جھانکا۔ فریزر کے اندر سے یخ بستہ ہوا کا جھونکا برآمد ہوا۔ رُتھ گھبرا کر پیچھے ہٹی اور اس نے آہستہ سے ڈھکنا بند کرتے ہوئے کہا: "یہ تو کام کر رہا ہے۔۔۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ فریزر خرید لائے۔ ہمیں اس کی واقعی بڑی ضرورت تھی۔"

رُتھ نے جب یہ بات کہی، اُس وقت والٹر وہاں نہ تھا۔ وہ کچھ فاصلے پر۔۔۔ کاٹھ کباڑ کے پیچھے کوئی چیز ہاتھ سے ٹٹول کر تلاش کر رہا تھا اور پھر۔۔۔ وہ چیز اس کے ہاتھ میں آ گئی۔۔

رُتھ برابر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔۔۔ "تم نے تو مجھے حیران ہی کر دیا، والٹر۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ اور اب تم ایک اور چیز دیکھ کر مزید حیران ہو جاؤ گی ۔۔۔" والٹر کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔

"اچھا!" رتھ، والٹر کی طرف مڑی۔ "بھلا وہ کیا چیز ہے ۔۔؟"

"یہ ہے۔" والٹر نے گوشت کاٹنے کی ایک لمبی، نئی، چمکدار چھری رتھ کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ اور پھر تہہ خانے میں رتھ کی ہولناک چیخیں گونجنے لگیں ۔۔۔ لیکن یہ چیخیں آہستہ آہستہ مدھم پڑتی گئیں اور چند لمحوں بعد والٹر کے قدموں میں رتھ کی خون میں لت پت لاش پڑی تھی، والٹر بری طرح ہانپ رہا تھا۔ رتھ کی گردن پر چھری کا آخری وار کر کے اس نے گردن قریباً تن سے جدا کر دی تھی ۔۔ اس روز پہلی بار والٹر کو اپنے بازوؤں کی حیرت انگیز قوت کا احساس ہوا۔ رتھ کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابل آئی تھیں اور اس کا خوبصورت چہرہ بے حد بھیانک لگ رہا تھا۔ والٹر چند ثانیے وہیں کھڑا ہانپتا اور رتھ کی لاش دیکھتا رہا۔ پھر اس کے لبوں پر نہایت سفاکانہ ۔۔۔ کامیابی سے بھرپور ۔۔۔ مسکراہٹ آپ ہی آپ پھیل گئی۔ اس کا خیال تھا کہ رتھ کو ہلاک کرنے میں خاصی جدوجہد سے کام لینا پڑے گا ۔۔۔ مگر وہ تو اس آسانی سے ڈھیر ہو گئی جیسے قصاب کسی گائے کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

اگرچہ رتھ کا کام تمام ہو چکا تھا اور اس کی شہ رگ بھی کٹ چکی تھی، تاہم والٹر نے اپنے اطمینان کے لیے کہ شاید اس میں زندگی کی ابھی کوئی رمق باقی ہو، جھک کر اس کی نبض دیکھی۔ نبض ساکت تھی، پھر اس نے رتھ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کی دھڑکن کا جائزہ لیا۔ والٹر نے پوری طرح مطمئن ہو کر خون آلود چھری ایک طرف رکھی اور بھاری، تیز دھار والا چاپڑ اٹھا لیا۔ یہ بھی اس نے گتے کے ایک ڈبے میں پہلے ہی سے چھپا کر رکھ دیا تھا۔

بقیہ کام اس نے چاپڑ کی مدد سے بہت جلدی سرانجام دے لیا۔ آدھ گھنٹے کے اندر اندر والٹر نے کسی ماہر قصاب کی طرح اپنی بیوی کا بدن گوشت کے چھوٹے بڑے لوتھڑوں، پارچوں اور ہڈیوں کے ایک ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔ اس کام میں اگرچہ وہ سر سے پاؤں تک پسینے میں نہا گیا، لیکن کام ختم ہونے کے بعد اسے روحانی طور پر جیسا سکون ملا وہ اس کے لیے عجیب و غریب تجربہ تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کی بڑی بڑی ہڈیاں چاپڑ سے توڑتے ہوئے اسے

خاصا لطف آیا تھا۔ اپنی زبردست محنت کا نتیجہ گوشت کے ایک ڈھیر کی صورت میں جب اس کے سامنے آیا، تو وہ آپ ہی آپ قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا:

"بے وقوف عورت ۔۔۔ اب بول، کہاں گیا تیرا وہ غرور اور کدھر گیا وہ تیرا افریقی پروفیسر؟"

والٹر نے پلاسٹک کے لفافوں کا ایک بنڈل ڈیپ فریزر کے پیچھے سے برآمد کیا۔ ان لفافوں میں اس نے گوشت بھر بھر کر فریزر میں ڈالنا شروع کیا۔ اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آخری لفافے کے ساتھ ہی گوشت کا ڈھیر بھی ختم ہو چکا ہے۔ فریزر کا ڈھکنا بند کر کے والٹر نے تہہ خانے کا جائزہ لیا۔ اس کے اردگرد خون ہی خون اور ہڈیوں کی کرچیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس کے کپڑے بھی خون میں بھیگ چکے تھے۔ دو مرتبہ اس کا پاؤں فرش پر پھیلے ہوئے اس خون کے باعث پھسلا اور وہ اوندھے منہ گرتے گرتے بچا۔ تہہ خانے کے فرش سے خون صاف کرنا سخت مشکل مرحلہ تھا اور والٹر بہرحال یہ کام سرانجام دینے پر مجبور تھا۔ وہ چاہتا تھا اگر کوئی شخص تہہ خانے میں آ بھی جائے، تو اسے قطعی یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ یہاں قتل کی کوئی واردات ہو چکی ہے۔

والٹر کو ایک بار پھر ضروری سامان کے لیے تہہ خانے سے باہر اوپر جانا تھا چنانچہ وہ رتھ کے پھیلے ہوئے خون میں پھسلنے کے خوف سے بچتا بچاتا جب سیڑھیوں کی طرف چلا، تو معاً ایک چیز دیکھ کر اس کا اٹھا ہوا قدم وہیں رک گیا۔ وہ چند لمحے خوفزدہ نظروں سے اس چیز کو گھورتا رہا۔

یہ وہی سنہری کنگن تھا جو رتھ اپنی کلائی میں پہنے ہوئے تھی اور جس پر ایک ننھا سا سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ والٹر نے بڑھ کر یہ کنگن اٹھا لیا۔ اسے یوں لگا جیسے درد کی ایک ہلکی سی ٹیس اس کی ہتھیلی سے اٹھی اور بازو کے آخری سرے تک چلی گئی ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ جھٹکا۔ پہلے خیال آیا شاید یہ اس کنگن کا مقناطیسی اثر ہے۔ لیکن پھر احساس ہوا کہ یہ ممکن نہیں۔ چونکہ وہ دیر تک ایک انسانی لاش کو گوشت کے پارچوں اور چھوٹی چھوٹی ہڈیوں میں تبدیل کرنے کا سخت کام کرتا رہا ہے، اس لیے دائیں بازو کے اعصاب تھک گئے ہیں۔ کنگن اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر رک گیا۔ کچھ سوچ کر وہ آپ ہی

آپ ہنسا۔"جہاں کنگن والی ہے، اس کی چیز بھی وہیں ہونی چاہیئے۔ اخلاق کا تقاضا تو یہی ہے"
یہ سوچ کر اُس نے ڈیپ فریزر کا ڈھکنا اُٹھایا اور کنگن بھی اندر ڈال دیا۔

باورچی خانے میں جاکر والٹر نے گیس کا چولہا جلایا اور ٹین کے ایک کنستر میں پانی گرم کیا۔ پانی گرم کر کے بالٹی میں بھرا، ایک جھاڑو ہاتھ میں لی اور صابن کی ٹکیہ بھی لے لی۔ تہہ خانے میں جاکر اُس نے صابن گھول گھول کر گرم پانی سے فرش دھونا شروع کیا۔ تہہ خانے کا فرش سیمنٹ سے بنایا گیا تھا، چنانچہ الٹر کو جما ہوا خون گرم پانی اور صابن کے ذریعے صاف کرنے میں خاص دِقّت نہ ہوئی۔ پانی اور خون کا یہ مکسچر وہ احتیاط سے ڈرین میں بہاتا گیا یہاں تک کہ فرش بالکل صاف ستھرا ہوگیا اور خون کا ہلکا سا داغ دھبّا یا نشان بھی باقی نہ رہا۔ والٹر نے فرش کے بعد تہہ خانے کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ وہ کوئی ایسا سراغ چھوڑنا ہی نہ چاہتا تھا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ تہہ خانہ "بوچڑ خانے" کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے۔ احتیاط سے کام لیتے ہوئے والٹر نے ایسے تمام ردّی اخبارں کے ڈھیر اور گتّے کے ڈبوں کو بھی اچھی طرح دیکھا۔ بھلا جن پر خون کے داغ دھبّے لگنے کا خدشہ تھا۔ ایک دو ڈبے ایسے نکلے جنہیں والٹر نے الگ رکھ دیا۔" انہیں جلا کر راکھ کر دینا ہی بہتر ہوگا۔" اُس نے سوچا۔

تہہ خانے کی صفائی کے کٹھن اور سخت تھکا دینے والے کام سے فارغ ہوکر والٹر نے اپنے کپڑوں اور جسم کی صفائی پر توجّہ دی۔ اُس کا شاندار سوٹ اس خونیں کارروائی کے دوران میں برباد ہوچکا تھا۔ اسے صاف کرنا اس کے لیے محال تھا اور نہ وہ یہ خطرہ مول لے سکتا تھا کہ سوٹ کسی ڈرائی کلینر کے حوالے کرے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ فی الحال وہ یہ سوٹ کہیں چھپا دے گا اور موقع ملتے ہی خود اسے ڈرائی کلین کرنے کی کوشش کرے گا۔ جسمانی صفائی کے لیے اُس نے ایک بار پھر پانی گرم کیا اور اچھی طرح نہایا۔ اُس نے کسی ماہرِ فن قاتل اور مجرم کی طرح اپنے ناخنوں کی صفائی پر خاص توجہ دی۔ اُسے احساس تھا کہ ناخنوں کے اندر اگر ذرا بھی خون جما رہ گیا، تو یہ اُس کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔ اس نے نہ صرف ناخن صاف کیے۔ بلکہ انہیں کتر بھی دیا۔ نہا دھو کر اور نیا لباس پہن کر وہ اطمینان اور مسرّت کے جذبات سے لبریز سیٹی پر ایک مشہور گانے کی دُھن بجاتا ہوا، ڈرائینگ روم میں گیا اور اپنی محبوبہ یُونی کے ٹیلی فون کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

یُونی کے فلیٹ میں فون کی گھنٹی بجی۔ وہ بے چینی سے اسی گھنٹی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے جھپٹ کر ریسور اُٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

"ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ مَیں بول رہی ہوں۔" اس نے چپکے سے ماؤتھ پیس میں کہا۔"کہو کیسا رہا؟"

"سب کام تسلی بخش طریقے سے ختم ہوگیا۔" والٹر کی آواز آئی۔"ذرا بھی دِقّت نہیں ہوئی۔"

"خدا کا شکر ہے۔" یُونی نے کہا۔"یہ بتاؤ تم تو ٹھیک ٹھاک ہونا؟"

"بالکل ٹھیک ہوں مجھے یہ کام کرنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے ۔۔۔۔ البتّہ ۔۔۔"

"اوہو، ایسی باتیں فون پر نہیں کی جاتیں۔" یُونی نے والٹر کا جملہ کاٹ دیا۔

"معافی چاہتا ہُوں ۔۔۔ مَیں ذرا کچھ زیادہ ہی خوش ہوں۔" والٹر نے ہنس کر کہا۔"اب یہ بتاؤ تم میرے پاس کتنی دیر میں پہنچ رہی ہو۔"

"بس مَیں نے اپنا ضروری سامان باندھ لیا ہے۔ مجھے تمہارے پاس آنے میں ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں لگے گا۔"

"بہت خوب ۔۔۔ ادھر مَیں بھی تیار ہی ہوں۔" والٹر نے کہا۔"بہر حال تم جس قدر جلد آؤ، اتنا ہی اچھا ہے۔ سُنو، اب مَیں یہاں ۔۔۔ اس مکان میں زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہتا ۔۔ میری بات تم سمجھ رہی ہونا؟"

"ہاں ہاں، خوب سمجھ رہی ہوں۔" یُونی نے جواب دیا۔"تم جانتے ہی ہو، تم سے زیادہ مجھے جلدی ہے، لیکن ۔۔ میں ایک بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم رُتھ کو بھی اپنے ساتھ لے چلیں، تو بہتر ہے۔"

"کیا احمقانہ بات کرتی ہو تم" والٹر نے جھلّا کر کہا۔"خود ہی مجھے منع کیا کہ فون پر ایسی باتیں نہیں کی جاتیں، اور اب ۔۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ۔۔۔ مگر تم میری پُوری بات تو سُن لو ۔۔۔" یُونی نے اصرار کیا۔"اگر ہم اپنے سامان کے ساتھ فریزر کو بھی رکھ لیں، تو کیا حرج ہے؟ ہو سکتا ہے ہمارے جانے کے بعد اگر کسی نے تہہ خانے میں جھانک لیا اور فریزر کھول کر دیکھا، تب ۔۔۔"

"اس کا کوئی امکان فی الحال نہیں۔" والٹر نے دبے دبے جوش سے کہا۔ "یہاں کوئی نہیں آئے گا
اور پھر یہ تو سوچو کہ اتنا بھاری فریزر ہم کہاں کہاں اُٹھائے پھریں گے؟"

"تم میری بات ہی نہیں سمجھ رہے ہو... میرا مطلب یہ تھا کہ رُتھ کو مکان میں چھوڑنا ٹھیک نہیں ہوگا... ہم اُسے فریزر سے نکال کر ساتھ لے لیں اور ایئرپورٹ جاتے ہوئے راستے ہی میں کہیں پھینک جائیں... رات کا وقت ہوگا... کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ فریزر میں اس کا پایا جانا خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔"

"اچھا، اب یہ بحث بند ___ میں فون بند کر رہا ہوں۔" والٹر نے اُکتا کر کہا۔ "تم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہی ہو۔ بس تم جلدی سے یہاں آ جاؤ۔"

"وہ تو میں آ ہی رہی ہوں، لیکن بہتر تھا کہ... بہرحال میں اپنی کار تمہارے مکان کے عقب میں کھڑی کر دوں گی... تم کچن کا دروازہ کھلا رکھنا، تاکہ مجھے دستک نہ دینی پڑے۔" یُونی نے اُسے ہدایات دیں۔ "اچھا، خدا حافظ۔"

والٹر نے جب فون بند کیا، تو کسی اَن جانے خوف سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پہلی بار اُسے اپنے بھیانک جرم کا احساس ہُوا۔ یہ بے وقوف یُونی اب اُسے پٹیاں پڑھانے چلی ہے... کہتی ہے، فریزر اپنے ساتھ لے چلو... اگر رُتھ کو اپنے ساتھ ہی لے جانا تھا، تو اتنا قیمتی فریزر خریدنے کی آخری ضرورت ہی کیا تھی؟

وہ سیدھا ڈرائنگ روم میں گیا۔ الماری کھول کر برانڈی کی ایک اور بوتل نکالی اُس کا کاک کھولا اور گلاس میں انڈیلنے کی زحمت گوارا کیے بغیر بوتل منہ سے لگا کر ایک ہی سانس میں نصف خالی کر دی۔

"یُونی... کیا تمہیں پُورا پُورا یقین ہے کہ والٹر سے فون پر تمہاری یہی بات چیت ہوئی تھی جو تم نے بیان کی؟" فاسٹر نے پوچھا۔ "کوئی چیز رہ تو نہیں گئی؟"

یُونی نے غصے سے بَل کھا کر فاسٹر کو گھورا۔ "گویا تمہیں یہ شک ہے کہ میں کوئی بات بھول گئی ہوں یا دانستہ چھپا رہی ہوں؟"

"نہیں نہیں... میں نے تم پر شک شبہ ہرگز نہیں کیا۔" فاسٹر نے گھبراتے ہوئے کہا۔ "میں

تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ رُتھ کو قتل کرنے کے بعد والٹر نے فون پر تم سے جو باتیں کیں، اُن میں کوئی بات ایسی تو نہیں رہ گئی جو تم غیر شعوری طور پر بھول گئی ہو۔"

"میں کچھ نہیں بھولی اور نہ کبھی بھول سکتی ہوں۔" یُونی نے پُرعزم آواز میں کہا۔

"اور تم یہ بھی یقین سے کہہ سکتی ہو کہ جب یہ واردات ہوئی، تو تم والٹر کے مکان میں موجود نہ تھیں؟" فاسٹر نے دوسرا سوال کیا۔

"ہاں... میں یقین سے کہہ سکتی کہ میں وہاں ہرگز موجود نہ تھی۔ یہ سب کچھ بعد میں مجھے والٹر نے فون پر بتایا۔"

ڈاکٹر فاسٹر نے گہرا سانس لیا۔ "یعنی اس واردات کی یہ تمام جزئیات بھی تمہیں والٹر نے فون پر بتائیں؟"

یُونی نے جواب دینے میں کچھ تامّل کیا، پھر کہنے لگی۔ "والٹر نے مجھے اتنی تفصیلات نہیں بتائی تھیں، لیکن میں اپنے طور پر جانتی تھی کہ ایسا ہی ہُوا ہوگا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب تم والٹر سے فون پر گفتگو کے بعد اس مکان پر گئیں تب یہ تفصیلات اس نے تمہیں بتائی ہوں۔"

یونی خاموش رہی۔ آخر اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے اس بحث سے پہلے تمہیں پوری کہانی سُن لینی چاہیے۔ تم کیسے احمق ڈاکٹر ہو جو ادھورے واقعات سے ایک نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہو۔ مجھے تو تم بھی اچھے خاصے پاگل نظر آتے ہو۔" یہ کہہ کر وہ زور سے ہنسی اور ڈاکٹر فاسٹر نے رومال سے اپنا منہ پونچھا۔

"میں سمجھ رہا تھا کہ شاید تمہاری کہانی ختم ہو چکی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں بتایئے کہ آگے کیا ہُوا تھا؟"

"پہلے تم مجھ سے معذرت کرو۔" یُونی نے ہونٹ بھینچتے ہُوئے کہا۔ "اور یہ وعدہ بھی کرنا پڑے گا کہ جب تک میں ساری کہانی سنا نہیں دیتی، تم اینڈے بینڈے سوال نہیں کرو گے اور نہ غلط سلط نتائج اخذ کرنے کی طرف توجہ دو گے۔"

"میں معذرت کرتا ہوں۔" فاسٹر نے وعدہ کیا۔ یُونی خوش ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ دیوار

کو گھورتی رہی اور پھر اس نے کہانی جہاں سے چھوڑی تھی، اس سے آگے شروع کی۔ فاسٹر کے ذہن میں اُس کی جو تصویر بن رہی تھی، وہ کچھ یوں تھی۔

اپنی بیوی کے گوشت اور ہڈیوں کا ڈھیر پلاسٹک کے لفافوں میں ڈیپ فریزر کے اندر بند کرنے کے بعد تہہ خانے کی صفائی کے کام نے والٹر کو جسمانی اور ذہنی طور پر سخت تھکا دیا تھا چنانچہ نہا دھو کر اور نیا لباس پہن کر اُس نے سب سے پہلے پُونی کو فون کیا، پھر یہ سوچ کر کہ پونی کے آنے میں کچھ دیر ہے، کیوں نہ یہ تھکن دُور کر لی جائے، اس نے شراب کی بوتلوں سے بھری الماری میں سے اپنی پسند کی بوتل نکالی اور مسلسل پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے اعصاب پُرسکون ہو گئے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ وہ آپ ہی آپ مستقبل کے حسین اور شاندار تصور میں کھو کر مسکراتا رہا۔

دفعتاً اس کے کانوں میں ایک ایسی آواز آئی جیسے کوئی شخص بیرونی دروازہ تھپتھپا رہا ہو۔ وہ چونک پڑا۔ اُس نے سمجھا شاید پُونی آگئی ہے۔ مگر دروازہ کھلا تھا... پُونی کو دروازہ تھپتھپانے کی ضرورت نہ تھی۔ والٹر نے چند لمحے انتظار کیا اور پھر مے نوشی میں مشغول ہو گیا۔ یکایک وہی آواز دوبارہ سنائی دی اور اس مرتبہ یہ اتنی واضح اور نمایاں تھی کہ وہ صوفے پر بیٹھا بیٹھا اچھل پڑا۔ ضرور کوئی شخص مکان میں موجود ہے۔ اس تصور ہی سے والٹر کا کلیجہ بیٹھ گیا۔ اس نے گلاس تپائی پر رکھ دیا اور کان اسی آواز کی طرف لگا دیے جو باورچی خانے کی جانب سے آئی تھی۔ حد درجہ دہشت زدہ ہو کر اس نے باورچی خانے کی طرف نظر جما دی .... تیسری بار بھی اس نے وہی آواز سُنی۔ اب شک و شبہے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ وہ صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کون بدمعاش مکان میں آن گھسا..." اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ لیکن کوشش کے باوجود باورچی خانے کی طرف یک لخت قدم نہ بڑھا سکا۔ سارے مکان میں خوفناک سناٹا طاری تھا۔ والٹر کچھ دیر صوفے کے قریب کھڑا چوتھی مرتبہ یہ پُراسرار آواز سُننے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس حالت میں کھڑے کھڑے دس منٹ گزر گئے۔ وہ آواز سنائی نہ دی۔ تب وہ کچھ مطمئن ہوا۔ شاید یہ میرا وہم ہی ہے.... میں غالباً ضرورت سے زیادہ پی گیا ہوں..." اس نے خود کو تسلی دی اور تپائی پر رکھا ہوا گلاس غیر شعوری طور پر پھر اٹھا لیا۔ مگر جونہی اُس نے

گلاس اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ وہ آواز پھر آئی... اور اس کے فوراً بعد اُسے یوں لگا جیسے کوئی شے زور سے گری ہو۔ اس کا دایاں ہاتھ کپکپایا اور گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یقیناً اس مرتبہ یہ آواز باورچی خانے سے نہیں، نیچے تہہ خانے میں سے اُبھری تھی۔ اس احساس کے ساتھ ہی والٹر کی ٹانگیں بھی کانپنے لگیں... اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص تہہ خانے میں چُھپا ہُوا ہے... اور عین ممکن ہے۔ اس نے ساری کارروائی اپنی آنکھ سے دیکھ لی ہو۔ اگر یہ بات ہے تو... والٹر کا ذہن ماؤف ہو گیا.... معاً باورچی خانے کا دروازہ تھرتھرایا... یہ دروازہ پہلے کھلا تھا... پھر والٹر کے دیکھتے دیکھتے آپ ہی آپ اس زور سے بند ہوا جیسے کسی نادیدہ ہاتھ نے اُسے بند کیا ہو... والٹر آنکھیں پھاڑے یہ ہوشربا تماشا دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے بعد دروازہ پھر کُھل گیا اور یوں لگا جیسے کوئی چیز باورچی خانے کے ننگے فرش پر لڑھک رہی ہو.... اس اثنا میں والٹر کی تمام حسیات اچھی طرح بیدار ہو چکی تھیں اور شراب کا نشہ بھی ہرن ہو گیا تھا، تاہم اُس میں اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی ہمت نہ تھی۔

اور پھر والٹر نے وہ چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لی... یہ گولا تھا۔ اُس کی جسامت انسانی کھوپڑی کے برابر ہوگی... والٹر پلک جھپکائے بغیر پتھر کا بُت بنا ہُوا اُسے لڑھکتے دیکھ رہا تھا۔ وہ پہلے شراب کی بوتلوں سے بھری الماری کی طرف گیا... پھر پلٹ کر اُدھر آیا جدھر والٹر کھڑا تھا... ایک ہولناک چیخ مار کر والٹر پیچھے ہٹا اور صوفے کے بازو سے ٹکرا کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ اُس کے حلق سے مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں۔ یکایک وہ چپ ہو گیا۔ اُس نے گردن گھما کر دیکھا کہ وہ پُراسرار شئے پلاسٹک کے لفافے میں لپٹی ہوئی ہے اور اس طرح کمرے کے فرش پر حرکت کر رہی ہے جیسے وہ زندہ ہو... والٹر نے جھپٹ کر لکڑی کی تپائی اُٹھائی اور پُوری قوت سے اُس پر دے ماری۔ تپائی دیوار سے ٹکرائی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور پھر اگلے ہی لمحے وہ گول گول متحرک شئے وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔

والٹر پاگلوں کی طرح منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے اپنے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔ اُس نے بار بار پلکیں جھپکیں اور گردن جھٹکی، لیکن وہ متحرک گولا غائب ہو چکا تھا... ایک ثانیے کے لیے اُسے خیال آیا کہ اس کے اعصاب عجیب و غریب کھیل، کھیل رہے ہیں اور اُس کی

آنکھیں فریبِ نظر کا شکار ہو چکی ہیں۔۔۔ اس کی نظروں کے سامنے تپائی ٹوٹی پڑی تھی ار کھولا؟ ضرور کوئی شخص تہہ خانے میں گیا ہے اور یہ ساری حرکتیں اس کی ہیں۔ والٹر کا خون جو
پر گرا ہوا شیشے کا گلاس اور شراب کی بوتل بھی کرچیوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ والٹر نے تھوڑی دیر پہلے سر دبا ہوا تھا۔ ایکا ایکی اس تصور سے گرم ہونے لگا کہ کوئی چالاک شخص اُسے
اُٹھا اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ خدا کی پناہ!۔۔۔ وہ کیا چیز تھی!!۔۔۔ اس نے ذہن احمق بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ لپک کر تہہ خانے کے دروازے پر گیا اور سیڑھیاں اُترنے سے
زور دے کر یاد کرنا چاہا۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس کی جیسے حرکتِ قلب بند ہونے لگی پہلے اس نے زور سے کہا:

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔“ وہ ہسٹیریائی انداز میں چلایا۔ ”ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔۔۔ یہ ممکن

اُسے احساس ہوا کہ وہ گول گول متحرک شے دراصل رُتھ کا کٹا ہوا سر تھا جسے اس نے چورا چورا کرنے کے بجائے پلاسٹک کے لفافے میں ڈال کر فریزر میں پھینک دیا تھا۔ اس

آگے وہ کچھ اور نہ سوچ پایا۔ اس کے ذہن کی طنابیں ایک ایک کر کے ٹوٹ رہی تھیں جسم کا خون کھنچ کر جیسے سر پر جمع ہو گیا تھا۔

والٹر نے جو کچھ دیکھا تھا، اُسے جھٹلانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ کہ وہ تہہ خا[نے] میں جائے اور فریزر کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھے کہ رُتھ کا کٹا ہوا سر اُس میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر ڈیپ فریزر میں پایا گیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ والٹر محض فریبِ نظر کا شکار ہوا ہے۔۔۔ لیکن دوسر[ی] صورت میں یعنی رُتھ کا سر فریزر میں موجود نہ ہوا، تب۔۔۔ اس خیال ہی نے والٹر کے رونگٹے [کھڑے] کر دیے اور تہہ خانے میں جانا اس کے لیے دنیا کا دشوار ترین مرحلہ ہو گیا۔

خاصی دیر اُس کے دل و دماغ میں کشمکش برپا رہی تاہم وہ ہمت کر کے اُٹھا اور لرزتا ہوا باورچی خانے کی طرف چلا۔ باورچی خانے کا دروازہ ابھی تک کھلا تھا۔ اس نے خوفزدہ [نظروں] سے باورچی خانے میں جھانکا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید رُتھ کا کٹا ہوا سر وہیں چھپا ہوا ہو گا لیکن وہاں نہ تھا۔ اسے خاصا حوصلہ ملا۔۔۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کی ٹانگیں پھر کانپنے لگیں۔ باورچی خا[نے] سے تہہ خانے کی طرف جانے والے راستے پر تازہ تازہ خون کی ایک پتلی لمبی سی لکیر صاف نظ[ر] آ رہی تھی اور یہ اس حقیقت کی علامت تھی کہ کوئی خون آلود چیز اُس طرف لڑھکتی ہوئی ضرو[ر]

والٹر ابھی اس خونیں لکیر کو گھور ہی رہا تھا کہ تہہ خانے میں سے وہی آواز پھر اُبھری اس نے پہلی بار سنی تھی۔ والٹر نے گردن اٹھا کر دیکھا، تہہ خانے کا دروازہ کھلا تھا حالانکہ تہہ خا[نے] کی صفائی کرنے کے بعد اُوپر آتے ہوئے یہ دروازہ اس نے خود بند کیا تھا۔۔۔ یہ دروازہ کس

”کون ہے اندر؟“

کوئی جواب نہ آیا۔ والٹر کو پھر تشویش ہونے لگی۔ اس کا گلا خشک ہو رہا تھا اور آواز میں کپکپاہٹ اُسے خود محسوس ہو رہی تھی۔

”کون ہے اندر؟“ اس مرتبہ اس کی آواز بلند ہونے کے بجائے گھٹی گھٹی سی تھی۔ ”جو کوئی بھی اندر چھپا ہے، فوراً باہر آ جائے، ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔“

اس مرتبہ جواب میں اُس نے تہہ خانے کے اندر عجیب سی ہلچل کی آواز سنی۔ اگرچہ بے حد مدھم تھی، تاہم اُس کے کانوں تک پہنچ ہی گئی۔ یوں لگا جیسے کوئی شے آہستہ آہستہ۔۔۔ تہہ خانے کی سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی نیچے جا رہی ہو۔۔۔ والٹر نے دھڑکتے دل سے تہہ خانے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اور چند ثانیے بعد دوسری پر، پھر وہ تیسری سیڑھی اُترا اور اس کے بعد چوتھی۔۔۔ اُس پُراسرار شے کے حرکت کرنے کی مدھم مدھم آواز اب بھی اُسے صاف سنائی دیتی تھی۔

والٹر نے جونہی تہہ خانے کی آخری سیڑھی پر پاؤں رکھا، یہ آواز تھم گئی۔ تہہ خانے میں گھپ اندھیرا تھا۔ والٹر کو کچھ نظر نہ آیا۔ اُسے یاد آیا کہ واپسی میں وہ بلب بھی بجھا کر آیا تھا اُس نے اندھیرے میں کپکپاتی انگلیوں سے بلب کا بٹن تلاش کرنا چاہا، مگر ناکام رہا۔ وہ ایک قدم اور آگے بڑھا اور دیوار پر اندھوں کی طرح بٹن ٹٹولنے لگا۔ دفعتہً اس کی انگلیوں نے بٹن چھو لیا اور پھر تہہ خانے میں روشنی ہو گئی۔ روشنی ہونے سے والٹر کی جان میں جان آئی۔ البتہ خوف کی وہ کیفیت جو اُس پر ہر لمحہ حاوی ہو رہی تھی، اس میں کوئی کمی واقع نہ ہو سکی۔

دہشت زدہ نظروں سے اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ہر شے اپنی جگہ موجود تھی اور تہہ خانے میں قطعاً ایسے آثار نہ تھے کہ یہاں کوئی آیا ہے اُس

نے بڑی مشکل سے تہہ خانے میں قدم رکھا اور پھر اُس کے کانوں میں ٹین کے ڈبوں اور گتے
کے کھڑکھڑانے کی آواز آئی۔ ضرور کوئی شخص اُن کے پیچھے چھپا ہُوا ہے اور ایسا نہ ہو کہ وہ
دم اُس پر ہلّہ بول دے ۔ اس لیے والٹر کا دوسرا بڑھا ہُوا قدم واپس اپنی جگہ آ گیا۔

"مَیں آخری بار وارننگ دیتا ہوں کہ جو کوئی بھی تہہ خانے میں چُھپا ہُوا ہے ، باہر
والٹر نے آواز لگائی ، مگر اُسے اِس آواز پر خود ہی شرم آ گئی۔ یہ آواز اُس کی اپنی تو نہ تھی۔
ایسے شخص کی آواز تھی جو خوف سے تھر تھر کانپ رہا ہو۔ ۔ والٹر کی اس پکار کا کوئی جواب
البتہ ڈبوں کی کھڑکھڑاہٹ تھم گئی۔ والٹر نے چند لمحوں کیلیے اپنا پھُولا ہُوا سانس درست
کرنے میں لگائے اور پھر دوسرا قدم بڑھایا۔ تہہ خانے میں اب موت کی سی خاموشی طاری تھی
والٹر صرف اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز ہی سُن رہا تھا۔ اس نے تیسرا قدم بڑھانے سے پہلے
کچھ سننے کے لئے کان لگائے ، مگر وہاں فی الواقع کوئی ہلکی سی آواز بھی نہ تھی۔

معاً اُس کے زُود حس کانوں میں ایک ہلکی ۔ ۔ ۔ گونجدار ۔ ۔ سیٹی نما ۔ ۔ مسلسل آواز آئی
وہ چوکنا ہو گیا ۔ ۔ ۔ بے شک یہ آواز تہہ خانے سے اُبھر رہی تھی ۔ والٹر نے مشکوک نظروں سے
ہر چیز کا جائزہ لیا اور آخر میں اُس کی نگاہیں ڈیپ فریزر پر جا کر رُک گئیں۔

یہ پُراسرار آواز اُسی ڈیپ فریزر کی طرف سے آ رہی تھی۔

والٹر نے دوبارہ اطمینان کا سانس لیا ڈیپ فریزر کی موٹر چل رہی تھی اور یہ اُسی کی آواز
اُس نے تہہ خانے کے دُھلے ہوئے فرش کا جائزہ لیا۔ فرش خشک ہو چکا تھا اور اُس
پر کسی قسم کے داغ دھبّے کا نشان نہ تھا۔ تہہ خانے میں ڈیپ فریزر کی آواز مسلسل گونج رہی
تھی اور والٹر محسوس کر رہا تھا کہ یہ آواز لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی ہے حتیٰ کہ اُس نے دونوں
ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ یہ آواز والٹر کی کھوپڑی میں جیسے سوراخ کیے دے رہی تھی۔ اس
کی نگاہیں اب ڈیپ فریزر پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کا ڈھکنا آہستہ آہستہ ۔ ۔ ۔ آپ ہی آپ
اُوپر اُٹھ رہا تھا۔

والٹر کے بدن کا خون جیسے نچڑ گیا تھا۔ اُسے ہر لحظہ اپنا دل ڈوبتا ہُوا محسوس ہو رہا تھا
اُس کی نظریں ڈیپ فریزر پر جمی تھیں اور ڈیپ فریزر کا ڈھکنا خود بخود اُٹھتے ہوئے اُس نے دیکھا

تھا ۔ بے شک یہ فریبِ نظر ہرگز نہیں تھا۔ تہہ خانے میں سیٹی کی طرح گونجنے والی آواز اب والٹر
کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا تھا ۔
لیکن کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ اس کا چہرہ پسینے میں بھیگ چکا تھا۔ دل اس طرح
دھک دھک کر رہا تھا جیسے ابھی اُچھل کر سینے سے باہر آن پڑے گا۔ پھر اس کا جسم خشک پتے
کی مانند تھر تھر کانپنے لگا۔ اُس نے مڑ کر تہہ خانے سے بھاگنا چاہا۔ مگر تہہ خانے کے فرش نے اُس
کے پاؤں جکڑ لیے تھے۔ کوئی انجانی، ان دیکھی قوت اُس کو آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی تہہ خانے
میں اُٹھنے والی آواز اب ایک ہولناک ۔ ۔ مسلسل ۔ ۔ ۔ چیخ میں بدل گئی۔ اس آواز نے والٹر کے
سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت ختم کر ڈالی تھی۔ یہ آواز ہر صورت میں رُکنی چاہیئے۔ اپنے بدن کی رہی
سہی قوت جمع کر کے اس نے ڈیپ فریزر کی طرف قدم بڑھا دیا۔ آواز یقیناً اُسی کے اندر سے
آ رہی تھی اور اُسے ختم کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ ڈیپ فریزر کا کنکشن منقطع کر دیا جائے اور پھر
اُس نے دوبارہ دیکھا کہ ڈیپ فریزر کا ڈھکنا تھر تھرا کر اُوپر اُٹھ رہا ہے ۔ ۔ ۔ لیکن یہ کیسے ممکن
تھا؟ اُسے خوب یاد تھا ، کہ رُوتھ کی لاش کے ٹکڑے پلاسٹک کے لفافوں میں بند کر کے اُس
نے فریزر میں ڈالے تھے اور بعد ازاں فریزر کا ڈھکنا بند کر کے اُسے لاک کر دیا تھا۔ ۔ پھر ۔ ۔
یہ ڈھکنا آپ ہی آپ کیسے کھُل گیا۔ والٹر کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ اُس نے
گردن کو زور دار جھٹکا دیا اور یہ طے کر کے خود کو تسلّی دینا چاہی کہ شاید وہ اسے لاک کرنا بھول
گیا ہو گا ۔ ۔ ۔ اور فریزر کی اندرونی ہوا کے دباؤ سے اس کا ڈھکنا کھُل گیا ہے ۔ ۔ ۔

اپنے اس تصور سے اُسے کچھ اطمینان ہُوا ۔ ۔ مزید تین چار قدم بڑھا کر وہ فریزر کے نزدیک
پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اُسے واقعی خوف آمیز تعجب ہُوا کہ فریزر کا ڈھکنا تھوڑا سا کھُلا ہُوا ہے
اور یہ بھیانک آواز جس نے اُس کے اعصاب ریزہ ریزہ کر دیے تھے ، اُسی کے اندر سے اُٹھ رہی
تھی کسی نامعلوم اور انتہائی شدید جذبے سے مغلوب ہو کر والٹر نے اُٹھتے ہوئے ڈھکنے میں سے
فریزر کے اندر جھانکا۔ پہلی نظر میں اُسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ اس نے ہاتھ آگے کر کے فریزر کا ڈھکنا
قدرے اور اُوپر اُٹھایا اور گردن جھکا کر اس کے اندر غور سے دیکھا۔ یکایک اس کے حلق سے
ایک دلدوز چیخ نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ فریزر کے اندر سے ایک انسانی ہاتھ نے

والٹر کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ والٹر بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ اُس نے کھُلی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک انسانی ہاتھ۔۔۔ اُس کی بیوی رُتھ کا ہاتھ۔۔۔ حرکت کرتا ہُوا فریزر سے باہر آرہا تھا۔ والٹر نے پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے فریزر کا ڈھکنا بند کرنا چاہا۔ لیکن بجلی کی طرح تڑپ کر اس ہاتھ نے والٹر کی گردن دبوچ لی پنجے کی انگلیوں کے لمبے لمبے تراشیدہ، نوکیلے ناخن والٹر کی گردن میں سوئیوں کی طرح گھُستے جا رہے تھے اور اس کی گردن سے خون کی پتلی پتلی دھاریں فوّاروں کی طرح اُچھل رہی تھیں۔ والٹر مجنونانہ جدوجہد کر کے خود کو اس پنجے سے چھڑانے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ مگر پنجے کی گرفت لمحہ بہ لمحہ مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ والٹر نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر اُبل رہی ہیں، اور سانس رُک گیا ہے اور اس کا سینہ حبسِ دم سے بس شق ہونے ہی والا ہے چند ثانیے قبل اُس کے حلق سے جو گھُٹی گھُٹی چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ اب مدھم غرّاہٹوں میں بدل چکی تھیں اور اس کی تمام قوتِ مدافعت دم توڑ رہی تھی۔ اُس نے خود کو اس پُراسرار خونیں پنجے کی گرفت سے آزاد کرانے کی آخری کوشش کی، مگر یہ کوشش بھی ناکام رہی۔ والٹر کو یوں لگا جیسے اُس کی شہ رگ کٹ گئی ہے اپنے ہی بدن سے نکلے ہوئے گرم گرم خون کے چھینٹے اُس کے منہ پر پڑ رہے تھے۔ اُس نے منہ کھول کر آخری سانس لینا چاہا۔ لیکن یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ رُتھ کا پنجہ آہستہ آہستہ اُسے فریزر کے اندر کھینچ رہا تھا۔ فریزر کا ڈھکنا آپ ہی آپ پورا کھل گیا اور والٹر ایک تنکے کی طرح کھنچتا ہُوا فریزر کے اندر سما رہا تھا پہلے اس کا سر فریزر میں گیا، پھر سینہ، اس کے بعد نچلا دھڑ اور آخر میں دونوں ٹانگیں جو بُری طرح تھرتھرا رہی تھیں۔ والٹر کو مرنے سے پہلے جو بات یاد آئی، وہ یہ تھی کہ جس ہاتھ نے اُسے پکڑ کر فریزر میں گھسیٹا تھا، اس ہاتھ کی کلائی میں سنہری کنگن پڑا تھا جس کی شکل ایک سانپ کی سی تھی۔

"میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ حیرت خیز کہانی نہیں سُنی۔" ڈاکٹر فاسٹر نے مسکراتے ہوئے بُونی سے کہا۔ اگرچہ وہ مسکرا رہا تھا لیکن اپنے دل میں فاسٹر کو بخوبی احساس تھا کہ اس کی یہ مسکراہٹ محض ظاہرداری ہے۔ وہ بُونی پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے اس ہولناک داستان سے ذرا ڈر نہیں لگا۔ یہ اور بات کہ اس دوران میں شدید سردی کے باوجود ڈاکٹر فاسٹر کی پیٹھ پسینے

میں بھیگ چکی تھی ــــ اُس کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ڈیپ فریزر کے اندر والٹر نہیں گیا، بلکہ وہ خود اس حادثے سے دوچار ہوا ہے۔ بُونی اُسے نفرت آمیز نگاہوں سے گھور رہی تھی اسے فاسٹر کا یہ جملہ پسند نہیں آیا تھا، تاہم وہ چپ رہی۔ تھوڑی بعد فاسٹر نے کہا :

"اب میں کہہ سکتا ہوں کہ پولیس نے تمہاری کہانی پر یقین کیوں نہیں کیا ہوگا۔ پولیس والے سائنٹیفک لوگ ہوتے ہیں۔۔۔ وہ مافوق الفطرت واقعات پر یقین نہیں رکھتے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایک کٹا ہُوا زنانہ ہاتھ۔۔۔ والٹر جیسے قوی ہیکل مرد کو گھسیٹ کر ڈیپ فریزر میں کیسے لے جا سکتا ہے۔۔۔"

بونی نے یہ تبصرہ جیسے سُنا ہی نہیں۔ وہ مسلسل اپنے سامنے دیوار پر کوئی غیر مرئی چیز دیکھ رہی تھی۔

"بہرحال میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے یہ تمام واقعات مجھے تفصیل سے بتائے۔" فاسٹر بولتا رہا۔۔۔ "میرا خیال ہے پولیس والے بھی اپنی جگہ سچے ہیں۔ اگر انہوں نے ان محیّر العقول واقعات پر یقین نہیں کیا، تو اس میں ان بے چاروں کا کوئی قصور نہیں۔ وہ کہتے ہوں گے کہ ایسا ممکن ہی نہیں۔۔۔ تاہم میں تمہیں جھٹلانا نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ میں ایک نفسیاتی معالج ہوں اور جانتا ہوں کہ بعض لوگ واقعات کو ایک خاص نظر سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ضروری نہیں جو واقعہ یا حادثہ جس شکل میں رونما ہُوا ہو۔ اُسے اسی طرح بیان کر دیا جائے۔ ہر واقعے کا ایک پس منظر ہوتا ہے اور جو افراد اس سے متعلق ہوتے ہیں ان کی ایک خاص ذہنی کیفیت ہوتی ہے جس کے زیرِ اثر وہ اُسے اپنی نگاہ سے دیکھتے اور اپنے ذہن سے سوچتے ہیں۔ یہ نہایت مشکل اور کٹھن معاملہ ہے۔ ظاہر ہے اسے پولیس والے نہیں جان سکتے۔۔۔"

بُونی اب بھی خاموش رہی۔ اُس کے اس رویے سے ڈاکٹر کو یہ اندازہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئی کہ وہ اس کی باتیں سُن ہی نہیں رہی ــ فاسٹر نے مضطرب ہو کر شانے اچکائے اور اپنے عقب میں کھڑے رینالڈس کو بے بسی سے دیکھا۔ رینالڈس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھر رہی تھی اس نے کہا :

"ڈاکٹر فاسٹر، ابھی آپ نے مکمل کہانی نہیں سُنی۔۔۔ بہتر یہ ہے کہ بُونی کو اپنی کہانی پایۂ تکمیل تک پہنچا لینے دیجیے۔"

فاسٹر کے چہرے پر پشیمانی کی علامات نمودار ہوئیں۔ اس نے کھسیانے لہجے میں کہا: "ابھی کہانی کا کچھ حصّہ باقی ہے؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ..." اس نے جملہ نامکمل چھوڑ کر بونی کی طرف دیکھا اور قدرے گردن آگے بڑھا کر معذرت خواہانہ آواز میں کہنے لگا: "معاف کرنا... میں نے سہواً تمہیں درمیان میں ٹوک دیا... مہربانی کر کے آگے بیان کرو کیا ہوا؟ میں ہمہ تن گوش ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اختتام تک نہیں بولوں گا۔"

بونی نے جیسے فاسٹر کی بات سُنی ہی نہیں۔ پتھر کے بے جان بُت کی طرح وہ بے حس و حرکت بیٹھی دیوار کو تکتی رہی۔ فاسٹر نہایت صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ دو تین منٹ انتظار کرنے کے بعد بھی جب بونی نے فاسٹر کی طرف توجّہ نہ دی تو وہ کہنے لگا: "سنو لڑکی، اگر تم خاموش ہی رہنا چاہتی ہو تو میں تمہیں بولنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ تم نے ابتدا میں مجھے یقین دلایا تھا کہ اس کہانی کی صداقت کا "ثبوت" بھی تمہارے پاس موجود ہے۔ تم یہ ثبوت دے سکو تو اچھی بات ہے پھر میں تمہیں یہاں سے نکال کر باہر لے جانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ میں پولیس کو بتا سکوں گا کہ تمہاری کہانی سچی ہے...۔"

بونی کے بے حس و حرکت بدن میں جان پڑ گئی۔ اُس نے اپنی پلکیں جلدی جلدی جھپکیں، گہری آہ بھری اور بولی:

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ تم مجھے یہاں سے نکال کر کہیں لے جاؤ؟ مجھے اس بات کی بھی پروا نہیں کہ پولیس والے کیا سوچتے ہیں اور ڈاکٹروں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے۔ میرے نزدیک یہ سب لوگ ایک جیسے ہیں... میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھے جھوٹا نہ سمجھو۔ تم مجھے اچھے آدمی نظر آتے ہو۔"

بونی نے اپنی کار مکان کے پچھلے حصّے کی طرف کھڑی کی۔ سامنے ہی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ یہ دروازہ والٹر کے مکان کے عقبی حصے میں بنا ہُوا تھا۔ بونی نے کار کی بڑی بتیاں بجھا دیں اور انجن بند کر دیا۔ وہ فوراً ہی کار سے نیچے نہیں اتری، بلکہ محتاط نظروں سے گرد و پیش کا جائزہ لیتی رہی۔ وہاں کوئی ذی روح نہ تھا۔ اس نے آہستہ سے کار کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ ایک بار پھر اُس نے ادھر ادھر دیکھا اور مطمئن ہو کر دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ مقفّل نہیں تھا۔ اس نے انگلی کی نوک

سے دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر کھل گیا۔ بونی نے دروازے میں قدم رکھا، اور آہستہ سے مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس نے خود کو ایک پتلی سی تاریک راہداری میں پایا۔ وہاں رُک کر اُس نے مکان کے اندر کوئی آواز، کوئی آہٹ سُننے کی کوشش کی۔ مگر بے سود۔ مکان کے اندر سناٹا تھا۔ دو تین قدم آگے بڑھ کر اس نے مدھم آواز میں والٹر کو نام لے کر پکارا۔ کوئی جواب نہ آیا... بونی نے چند لمحے توقّف کے بعد ذرا زور سے آواز دی "والٹر، والٹر... کہاں ہو تم؟" اسے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملا۔ راہداری طے کر کے وہ باورچی خانے میں داخل ہوئی۔ باورچی خانے کا دروازہ بھی چوپٹ کھلا تھا۔ اس نے بڑھ کر باورچی خانے میں جھانکا۔ وہاں کوئی نہ تھا... لحظہ بہ لحظہ اس کی حیرت اور تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک مرتبہ پھر اس نے والٹر کو آواز دی۔ مگر اُس کی جانب سے کوئی جواب نہ ملا۔ بونی کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ وہ وہیں رُک کر سوچنے لگی کہ والٹر کہاں گیا، کیا وہ مکان میں موجود نہیں ہے؟ ہو سکتا ہے وہ رُتھ کی لاش کسی نامعلوم سبب سے ٹھکانے لگانے کہیں گیا ہو۔ ممکن ہے اُس نے اس مقصد کے لیے ڈیپ فریزر کو استعمال کرنا مناسب نہ جانا ہو... مگر اُسے بہرحال بونی کی آمد تک تو مکان کے اندر موجود رہنا چاہیے تھا۔ اُن کے مابین یہی فیصلہ ہُوا تھا... پھر والٹر کہاں غارت ہو گیا...؟ بونی کو اب اُس پر غصّہ آنے لگا۔

دفعتہً اُس کی نگاہ تہہ خانے کو جانے والی سیڑھیوں پر پڑی۔ ہلکی سی مسکراہٹ آپ ہی آپ اُس کے لبوں پر آ گئی۔ اُس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ والٹر یقیناً تہہ خانے میں ہوگا... اس لیے بونی کی آواز اُس کے کانوں تک نہیں پہنچ پائی۔ بونی نے تہہ خانے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا... مگر فوراً ہی قدم پیچھے ہٹا لیا۔ نہ جانے کیوں اُسے تہہ خانے میں جاتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اُس نے دل میں کہا اگر والٹر نے رُتھ کو ٹھکانے لگا کر لاش ڈیپ فریزر میں بند کر دی ہے، تو اب وہ تہہ خانے میں نہیں ہوگا۔ وہ مکان ہی میں کہیں ہے۔ دوبارہ باورچی خانے کی طرف آتے ہوئے اُس نے پھر آواز دی: "والٹر... والٹر..."

والٹر نے کوئی جواب نہیں دیا... کاش بونی کو اندازہ ہوتا کہ والٹر اس وقت جواب دینے کی پوزیشن ہی میں نہ تھا۔

بونی غصّے سے بھنّاتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ اُسے یقین تھا کہ والٹر وہیں شراب کے

نشے میں دُھت، بے سُدھ پڑا خرّاٹے لے رہا ہوگا۔ لیکن یہ دیکھ کر اُس کے تعجّب کی انتہا نہ رہی جب اُس نے ڈرائنگ روم بالکل خالی پایا۔ والٹر وہاں بھی نہ تھا۔ یکایک بُونی کی نگاہ ڈرائنگ روم کے فرش پر پڑی۔ لکڑی کی ایک ٹوٹی ہوئی تپائی مشروبات کی الماری کے قریب پڑی تھی اور قالین پر شیشے کے گلاس اور مشروب کی بوتل کی کرچیاں بکھری ہوئی تھیں۔ بُونی چند لمحے آنکھیں پھاڑے اُن کرچیوں کو تکتی رہی۔ پھر اُس نے بڑھ کر کمرے کا گہری نظروں سے جائزہ لیا۔ ضرور یہاں دھینگا مشتی ہوئی ہے... پھر اُس نے جُھک کر قالین پر انگلی جمائی۔ بوتل سے گرے ہوئے مشروب کا گیلا داغ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ بونی کی اُنگلی جب مشروب کی نمی سے تر ہوئی تو اس نے اپنی اُنگلی سونگھی... اُسے یقین ہوگیا کہ والٹر یہاں بیٹھ کر برانڈی پیتا رہا ہے۔ لیکن وہ کدھر گیا؟ اور یہ تپائی کس نے توڑی؟ ممکن ہے رُتھ کے ساتھ ہاتھا پائی ہوئی ہو...

ابھی وہ وہیں کھڑی ان پُراسرار حالات پر غور کرنے اور انھیں سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے کانوں میں باورچی خانے کی طرف سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی ہلکی سی چیز نیچے گری ہو... بُونی چونک کر اُدھر دیکھنے لگی۔ اُسے احساس ہوا کہ اب تک والٹر تہہ خانے ہی میں تھا اور اب وہ یقیناً باورچی خانے میں آیا ہے۔ بُونی ڈرائنگ روم سے نکل کر باورچی خانے کی جانب چلی اور وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس نے والٹر کو آواز دے کر بتانا چاہا کہ وہ آچکی ہے۔

لیکن باورچی خانہ تو پہلے کی طرح خالی پڑا تھا۔ والٹر وہاں نہیں تھا... بُونی پریشان ہو کر باورچی خانے کے کونوں کھدروں میں یوں جھانکنے لگی جیسے والٹر کو نہیں، کسی چوہے کو ڈھونڈ رہی ہو۔ اُسے یاد آیا کہ جو آواز اس نے چند لمحے پہلے سُنی تھی، اُس میں کوئی دھوکا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ والٹر ضرور تہہ خانے ہی میں ہے۔ بونی نے ایک بار پھر تہہ خانے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کا رخ کیا۔ سیڑھیوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ تہہ خانے کے دروازے کے اوپر ننّھا سا بلب جل رہا تھا۔ دفعتہً اُس نے تہہ خانے کے اندر سے دوبارہ پھر ویسی ہی آواز سُنی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی شخص تہہ خانے کے اندر موجود ہے اور چیزیں ادھر سے اُدھر رکھ رہا ہے۔ ان آوازوں میں گتّے کے ڈبّوں کو سرکاتے جانے کی آواز نمایاں تھی۔

"والٹر... کہاں ہو تم؟ میں آوازیں دیتے دیتے تھک گئی اور تم جواب ہی نہیں دیتے،" بُونی

نے تہہ خانے کے دروازے پر کھڑے کھڑے زور سے کہا۔

کوئی جواب نہ ملا۔ بونی نے چند سیکنڈ انتظار کیا۔ ایک بار پھر تہہ خانے میں سے کاغذوں کے ہٹائے جانے کی آواز آئی۔

"والٹر...!" بونی بے صبری سے چلائی۔ "یہ کیا بے ہودہ مذاق ہے... اگر تم تہہ خانے میں ہو، تو بولتے کیوں نہیں؟"

بُونی کی چیختی ہوئی آواز تہہ خانے میں گونجی اور ختم ہوگئی۔ والٹر نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ بونی کو اس کے اس رویّے پر غصّے کے ساتھ ساتھ حیرت بھی تھی۔ ایسے نازک موقع پر ایسا بھیانک مذاق؟ اُسے والٹر سے یہ اُمید ہرگز نہ تھی۔ بلاشبہ والٹر کی عادت مذاق کرنے کی تھی۔ لیکن ایسا بھی کیا مذاق جس سے دوسرا ہلکان ہو جائے۔

ابھی بونی نے تہہ خانے کا دروازہ عبور کر کے اندر قدم نہیں رکھّا تھا کہ اس کے کانوں میں ایک نرالی آواز آئی... ہلکی سی گونج... مسلسل آواز... سیٹی کی طرح... ایک ہی انداز میں... رفتہ رفتہ یہ آواز بلند ہوتی جا رہی تھی... بونی کو مزید حیرت ہوئی... شاید اس آواز کی وجہ سے والٹر اس کی پکار نہیں سُن پایا... ضرور یہی بات ہے... بونی نے تہہ خانے کا دروازہ جلدی سے کھول دیا۔ تہہ خانے کے اندر سے انسانی خون کی سی بساند اُس کے نتھنوں میں گھس گئی... وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ پہلی نظر میں اُسے تہہ خانے کے اندر کچھ دکھائی نہ دیا۔ تہہ خانے میں اندھیرا تھا اور اگرچہ باہر سیڑھیوں میں بلب روشن تھا، تاہم اس کی روشنی تہہ خانے کے چاروں گوشوں تک برابر نہیں پہنچ رہی تھی۔ آپ ہی آپ کسی ان جانے جذبے کے تحت اس پر خوف کی کیفیت طاری ہونے لگی۔

اس نے اس خوف سے نجات پانے کے لیے پھر زور سے والٹر کو آواز دی۔

"والٹر... دیکھو میں آگئی ہوں... اب یہ مذاق ختم کرو... میں سمجھتی ہوں تم کسی ڈبے کے پیچھے چھپے ہوئے ہو؟"

جس وقت یہ جملہ بونی کے منہ سے نکلا، اُسی وقت تہہ خانے کے پرلے گوشے سے کسی کاغذ کے پھڑپھڑانے اور سرسرانے کی سی آواز آئی۔ بُونی کچھ اور آگے بڑھی۔ اُسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ والٹر تہہ خانے میں چھپا ہوا ہے اور دانستہ اُسے پریشان کر رہا ہے۔ لیکن بُونی کو یہ مذاق قطعی پسند

نہیں آیا تھا۔

تہہ خانے کے درمیان پہنچ کر وہ غیر شعوری طور پر رُک گئی۔ وہ پُر اسرار گونجدار آواز اتنی تیز ہو گئی تھی کہ یُونی نے دونوں کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں۔ اُسے احساس ہُوا کہ یہ آواز ڈیپ فریزر کی مشین میں سے اُٹھ رہی ہے اور ضرور اس میں کوئی خرابی پیدا ہو چکی ہے، مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ والٹر اس عالم میں بھی مذاق پر تلا ہُوا تھا۔ کیا اس کے کانوں تک یہ بھیانک آواز نہیں پہنچ رہی تھی؟ یونی کو ہمیشہ والٹر کی انہی حرکتوں پر طیش آیا کرتا تھا۔ یہ مانا کہ وہ بیحد جی دار اور نڈر شخص ہے لیکن جی داری کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ وہ ایک عورت ... اپنی محبوبہ ... کو یوں پریشان کرے۔

"والٹر... اگر تم نے میری بات کا جواب نہ دیا، تو میں واپس چلی جاؤں گی۔" یُونی نے بلند آواز میں اُسے وارننگ دی۔ "ہمارے پاس وقت بالکل نہیں ہے ... ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ پہلے ہی خاصا وقت ضائع ہو چکا ہے ... مجھے پتہ چل چکا ہے کہ تم یہیں کہیں چھپے ہوئے ہو۔ چلو، اب سامنے آجاؤ ... دیکھو، ڈیپ فریزر میں سے کیسی آواز پیدا ہو رہی ہے۔ مہربانی کر کے اسکا کنکشن کاٹ دو ... یہ آواز میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے ... تم سُن رہے ہونا والٹر ...!"

یُونی کی اس لمبی تقریر کا بھی والٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ معاً یونی کو ایک عجیب احساس ہُوا کہ شاید والٹر تہہ خانے میں نہیں ہے ... ممکن ہے وہ کسی فوری ضرورت کے پیشِ نظر مکان سے باہر چلا گیا ہو ... اور ... اور ... والٹر کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی اجنبی ... کوئی چور اُچکا ... مکان میں گھس آیا ہو ... یہ خیال آتے ہی یونی کے بدن پر کپکپی سی طاری ہو گئی ... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ چور کے پاس کوئی خطرناک ہتھیار ہو اور وہ اچانک حملہ کر دے ... یونی نے واپس اوپر جانا ہی بہتر سمجھا ... وہ اُلٹے قدموں تہہ خانے سے نکلنے لگی ... یکایک کچھ فاصلے پر ... تہہ خانے کے ایک تاریک گوشے میں پھر کھڑبڑ کی سی آواز اُبھری ... یقیناً وہاں کوئی چھپا ہُوا تھا۔ دہشت سے یُونی کی گھگھی بندھ گئی۔ اُس کے پاؤں من من بھر وزنی ہو گئے ... بلکہ اسے ایسا لگا جیسے ٹانگوں میں جان ہی نہیں رہی اور وہ مزید ایک انچ بھی حرکت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

یُونی نے تہہ خانے کے اُس گوشے کی طرف نظریں جما کر یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ گتے کے اَن گنت ڈبوں اور ردّی اخباروں کے اونچے سے ڈھیر کے پیچھے کون ہے، لیکن اس کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ تہہ خانے میں کسی پُر اسرار طریق پر تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ دفعتہً اُس کی نگاہیں تہہ خانے کے فرش پر پڑی ہوئی ایک چمک دار چیز سے ٹکرائیں۔ پھر اُس نے دیکھا کہ ایک کے بجائے یہ دو چیزیں ہیں ... انہیں دیکھ کر یُونی کا کلیجہ اچھل کر حلق میں آگیا اور دل کی حرکت جیسے بند ہونے لگی۔ ان میں سے ایک چیز لمبی، تیز دھار والی چمکیلی چھُری تھی اور دوسرا وزنی، لوہے کا بنا ہُوا اور انتہائی تیز دھار والا چاپڑ ... برق سرعت سے یونی کے ذہن میں ان دونوں چیزوں کی تہہ خانے میں موجودگی کا راز آگیا۔

اسے خیال آیا کہ والٹر نے انہی دونوں چیزوں کے ذریعے رُتھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈیپ فریزر میں بند کیا ہو گا۔ وہ چند ثانیے اپنی جگہ دم بخود، حواس باختہ کھڑی کانپتی رہی۔ پھر اس کی نظریں غیر شعوری طور پر ڈیپ فریزر کا جائزہ لینے لگیں۔ ڈیپ فریزر اُس سے کوئی بارہ فٹ کے فاصلے پر تہہ خانے کی مغربی اور شمالی دیوار سے ملحقہ گوشے میں پڑا تھا اور تاریکی میں اس کا سفید روغن بھی چمکتا نظر آتا تھا۔ یونی نے دیکھا کہ فریزر کا ڈھکنا کسی قدر کھلا ہُوا ہے۔ اُسے والٹر کی بے پروائی اور حماقت پر سخت تاؤ آنے لگا ... یہ کیا احمق آدمی ہے ... چھُری اور چاپڑ یہیں چھوڑ گیا ... اور فریزر کا ڈھکنا بھی اچھی طرح بند نہیں کیا ... چند لمحے پہلے یونی پر خوف اور دہشت کی جو لہر گزری تھی۔ وہ اب شدید ترین غصّے اور نفرت میں بدل رہی تھی۔ اُس نے بڑھ کر بھاری چاپڑ اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا۔ والٹر سے تو وہ بعد میں نمٹے گی۔ پہلے اس چور سے دو دو ہاتھ کر لیے جائیں جو تہہ خانے میں چھپا ہُوا ہے۔ اور یونی کو یقین ہو چلا تھا کہ کوئی اور ذی روح بھی اس کے سوا، تہہ خانے میں موجود ہے۔

لیکن جو شے یونی کے نازک اعصاب پارہ پارہ کیے ڈالتی تھی، وہ تہہ خانے میں گونجنے والی آواز تھی۔ یہ آواز ہر قیمت پر بند ہونی چاہیئے ... یہاں پھر اُسے والٹر پر طیش آیا کہ فریزر خریدتے وقت اُس نے اس کا معائنہ اچھی طرح نہیں کیا اور کمپنی نے ناقص فریزر اس کے حوالے کر دیا۔ جس کے چلنے کا شور ناقابلِ برداشت ہے۔ تہہ خانے میں تاریکی کچھ اور بڑھ گئی۔ یونی کے دل میں شدت سے اس خواہش نے سر اٹھایا کہ تہہ خانے سے باہر جانے سے پہلے وہ ڈیپ فریزر میں جھانک کر دیکھے کہ والٹر کی بیوی کس عالم میں ہے ... اگر فریزر واقعی صحیح کام کر رہا ہے، تو

اب تک اُس کے لوتھڑے جم کر برف ہو گئے ہوں گے۔

اُس نے آہستہ سے فریزر کی طرف قدم بڑھایا... چاپڑ اس کے ہاتھ میں تھا... تہہ خانے کے اُسی گوشے میں پھر کھڑبڑ سی ہوئی تھی... اس کا اُٹھا ہوا دوسرا پاؤں اس آواز کے ساتھ رُک گیا۔ "والٹر... کیا تم فریزر کے پیچھے چھپے ہوئے ہو؟" غیر اختیاری طور پر بونی کے منہ سے نہایت نحیف آواز میں نکل گیا۔ حالانکہ اُسے خوب اندازہ تھا کہ والٹر تہہ خانے میں نہیں ہے۔ وہاں ہوتا تو اب تک ضرور بول پڑتا... عین اُسی لمحے تہہ خانے میں ایک زوردار دھماکہ ہوا... بونی مارے خوف کے اُچھل پڑی اور اُس کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اُس نے دیکھا کہ فریزر کا اٹھا ہوا بھاری ڈھکنا آپ ہی آپ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا تھا۔ ایک ثانیے کے اندر اندر بونی کو یہ احساس بھی ہوا کہ فریزر کا ڈھکنا اس طرح بند ہوا تھا جیسے کسی نادیدہ طاقت نے اُسے بند کیا ہو... بونی نے ہمت سے کام لے کر فریزر کی طرف رُکا ہوا دوسرا قدم بھی بڑھا دیا۔ کوئی اَن جانی... اَن دیکھی قوت اُسے فریزر کی طرف دھکیل رہی تھی۔ بونی نے دائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا چاپڑ فضا میں یوں اُٹھایا جیسے وہ وقت ضائع کیے بغیر نادیدہ حملہ آور پر دے مارے گی۔ مگر وہاں اُسے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اب وہ فریزر سے صرف پانچ چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ اس کی نگاہیں فریزر کے بند ہونے والے سفید، چمک دار پالش کیے ہوئے بڑے سے ڈھکنے پر جمی تھیں... معاً اُس کی کنپٹیوں میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا... وہ پتھر کے مجسمے کی مانند بے حس و حرکت ہو گئی۔ فریزر کا ڈھکنا آپ ہی آپ آہستہ آہستہ دوبارہ کھل رہا تھا... اس میں کسی فریبِ نظر یا غلط فہمی کی گنجائش ہی نہ تھی۔ وہ اپنی دونوں آنکھوں سے فریزر کے اس ڈھکنے کو کھلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اُسے ایک لمحے کے لیے یوں لگا جیسے فریزر کا ڈھکنا بونی کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کر رہا ہو۔

ڈیپ فریزر کے بالکل قریب پہنچ کر بونی نے اس کے اندرونی حصے میں جھانکا اور اُسے چکر سا آیا... اُس نے ایک ناقابلِ فراموش منظر دیکھا تھا... وہ غش کھا کر گرنے ہی والی تھی کہ کسی اَن دیکھی طاقت نے اسے سہارا دیا۔ وہ پھٹی پھٹی اور پتھرائی پتھرائی آنکھوں سے فریزر کے اندر پڑی چیز کو تک رہی تھی۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیکن حقیقت کو جھ

بھی اُس کے اختیار میں نہ تھا۔

والٹر فریزر کے اندر موجود تھا۔ اس کی کچلی ہوئی لاش ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ بونی نے ایک نظر ہی میں دیکھ لیا تھا کہ والٹر کی ہڈیاں، پسلیاں اور بدن کا تمام گوشت مسل کر رکھ دیا گیا ہے۔ وہ اپنی جسامت سے کہیں چھوٹا اور مختصر نظر آتا تھا۔ سب سے بھیانک اس کا چہرہ تھا۔ بُری طرح نچا ہوا... والٹر کے چہرے پر ناخنوں کے گہرے نشان تھے ان نشانوں پر خون جما ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں... خدا کی پناہ... اس کی آنکھیں حلقوں سے نکل آئی تھیں۔ بونی نے یہ بھی دیکھا کہ والٹر کی گردن پر انگلیوں کے نمایاں نشان بھی موجود ہیں اُس کی شہ رگ کٹی ہوئی تھی اور جمے ہوئے خون کے بڑے بڑے لوتھڑے گردن سے لے کر سینے تک پھیلے ہوئے تھے۔

"والٹر..." بونی کے حلق سے انتہائی کرب ناک چیخ برآمد ہوئی۔ اس کے سارے بدن پر لرزہ طاری تھا۔ چاپڑ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ یکایک اُس کے عقب میں ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے کوئی جاندار شے حرکت کر رہی ہو... بونی نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ مگر اُسی لمحے فریزر کا کھلا ہوا ڈھکنا دھماکے سے خود بخود بند ہو گیا۔ بونی کو یوں لگا جیسے کسی نے اُس کے سر پر ہتھوڑا دے مارا ہو... اور پھر... تہہ خانے میں بونی کی ہولناک چیخیں گونجنے لگیں، لیکن یہ چیخیں سننے والا وہاں بونی کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس نے اس مرتبہ دیکھا کہ تہہ خانے میں اترنے والی سیڑھیوں میں سے آخری زینے کے پاس ایک گول گول چیز حرکت کر رہی ہے۔ یہ چیز جسامت میں ایک انسانی کھوپڑی کے برابر تھی اور باریک پولیتھین میں لپٹی ہوئی تھی۔ آخری زینے کے قریب وہ ادھر اُدھر فرش پر آہستہ آہستہ حرکت کرتی رہی، پھر بونی کی طرف بڑھنے لگی۔ بونی نے تہہ خانے سے بھاگنے کے لیے سیڑھیوں کا رُخ کیا، لیکن پُراسرار گول گول شے ہر بار اس کا راستہ روک لیتی۔ بونی ہسٹریائی انداز میں مسلسل چیخ رہی تھی۔ اتنے میں تہہ خانے کے ایک اور تاریک گوشے سے کسی شے کے حرکت کرنے کی نمایاں آواز اس کے کانوں تک آئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ باریک پلاسٹک میں لپٹی ہوئی ایک اور چیز حرکت کرتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی، لیکن یہ چیز گول ہونے کے بجائے لمبوتری سی تھی... بونی نے دیکھا کہ

یہ ایک کٹا ہُوا پاؤں ہے۔ پاؤں کی پانچوں انگلیاں پلاسٹک کے لفافے سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ یہ کٹا ہُوا پاؤں آہستہ آہستہ تہہ خانے کے فرش پر آپ ہی آپ چلتا ہوا اس کے قریب آرہا تھا۔

بے اختیار چیخیں مارتی ہوئی بُونی اُس پاؤں سے بچنے کے لیے ایک جانب ہٹی، مگر دوسرے ہی لمحے وہاں بھی گتّے کے ایک ڈبے کے پیچھے سے پلاسٹک میں لپٹی ہوئی ایک شے نمودار ہوئی۔ یہ ایک کٹا ہُوا لمبا... سفید... زنانہ بازو تھا۔ ہاتھ سے خون ابھی تک ٹپک رہا تھا اور پنجے کی دو انگلیاں غائب تھیں۔ یہ ہاتھ دفعتہً سانپ کی طرح اچھل کر بُونی کو پکڑنے کے لیے فضا میں بلند ہُوا۔ اُس کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ اُس نے کٹے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کا لمس اپنے چہرے پر محسوس کیا۔ انگلیوں کے نوکیلے لمبے ناخن اس کا ایک رخسار چھیل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ خون کی پتلی سی دھار بونی کے رخسار سے بہہ نکلی اور وہ ہولناک چیخ مارتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ لیکن کٹے ہوئے ہاتھ نے اُس کا راستہ روکا اور کٹے ہوئے پاؤں نے اس کا تعاقب کیا۔ بونی لڑکھڑا کر دھڑام سے تہہ خانے کے فرش پر گری۔ مگر فوراً ہی اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ اس دوران میں پنجے نے اس کا ایک ٹخنہ جکڑ لیا تھا۔

"مدد... مدد... بچاؤ... بچاؤ..." بُونی مسلسل چیخ رہی تھی۔ ٹخنے پر کٹے ہوئے زنانہ پنجے کی گرفت ہر لحظہ مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دوبارہ فرش پر گری اور پھر یک لخت فرش پر لوہے کی کوئی چیز ٹکرائی اور چنگاریاں سی اٹھیں۔ یہ چنگاریاں اس آہنی چاپڑ سے اٹھی تھیں جو ابھی تک بونی کے ہاتھ میں تھا اور جب وہ نیچے گری تو چاپڑ فرش سے ٹکرایا تھا۔ اس نے جھپٹ کر چاپڑ کو اٹھانا چاہا۔ چاپڑ تو ہاتھ نہ آیا۔ البتہ وہیں پڑی ہوئی چھری اُس کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے دیوانہ وار اُس چھری سے کٹے ہوئے پنجے پہ حملہ کر دیا۔ پہلی ضرب پڑتے ہی کٹا ہُوا ہاتھ تلملایا۔ اس میں سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ لیکن اس نے بُونی کا ٹخنہ ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔ بونی نے توقف کیے بغیر دوسری مرتبہ چھُری ماری۔ یہ ضرب پہلی ضرب سے بھی زیادہ سخت تھی۔ یکایک کٹے ہوئے پنجے نے اس کا ٹخنہ چھوڑ دیا اور

فرش پر آہستہ آہستہ رینگتا ہُوا پیچھے ہٹنے لگا۔ ہٹتے ہٹتے چند سیکنڈ میں وہ تہہ خانے کے تاریک گوشے میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔

بُونی بُری طرح ہانپتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی اور ایک بار پھر سیڑھیوں کی طرف لپکی لیکن اس سے پہلے کہ وہ پہلی سیڑھی پر قدم رکھتی، تہہ خانے میں سے ایک اور ہاتھ نمودار ہُوا اور اُس پر لپکا۔ بُونی نے چھری گھمائی، بڑھتا ہُوا ہاتھ یک لخت تھم گیا۔ بُونی نے دیکھا کہ اس ہاتھ کی کلائی میں ایک سنہرا کنگن پڑا ہوا ہے۔ کنگن ایک ننھّے سے سانپ کی شکل کا تھا۔ خوف سے بُونی کا بند بند کانپنے لگا اور چھری اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر چھن سے پختہ فرش پر گری۔ چھُری گرتے ہی کنگن والا ہاتھ دوبارہ بُونی پر حملہ آور ہُوا اور اس مرتبہ وہ خود کو بچا نہ سکی۔ اس ہاتھ کے لمبے نوکیلے ناخن اس کے چہرے پر گڑ گئے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر باریک سوئیاں چبھوئی جا رہی ہیں۔ پورا حلق کھول کر وہ چلاتی رہی... تہہ خانے میں اس کی چیخیں گونجتی رہیں... گونجتی رہیں... یہاں تک کہ خاموشی چھا گئی۔

ڈاکٹر فاسٹر دہشت زدہ ہو کر بونی کی طرف تک رہا تھا۔ اپنے وعدے کا پاس رکھتے ہوئے اُس نے بونی سے اس دوران کوئی سوال نہیں کیا۔ بونی کا چہرہ یہ داستان سناتے ہوئے بھی زرد ہو گیا اور اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلملا رہے تھے۔ فاسٹر نے دیکھا کہ بونی کی آنکھوں سے خوف جھلک رہا ہے۔

دو تین منٹ خاموش رہنے کے بعد بُونی نے آہستہ سے کہا: "اگلی صبح انہوں نے مجھے تہہ خانے کی سیڑھیوں کے پاس بے ہوش پڑے پایا..." فاسٹر نے محسوس کیا کہ اب بونی کا لہجہ خشک اور کسی قسم کے جذبات کے اثر سے خالی تھا۔ فاسٹر پھر بھی کچھ نہ بولا، بلکہ منتظر رہا کہ آگے بُونی کیا کہتی ہے۔

اور بُونی نے صرف اتنا کہا "پولیس والوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے والٹر کو قتل کر دیا ہے۔"

"جبکہ تم نے والٹر کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ والٹر نے اپنی بیوی رُتھ کو قتل کیا تھا" فاسٹر نے آہستہ سے کہا۔

بُونی نے فاسٹر کی جانب پسندیدہ نظروں سے دیکھ کر اثبات میں گردن ہلائی۔

"مگر سوال یہ ہے کہ... پولیس نے آخر تم پر یہ الزام کس بنیاد پر عائد کیا کہ والٹر کو تم نے قتل کیا ہے؟" فاسٹر نے پوچھا۔

"وہ کہتے تھے کہ موقعِ واردات پر صرف میں ہی پائی گئی تھی۔" یونی نے جواب دیا "میرے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" فاسٹر نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا پولیس والوں نے ڈیپ فریزر کھول کر نہیں دیکھا؟ اس میں انہیں رُتھ کی لاش کے ٹکڑے نہیں ملے؟"

یونی معنی خیز انداز میں مسکرائی جیسے فاسٹر کی جہالت اور بے وقوفی پر مسکرا رہی ہو۔ پھر وہ بولی "یہی تو مصیبت ہے... ڈیپ فریزر انہوں نے کھول کر دیکھا تھا... اس میں رُتھ کی لاش کے ٹکڑے موجود نہیں تھے... فریزر ان ٹکڑوں سے بالکل خالی تھا... میرا مطلب یہ ہے کہ اس میں رُتھ کے بجائے والٹر کی لاش پڑی تھی۔"

فاسٹر بھونچکا ہو کر یونی کی صورت تکنے لگا۔ آخر اس نے ہکلاتے ہوئے کہا، "پھر سوال یہ ہے کہ... رُتھ کی لاش کہاں گئی؟"

"مجھے کیا معلوم... میں نے نہ رُتھ کو مارا نہ اس کی لاش کے ٹکڑے کیے... نہ انہیں فریزر میں بھرا... اور نہ والٹر کو میں نے قتل کیا... میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے فریزر میں رُتھ کی لاش کے ٹکڑے دیکھے تھے۔ پھر رُتھ کے کٹے ہوئے سر کٹے ہوئے ہاتھوں اور کٹے ہوئے پاؤں نے مجھ پر حملہ کیا..."

فاسٹر نے گہرا سانس لیا اور آپ ہی آپ اثبات میں گردن ہلائی۔ یونی کہہ رہی تھی:

"پولیس والوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ آج تک کوئی حقیقت واضح نہیں کی... بس وہ یہی رٹ لگاتے رہے کہ میں نے والٹر کو قتل کر کے اس کی لاش ڈیپ فریزر میں بند کی تھی..."

"یہ بات وہ اس لیے کہتے تھے کہ فریزر میں سے پولیس کو صرف والٹر کی لاش ملی اور رُتھ کی لاش کہیں نہیں پائی گئی۔" فاسٹر نے کہا۔

یونی نے اس اعتراض کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ کی اور چپ رہی۔ چند ثانیے بعد فاسٹر نے کہا: "یونی... میری بات سنو... اور خوب سوچ سمجھ کر جواب دینا... کیا یہ ممکن نہیں

کہ والٹر کی بیوی رُتھ کا دنیا میں کوئی وجود ہی نہ ہو؟ یہ محض ایک تصوراتی اور تخیلی پیکر ہے جو تمہارے ذہن نے اپنے بچاؤ کے لیے تراش لیا؟"

فاسٹر کو خوف تھا کہ اس بات پر یونی بپھر جائے گی۔ مگر خلافِ توقع یونی نے کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ صرف اتنا کہا:

"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ تم خواہ مخواہ میرا وقت برباد کرو گے... تمہیں اس کہانی پر یقین نہیں آئے گا۔"

"دیکھو یونی... اس میں خفا ہونے کی بات نہیں۔" فاسٹر نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ تو سوچو کہ مجھے تمہاری سچی کہانی پر یقین نہ کرنے سے کون سا نفع ہو گا؟ اس کے علاوہ یہ بھی تو دیکھو کہ میری تم سے کوئی عداوت نہیں... میں صرف ایک ڈاکٹر ہوں... اور تمہارا معالج ہونے کے ناطے مجھ پر یہ اخلاقی اور قانونی فرض عاید ہوتا ہے کہ میں تمہاری مدد کسی نفع نقصان کے لالچ سے بلند ہو کر کروں، میں ہر اس کہانی پر یقین کرنے کے لیے تیار ہوں جو منطقی اور واقعاتی سچائی کے اعتبار سے میرے ذہن کو قابلِ قبول ہو۔ تم خود سوچو کہ بقول تمہارے رُتھ کی لاش کے ٹکڑے ڈیپ فریزر میں موجود تھے... تم نے یہ ٹکڑے اپنی آنکھ سے دیکھے... پھر تم ہی کہتی ہو کہ یہ ٹکڑے ڈیپ فریزر میں سے غائب ہو گئے۔ آخر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک انسانی لاش یوں فضا میں تحلیل ہو جائے کہ پولیس کو بسیار کوشش کے باوجود اس کا سراغ ہی نہ ملے؟ یہاں مجھے بھی پولیس والوں کی رائے کا ساتھ دینا پڑے گا۔ والٹر جس انداز میں مارا گیا یا قتل ہوا اور اس کی لاش ڈیپ فریزر میں جس طرح پائی گئی اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اس کے قتل میں تمہارا ہاتھ تھا۔ تم خود اپنی زبان سے اقرار کرتی ہو کہ تم موقعِ واردات پر پائی گئیں۔ اس کے علاوہ تم نے یہ سارے واقعات تمام تر جزئیات کے ساتھ جس تفصیل سے بیان کیے ہیں وہ کوئی ایسا فرد ہی بیان کر سکتا ہے جو یہ سارے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہو... رُتھ کی لاش کے ٹکڑے اگر دستیاب ہو جاتے تو یہ یقین کر لینے کی معقول وجہ معلوم تھی کہ اسے والٹر نے قتل کیا۔ مگر رُتھ کے بجائے پولیس کو والٹر کی لاش ڈیپ فریزر میں ملتی ہے اور تہہ خانے میں تم پائی جاتی ہو... آخر تم اپنے بچاؤ میں کونسی قوی دلیل پیش

کر سکتی ہو"؟

"میں نہیں کر سکتی ..." بُونی نے بیزار ہو کر کہا "ایسا کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے۔ ویسے میرے پاس ایک قوی دلیل موجود ہے۔"

"ہاں.. وہ تو تم نے ابتدا ہی میں کہا تھا کہ تم جو کچھ کہو گی، اُس کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت بھی تمہارے پاس ہے۔" فاسٹر نے کہا "وہ ثبوت دو۔"

بُونی بے پروائی سے مُنہ پھیر کر کے دیوار کو گھورتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہے۔ فاسٹر نے اس کی سوچوں میں مداخلت نہیں کی۔ تھوڑی دیر بعد بُونی نے آہستہ آہستہ اپنا پورا چہرہ پہلی بار... فاسٹر کی طرف پھیر دیا۔ بُونی کے دونوں رخساروں پر زخموں کی گہری لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ زخم نوکیلے ناخن کا نتیجہ ہیں۔ ایک نشان تو مُنہ کے کنارے سے دائیں کان کی لَو تک چلا گیا تھا۔

"بولو، اب بھی یقین کرو گے یا نہیں؟" بُونی نے فاسٹر سے پوچھا "یہ نشان میں نے اپنے آپ نہیں لگائے ہیں۔"

فاسٹر سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اُس نے نگاہیں جھکا لیں۔ بلاشبہ کوئی بھی عورت بہ ہوش وحواس اپنا حسین وجمیل چہرہ یوں نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ فاسٹر نے ہمدردانہ انداز میں بُونی کو دیکھا۔ پھر کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا "ٹھیک ہے... اس معاملے پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ میں پھر تمہارے پاس آؤں گا اور یقین کرو تمہارے لیے میں جو کچھ کر سکتا ہوں، اس سے دریغ نہیں کروں گا۔ مجھے احساس ہے کہ تم نہایت کٹھن مراحل سے دوچار ہو، تاہم کوئی نہ کوئی اچھا راستہ نکل ہی آئے گا۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں... مجھے بعض دوسرے مریضوں ... میرا مطلب ہے چند اور افراد سے بھی ملنا ہے..."

بُونی نے گردن کے اشارے سے فاسٹر کو جانے کی اجازت دی اور جب وہ دروازے کی طرف چلا، تو اُس نے اپنے عقب میں بُونی کے ہلکے سے قہقہے کی آواز بھی سُنی، وہ کہہ رہی تھی:

"خبردار... تہہ خانوں سے دور ہی رہنا... تہہ خانوں سے دُور ہی رہنا..."

بُونی کے کمرے سے باہر آن کر فاسٹر نے رینالڈس سے کہا "بے حد پُراسرار اور الجھی

داستان اس لڑکی نے سنائی۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ صحیح کہہ رہی ہے؟"

رینالڈس نے دروازہ احتیاط سے مقفّل کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "ڈاکٹر، معذرت خواہ ہوں، میں آپ کے اس سوال کا فی الحال کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

"جواب دے نہیں سکتا یا دینا نہیں چاہتا؟" فاسٹر نے پھر سوال کیا۔

"جواب دے تو سکتا ہوں، مگر یہ موقع ایسا نہیں" رینالڈس کا لہجہ اس مرتبہ سنجیدہ تھا "آپ کا اصل کام ڈاکٹر سٹار کو پہچاننا ہے جب آپ اس کام سے فارغ ہو جائیں گے، تب میں آپ کے ہر سوال کا جواب اپنی قیمتی معلومات کے ساتھ عرض کروں گا۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں۔ مجھے ہدایات یہی دی گئی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری مجبوری سمجھ رہا ہوں" فاسٹر نے غور سے رینالڈس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید وہ رینالڈس کے چہرے کے تاثرات سے اپنے سوال کا جواب جاننے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن رینالڈس کا چہرہ کسی قسم کے تاثر سے قطعی خالی تھا۔ فاسٹر نے محسوس کیا کہ وہ نہایت باکمال اور منجھا ہوا اداکار ہے اور اُس کے منہ سے کچھ اُگلوانا محال ہو گا۔ اُس نے جیسے رینالڈس کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے آپ سے کہا "بُونی کی حیرت انگیز داستان سُن کر میں یہی سمجھ سکا ہوں کہ والٹر کی بیوی رُتھ کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ بُونی نے یہ کردار اپنے ذہن سے تخلیق کیا۔ اسے ہم اُس کی لاشعوری کوشش بھی کہہ سکتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے مجرم اپنے ذہنی تحفظ اور شخصیت کے بچاؤ کے لیے فرضی وجود تخلیق کر لیا کرتے ہیں۔ بُونی اور والٹر کے مابین تعلقات قائم تھے کسی نامعلوم سبب سے بُونی اور والٹر میں جھگڑا ہُوا۔ بُونی نے والٹر کو قتل کر دیا اور لاش ڈیپ فریزر میں ٹھونس دی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود والٹر کا جی بُونی سے اچاٹ ہو گیا ہو اور اُس نے اپنے طور پر بُونی کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنایا ہو۔ بہرحال وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پایا جبکہ بُونی اُسے مار ڈالنے میں کامیاب ہو گئی۔"

رینالڈس پھر مسکرایا اور کہنے لگا "شاید آپ کا اندازہ درست ہو... مگر یہ بھی تو دیکھیے کہ بُونی کے چہرے پر زخموں کے نشان کیسے آئے؟"

"یہ تو نہایت آسان بات ہے۔" فاسٹر نے جواب دیا "والٹر اور بُونی کے مابین ہاتھا پائی

ہوتی ہوگی اور والٹر نے بونی کا چہرہ نوچا ۔۔"

رینالڈس اس جواب پر حقارت آمیز انداز میں ہنسا اور بولا: "بہت خوب سر! آخر میں بونی جیسی نرم و نازک لڑکی والٹر جیسے قوی ہیکل نوجوان پر قابو پا کر اُسے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئی نہ صرف کامیاب بلکہ بونی نے والٹر کی دو سو پونڈ وزنی لاش اٹھا کر فریزر میں بھی آسانی سے ٹھونس دی ؟"

فاسٹر خفیف دکھائی دینے لگا "میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ بونی کی داستان سن کر جو میں نے اخذ کیے، وہ سو فیصد درست ہیں؟ یہ محض امکانات ہیں جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ یہاں عورت مرد یا جوان نوجوان کا مسئلہ نہیں، جوش و غضب اور اشتعال کا معاملہ ہے۔ کمزور اور نحیف فرد بھی مشتعل ہو کر حیرت انگیز قوتوں کا مظاہرہ کر سکتا ہے جو عام حالات میں اس سے ممکن نہیں ہوتا۔ بہرکیف، ڈیپ فریزر کی تہہ خانے میں موجودگی بہت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ میں اس پر حیران ہو رہا ہوں کہ ۔۔" اس نے یہ سوچ کر یک لخت جملہ نامکمل چھوڑ دیا کہ جب رینالڈس اُسے کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہے تو وہ اپنے خیالات سے اُسے کیوں آگاہ کرے۔ رینالڈس نے بھی کچھ پوچھنے یا بحث کرنے سے گریز کیا اور چپ چاپ وہ دونوں کاریڈور میں چلتے رہے۔ فاسٹر دل میں کہہ رہا تھا کہ اُسے بونی سے اس کے ماضی کے بارے میں بھی کئی باتیں پوچھنی چاہیئے تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ بونی کا باپ ہی افریقہ کی کسی نوآبادی میں انگلستان کی طرف سے گورنر جنرل کے فرائض سرانجام دیتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بونی نے افریقہ ہی میں آوانگا یا ووڈو جادو کے بارے میں کچھ سنا ہو ۔۔۔ یہ خیالات وقتی طور پر ذہن سے جھٹک کر فاسٹر نے رینالڈس سے پوچھا "اب تم میری ملاقات کس سے کرا رہے ہو ؟"

"ایسے شخص سے جو اپنے آپ کو برونو کے نام سے پکارتا ہے۔" رینالڈس نے مختصر جواب دیا۔

"خود کو برونو کے نام سے پکارتا ہے؟" فاسٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔ "گویا اس کے معنی یہ ہیں کہ برونو تو اس شخص کا اصل نام نہیں ہے ؟"

"اُس کا فیصلہ آپ خود کریں۔" رینالڈس نے کہا ... "میں صرف یہی بتانے کا مجاز ہوں کہ (وہ)

خود کو برونو کہتا ہے۔"

"برونو ..." فاسٹر نے پرخیال انداز میں کہا ... "اس نام کا پہلا حرف (بی) ہے اور ڈاکٹر بی۔ سٹار بھی بی ہی سے شروع ہوتا ہے یعنی برونو سٹار ..."

اُس نے استفہامیہ نظروں سے رینالڈس کی طرف دیکھا۔ رینالڈس نے نفی میں گردن کو جنبش دی "میں مزید کچھ نہیں بولوں گا۔ جناب ..." یہ کہتے ہی وہ چلتے چلتے ایک کمرے کے سامنے رُکا۔ دروازہ مقفل تھا۔ رینالڈس نے کنجیوں کے گچھے میں سے ایک خاص کنجی منتخب کی۔ اُسے قفل میں لگا کر ہلکے سے گھمایا۔ پھر آہستہ سے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ کر مؤدبانہ طریق پر فاسٹر کو کمرے میں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ فاسٹر نے کمرے میں قدم رکھا۔ یہ ویسا ہی کمرہ تھا جیسا بونی کے پاس تھا۔ یہاں بھی ایک ہی کھڑکی تھی جس میں لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں لگی تھیں۔ کمرے کے وسط میں لکڑی کی ایک چھوٹی سی میز اور دو سالخوردہ کرسیاں پڑی تھیں اور ایک گوشے میں الماری۔ دوسرے گوشے میں لوہے کا پلنگ پڑا تھا۔ یہ ویسا ہی پلنگ تھا جیسے ہسپتالوں میں مریضوں کے لیے ہوتے ہیں۔ فاسٹر نے دیکھا کہ ایک کرسی پر ادھیڑ عمر کا دُبلا پتلا اور کسی قدر پست قامت شخص دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا ہے۔ اپنے خیالات میں وہ کچھ اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ دروازہ کھلنے اور دو آدمیوں کے کمرے میں آنے کی اُسے خبر ہی نہ ہوئی۔ چند لمحے بعد رینالڈس نے آہستہ سے اُسے آواز دی "برونو ... ادھر دیکھو ... کوئی تم سے ملنے آیا ہے ..."

برونو پر اس آواز کا کوئی اثر نہ ہوا جیسے اُس نے سنا ہی نہیں۔ جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح بیٹھا رہا۔ فاسٹر قدم بڑھاتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ برونو نے اب بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اُس کے پاس ہی سفید رنگ کا ایک کپڑا دھرا تھا۔ کپڑے میں باریک سی لمبی سوئی لگی تھی اور دھاگے کی نلکی کپڑے کے اوپر ہی رکھی تھی۔ فاسٹر کو یہ اندازہ کرنے میں دیر نہ لگی کہ تھوڑی دیر پہلے برونو یہ کپڑا سی رہا تھا۔ اس اثنا میں رینالڈس بھی برونو کے پاس آن کھڑا ہوا اور اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا:

برونو ... دیکھو ... ڈاکٹر فاسٹر تم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں۔

برُونو نے اپنی چھوٹی سی گردن ہلائی جیسے ڈاکٹر کے آنے کی رسید دے رہا ہو، پھر اُ
نے بے پروائی سے کپڑا اٹھایا اور سینے میں مشغول ہوگیا۔ رینالڈس نے بے بسی سے کند ہیں ڈاکٹر بننے کا شوق تھا، اسی طرح مجھے بھی فنِ خیاطی سے لگاؤ رہا ہے۔ میں درزی بننا چاہتا تھا لیکن
اُچکا کر فاسٹر کی طرف دیکھا۔ فاسٹر نے اُسے چُپ رہنے کا اشارہ کیا، پھر کہنے لگا: "برُونو۔ یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور میں ڈاکٹر بن گیا۔"
تم کوئی ماہرِ فن درزی دکھائی دیتے ہو۔ یہ فن تم نے کہاں سے سیکھا؟" برُونو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اُس نے سوئی دھاگہ ہاتھ سے رکھ دیا اور انتہائی
برُونو نے اس جملے پر پہلی بار منہ اوپر اٹھا کر فاسٹر کو دیکھا، لیکن زبان سے کچھ نہ خوش ہو کر بولا: "کیا واقعی آپ درزی بننا چاہتے تھے؟"
فاسٹر نے بے تکلفی سے مسکراتے ہوئے پھر کہا: "اس وقت تم کیا سی رہے ہو۔؟" "ہاں ہاں... کیا تمہیں یقین نہیں آتا؟" فاسٹر نے کہا۔ "اچھا، خیر یہ بحث چھوڑو، اب مجھے اپنے
"میں اپنا کفن سی رہا ہوں۔" برُونو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے یقین ہو چکا ہے کہ بارے میں تفصیل سے بتاؤ کہ تم ایسی بھیانک جگہ پر کیونکر آ گئے؟"
عنقریب اِس کفن کی ضرورت پڑے گی۔" برونو کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ چند لمحے پہلے اس کی آنکھوں میں جو چمک نمودار
"اوہو، ایسی بات ہے۔" فاسٹر نے اپنے چہرے پر گہری تشویش کے آثار پیدا کرتے ہوئے ہوئی تھی، وہ معدوم ہو گئی۔ وہ فاسٹر کی آنکھوں میں جھانکتا رہا، پھر کہنے لگا۔
کہا: "میرا خیال ہے یہ محض تمہارا وہم ہے۔ ابھی تم بہت دن جیوگے۔" "کیا آپ واقعی خلوص اور ایمانداری سے میرے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہیں یا
برونو چپ چاپ کپڑا سیتا رہا۔ فاسٹر نے چند ثانیے بعد کہا: "اگر میں تم سے اپنے لیے محض تفریحِ طبع کے لیے پوچھنا چاہتے ہیں؟"
کوئی لباس سِلوانا چاہوں تو سی دو گے؟" "نہیں نہیں... میں پورے خلوص اور ہمدردی سے تمہارے حالات جاننا چاہتا ہوں۔"
"ضرور سی دوں گا ـــ میرا اور کام ہی کیا ہے جنابِ والا؟" برُونو نے سنجیدگی سے گردن "ٹھیک ہے... میں آپ کی زبان پر یقین کیے لیتا ہوں۔" برونو نے جیسے بڑبڑا کر اپنے
جھکائے جھکائے جواب دیا۔ "فرمائیے آپ کیا سِلوانا چاہتے ہیں؟" آپ سے کہا: "میں آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤں گا... شاید آپ میری بات سمجھ سکیں۔"
"شاید میں اپنے لیے ایک نیا سوٹ سلواؤں۔" فاسٹر نے کہا۔ "میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں، برُونو، کہ تم نے مجھے مایوس نہیں کیا۔" فاسٹر نے مسکراتے
"میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں، جناب۔" برُونو نے فوراً جواب میں کہا۔ "ویسے بھی ایک ہوئے برُونو کی طرف دیکھا۔ برُونو دوبارہ گہری سوچ میں ڈوب چکا تھا۔ شاید اپنے ماضی کے اوراق
سرجن اور ایک درزی میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ سرجن بھی ٹانکے لگاتا ہے اور درزی بھی ٹانکے لگاتا الٹ رہا تھا۔ رینالڈس چپکے سے باہر چلا گیا اور فاسٹر نے دروازہ بند کیے جانے کی آواز سنی۔
برُونو کا بدن اور کپڑے پسینے سے بھیگ چکے تھے۔ اُس روز گرمی خلافِ معمول کچھ زیادہ
جاتا ہے... میں نے بہت سے سرجنوں کے گاؤن بھی سیے ہیں، البتہ کفن سینے کے مواقع تو بارہا تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ کچھ دیر آرام کرلے، لیکن آرام اس کی تقدیر میں کہاں تھا؟ وہ خاصی
نصیب ہوئے۔ میں سوٹ اور گاؤن کے ساتھ ساتھ کفن کی سلائی کا بھی ماہر ہوں۔ ہر طرح کا کفن دیر سے اپنی چھوٹی سی دکان کے عقب میں چار فٹ چوڑے اور چھ فٹ لمبے لکڑی کے بنے ہوئے کیبن
منٹوں میں سی سکتا ہوں۔ ایک زمانے میں میری خواہش تھی کہ ڈاکٹر بنوں، مگر میں ڈاکٹر نہیں بن بند کپڑوں پر استری کر رہا تھا۔ اُسے سخت بھوک بھی لگ رہی تھی، مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ گھر
سکا، درزی ضرور بن گیا اور اب میں شاید مرتے دم تک درزی ہی رہوں گا، ڈاکٹر نہیں کھانے کے لیے کچھ موجود ہے یا نہیں۔ یکایک اس نے دکان کے بیرونی دروازے کے اوپر لگی
بن سکوں گا۔"
ہوئی گھنٹی کی آواز سنی۔ یہ گھنٹی اُس وقت خود بخود بجتی جب کوئی شخص دروازہ کھول کر دکان کے
فاسٹر نے دوسری کرسی گھسیٹی اور بیٹھتے ہوئے بولا: "برُونو، میں تم سے مل کر واقعی بہت اندر آتا تھا۔ گھنٹی کی آواز سنتے ہی برُونو نے وہ پتلون جس پر وہ استری کر رہا تھا، جلدی جلدی تہہ
خوش ہوا ہوں۔ تم خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جس طرح تمہیں ایک زمانے

کر کے ایک طرف رکھ دی اور کیبن سے باہر نکل کر دکان میں داخل ہُوا اور یہ دیکھ کر اس کا د
دھک دھک کرنے لگا کہ آنے والا آدمی سٹیبن کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ سٹیبن کاؤنٹر کے پاس کھ
اس کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ طویل قامت، لیکن دُبلا پتلا۔ ہڈیوں کا ڈھانچا ہی کہنا چاہ
آنکھیں بے نور اور اندر کو دھنسی ہوئیں، البتّہ ناک غیر معمولی طور پر لمبی اور آگے سے گدھ
چونچ کی طرح مڑی ہُوئی تھی۔ ایک نظر اُسے دیکھتے ہی اندازہ ہوجاتا تھا کہ وہ خاصا سنگدل
بے رحم آدمی ہے۔

"گڈ مارننگ ... مسٹر سٹیبن ..." برونو نے مردہ آواز میں اٹک اٹک کر کہا۔

"جانتے ہو آج مہینے کی پہلی تاریخ ہے؟" برونو کی عاجزانہ گڈ مارننگ کے جواب میں
نے غُرّا کر کہا اور یہ کہتے ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی
نوٹ بک برآمد کی۔ اُس کے اوراق اُلٹے پلٹے اور برونو کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہ
کہنے لگا۔ "کرایہ نکالو"۔

برونو تو غریب پہلے ہی پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ اس جملے نے اُس کی کمر ہی توڑ دی۔
اور خوفزدہ ہو کر وہ بُری طرح ہکلانے لگا۔

"مسٹر سٹیبن... ابھی تو... دیکھیے نا... آج پہلی ہی تاریخ ہے... میں اس وقت بالکل
ہوں... گھر میں ایک دھیلا تک نہیں... کتنے ہی گاہکوں سے رقمیں لینی ہیں... تقاضے
کے تھک گیا... کوئی نہیں دیتا... سب وعدے کر لیتے ہیں... بہرحال... آپ اطمینا
میں ایک ایک پائی چکا دوں گا..."

"یہ بات تو تم نے پچھلے مہینے بھی کہی تھی"۔ سٹیبن نے کسی درندے کی طرح دانت پیس کر
ہوئے کہا۔ برونو جانتا تھا کہ یہودیوں کی عادت ہے کہ جب انہیں کسی سے قرض یا رقم وصول
کرنی ہو تو سب تعلّقات اور خوش اخلاقی فراموش کر دیتے ہیں۔ سٹیبن بھی سود خور یہودی
اور اس پر مستزاد یہ کہ شہر میں اُس کی بہت بڑی جائیداد تھی۔ خود برونو اُس کا کرایہ دار تھا۔
لکھ پتی ہونے کے باوجود کسی کو ملازم نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ خود ہر کرائے دار سے کرایہ وصول کرنے
نکلتا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ وہ ملازم رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

"دیکھو مسٹر درزی... میرا وقت بہت قیمتی ہے..." سٹیبن نے کہا۔ "کرایہ نکالو... میں
تنی دیر رسید لکھتا ہوں"۔

"مگر... میں عرض کر رہا ہوں کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" برونو نے عاجزی سے
انت نکال دیئے۔ "میں اتنے عرصے سے آپ کا کرایہ دار ہوں۔ کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ میں نے وقت
پہ کرایہ ادا نہ کیا ہو... اب گزشتہ چند مہینوں سے میری حالت خاصی ابتر ہے... شہر میں نئے نئے
درزیوں کی بہت سی فیشن ایبل دکانیں کھل گئی ہیں، انہوں نے میرا کام چوپٹ کر دیا ہے۔ جسے
دیکھیے، اُنہی اُونچی دکانوں کی طرف بھاگا جاتا ہے، حالانکہ وہ لوگ مجھ سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہیں۔
میں جتنے اچھے کپڑے سیتا ہُوں، کوئی نہیں سیتا... لیکن آج کل زمانہ اور ہے... ہر شخص ظاہری
ٹیپ ٹاپ دیکھتا ہے..."

"مجھے اس بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں، مسٹر برونو"۔ سٹیبن نے آنکھیں نکال کر کہا۔
میں اس سے زیادہ رعایت کیا کروں کہ پچھلے ماہ کا کرایہ میں نے تمہارے اس وعدے پر وصول
نہیں کیا تھا کہ تم اس ماہ کی پہلی تاریخ کو اکٹھی رقم دے دو گے۔ اگر تمہارا دھندہ چوپٹ ہو گیا
ہے، تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ یہ دکان خالی کر دو اور جہاں سینگ سمائیں، وہاں چلے جاؤ
مجھ سے زیادہ ہیرا پھیری کرنے کی ضرورت نہیں، ورنہ تم جانتے ہی ہو۔ میں اتنا اچھا آدمی نہیں ہوں"۔

برونو واقعی اچھی طرح جانتا تھا کہ سٹیبن اچھا آدمی نہیں۔ بہت سے غنڈے اور اوباش
بہت کم معاوضے پر سٹیبن کے لیے ہر کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ کئی شریف آدمیوں کی
وہ سرِ بازار توہین کروا چکا تھا۔ چنانچہ برونو نے یہی مناسب سمجھا کہ سٹیبن سے بحث مباحثہ
کرنے اور مسکین صورت بنا خاموشی سے اُس کی ڈانٹ ڈپٹ سہ جائے لیکن سٹیبن کو برونو
کی یہ خاموشی پسند نہ آئی۔ جب اُسے جواب نہ ملا، تو وہ پھر غُرّایا۔ "تم نے سُنا نہیں میں نے
کیا کہا ہے؟"

برونو نے اپنے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے سُن
لیا ہے مسٹر سٹیبن... مگر یقین کیجیے، میرے پاس اس وقت پھوٹی کوڑی تک نہیں، ورنہ
آپ کو زحمت نہ ہوتی۔ صرف چند دن کی مزید مہلت دیجیے میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ

کاسارا کرایہ ادا کردوں ... اس کے علاوہ میرے ذہن میں ابھی ایک اور بات
ہے جسے سُن کر آپ خوش ہو جائیں گے۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟"
سٹیبن نے بیزار ہو کر برونو کو گھورا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟ کونسی ایسی بات
جسے سُن کر میں خوش ہو جاؤں گا؟ میں صرف اسی بات سے خوش ہو سکتا ہوں کہ تم مزید
حجت کیے بغیر کرایہ میرے حوالے کر دو۔"
"ارے ہو مسٹر سٹیبن، پہلے میری بات تو سُن لیجئے" برونو نے اپنے لہجے کو نرم بنانے
کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ خوش نہ ہو جائیں، تو جو چور کی سزا، وہ میری۔ یقین فرمائیے
اس میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ آپ بھی خوش ہو جائیں گے اور میرا بوجھ بھی کچھ ہلکا ہو جائے گا"
"میرا خیال ہے اب مجھے تمہاری وہ بات سُننی ہی پڑے گی" سٹیبن نے نرم لہجے میں کہا
"اچھا، بولو، کیا کہتے ہو؟"
"دیکھیے مسٹر سٹیبن، بات صرف اتنی ہے کہ میں گزشتہ کئی مہینوں سے آپ کے بدن پر
یہی ایک سوٹ دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ کو احساس نہیں کہ یہ سوٹ کس قدر پرانا اور فرسودہ
ہو چکا ہے؟ آپ جیسے امیر لوگوں کو ہمیشہ نئے اور جدید فیشن کے سوٹ زیب تن کرنے چاہئیں"
"یہ کیا بکواس شروع کر دی تم نے؟" سٹیبن چلایا، پھر اپنے سوٹ پر نظر ڈالتے ہوئے
بولا "یہ سوٹ فی الحال ٹھیک ٹھاک ہے اور مجھے اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی...
مگر سوال یہ ہے کہ تمہارا اس سے کیا واسطہ ہے۔ میں سوٹ پہنوں یا ننگا پھروں، تمہیں کیا
تکلیف ہے؟"
"ارے نہیں نہیں، مسٹر سٹیبن... آپ پہلے میری بات تو سُن لیجیے" برونو گڑگڑایا
"بخدا، آپ خوش ہو جائیں گے۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں آپ کا سوٹ
سے نصف ریٹ پر تیار کر دوں گا۔ بس آپ اتنا کریں کہ آپ اپنی پسند کا کپڑا مجھے
ایسا شاندار سوٹ آپ کو سی کر دوں گا کہ جو دیکھے گا، عش عش کرے گا۔ یہ سوٹ
آپ کی شخصیت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ آئیے میں ایک چیز آپ کو دکھا دوں۔"
وہ دکان کے باہر لگے ہوئے شیشے کے ایک شوکیس کی طرف گیا جس میں ایک

انسانی ڈمی سوٹ پہنے کھڑی تھی۔ ڈمی ایک خوبصورت نوجوان کی تھی جس کا قد چھ فٹ
کے لگ بھگ ہوگا۔ اس کے بال سیاہ اور آنکھوں کا رنگ نیلا تھا۔ چہرے پر مونچھیں بھی
بڑی نفاست سے بنائی گئی تھیں اور ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ تھی جو سوٹ ڈمی نوجوان
کے بدن پر فٹ کیا گیا تھا، وہ ٹویڈ کا تھا۔
سٹیبن نے حقارت آمیز نظروں سے پہلے اس ڈمی اور پھر برونو کو دیکھا اور کہنے
لگا "معلوم ہوتا ہے تم پاگل ہو چکے ہو۔ اِدھر اُدھر کی خرافات میں میرا وقت ضائع کرنا
چاہتے ہو، مجھے ابھی دفتر میں اور جگہوں پر بھی رقمیں وصول کرنے جانا ہے، اس لیے
جھٹ پٹ کرایہ نکالو۔"
"آپ نے دیکھا، مسٹر سٹیبن ...؟ اس ڈمی نے جو سوٹ پہن رکھا ہے۔ اس کی
تراش خراش کیسی اعلیٰ درجے کی ہے" ؟ برونو نے سٹیبن کی ناراضی نظر انداز کرتے ہوئے
کہا "میں اس سے زیادہ بہتر اور عمدہ سوٹ آپ کے لیے تیار کر دوں گا اور بالکل کم قیمت
میں — آپ کو صرف ایک ماہ کا کرایہ چھوڑنا پڑے گا۔"
سٹیبن نے نفی میں گردن ہلائی اور کچھ سخت الفاظ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ برونو
پہلے ہی بول پڑا۔ "آپ کوئی سا کپڑا بھی پسند کر لیں ... میں اپنا کمال دکھا سکتا ہوں... اور اگر
فی الحال آپ کپڑا بھی خریدنے کے موڈ میں نہیں، تو یہ مسئلہ بھی میں حل کر دوں گا... میرے
پاس اتفاق سے ایک دو سوٹوں کا کپڑا پڑا ہوا ہے۔ آپ یہ کپڑا ملاحظہ فرمالیں۔ جو نمونہ جی کو
بھائے، اس کا سوٹ سلوا لیں۔"
"مجھے سوٹ ووٹ تم سے نہیں سلوانا ہے" سٹیبن نے اپنا فیصلہ سُنا دیا۔ "مجھے کسی نئے
یا پرانے سوٹ کی ضرورت ہی نہیں اور تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لو کہ مجھے سوٹ کی ضرورت
بھی پڑے تب بھی میں تم سے سلوانا پسند نہیں کروں گا۔ تم سے زیادہ ماہر فن درزی شہر میں پڑے
ہوئے ہیں جو نسبتاً صرف عاجی نرخوں پر یہ سوٹ تیار کر دیں گے۔ بلکہ مجھ سے اُجرت بھی قسطوں میں
لیں گے بہرحال ... یہ بحث چھوڑو ... کرایہ نکالو۔"
برونو پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ وہ وقفے وقفے سے پلکیں جھپکاتا، بے بسی سے منہ کھولتا

اور پھر شانے اُچکا کر خاموش ہوجاتا۔ آخر اُس نے سٹیبن کی شعلہ بار نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے کہنا شروع کیا" کاش، آپ میری پیشکش قبول کرتے اور ایک نیا سوٹ سلوا لیتے تاہم اس وقت میں کرایہ ادا نہیں کرسکتا۔۔۔ مجھے کچھ مہلت درکار ہے ... اگر آپ کہیں گے میں اس مہلت کا سُود بھی ادا کردوں گا۔"

سود کے ذکر پر سٹیبن کی آنکھوں میں کسی قدر چمک نمودار ہوئی۔ اس نے نرم آواز میں پوچھا

"تمھیں مزید کتنی مہلت درکار ہے اور سُود کیا دو گے؟"

"میں ایک مہینہ مانگتا ہوں اور ڈیوڑھا کرایہ ادا کروں گا۔"

سٹیبن نے پھر انکار میں گردن ہلائی۔ "یہ مہلت زیادہ ہے اور اس کے مقابلے میں سود کم ہے۔ رقم دُوگنی کر دو تو میں غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"دوگنی رقم؟" برُونو بدحواس ہوگیا۔ "یہ ظلم ہے مسٹر سٹیبن... آپ خود غور فرمایئے جو شخص کرایہ ہی یک مُشت ادا کرنے کے قابل نہ ہو، وہ دُگنی رقم کا سُود کہاں سے دے گا میں آپ کا پُرانا کرایہ دار ہوں ... مجھ سے رعایت کیجیے۔"

"ٹھیک ہے... میں تمھیں صرف دو ہفتے کی مہلت دے سکتا ہوں" سٹیبن نے حکم سنایا "اور تم صرف پندرہ دن کا زائد کرایہ ادا کردینا۔"

"یہ بھی زیادہ ہے جناب" برُونو گڑگڑایا "میں آپ کو صرف ایک ہفتے کا زائد کرایہ دے سکوں گا۔"

"تب مہلت بھی ایک ہی ہفتے کی ملے گی۔" سٹیبن کے لہجے کی سفّاکی واپس آگئی "آج کیا دن ہے؟ پیر... میں اب ہفتے کے روز آؤں گا۔ صبح کے وقت... کہیں تم اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میں ہفتے کی شام کو آؤں گا... بس یہ آخری مہلت ہے... اگر تم نے رقم نہ دی تو تم جانو گے..."

"مگر... ہفتے کی صبح تک تو سات دن کی مہلت پوری نہیں ہوتی..." برُونو نے احتجاج کیا "آپ نے آج کا دن بھی اسی مہلت میں شمار کرلیا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا" سٹیبن نے زور دے کر کہا "ہفتے کی صبح یاد رکھنا... میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا... اگر ہفتے تک رقم کا انتظام تم نہ کرسکو، تو بہتر ہے میرے آنے سے پہلے ہی اپنا سامان باندھ لینا۔ اگر میں اس طرح کرایہ داروں کو مہلتیں دیتا رہوں، تو بس چل چکا میرا دھندا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سٹیبن... میں پُوری کوشش کروں گا کہ آپ کی رقم ادا کردوں" برُونو نے مایوس ہوکر گہری آہ بھری۔ اس دوران میں سٹیبن دکان کے دروازے سے باہر جا چکا تھا۔ برُونو اُس کے جانے کے بعد بھی دیر تک اپنی جگہ گم سُم کھڑا رہا۔ پھر غیر شعوری طور پر اپنے آپ سے باتیں کرتا ہُوا اُسی کیبن میں واپس آیا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ کپڑوں پر استری کر رہا تھا "اگر میں ہفتے کی صبح تک رقم کا بندوبست نہ کرپایا، تو یہ بے رحم یہودی مزید مُہلت نہیں دے گا... اور عین ممکن ہے اپنے کرائے کے بدلے میں میرا یہ سامان بھی اپنے قبضے میں کرلے... لیکن سوال تو یہ ہے کہ اگر رقم کا بندوبست نہ ہوسکا، تب میں کہاں جاؤں گا... کیا باہر گلی میں رہوں گا... میں اکیلا ہوتا، تو کچھ پروا نہ تھی... مگر میری بیوی بھی تو ہے... کیا ہم میاں بیوی اب اس قابل ہیں کہ فٹ پاتھوں پر گزر بسر کریں"؟ یہ سوچتے سوچتے برُونو کی آنکھیں بھر آئیں اور اس کی خود کلامی لرزنے لگی..." ہاں... یہ ہوسکتا ہے کہ میں اپنی سلائی مشین بیچ دُوں... مشین بیچنے سے یقیناً اتنی رقم تو مل ہی جائے گی جس سے سٹیبن کا کرایہ ادا ہوسکے... لیکن... مشین بیچنے کے بعد میں کیا کروں گا؟"

اس سوال کا جواب برُونو کے پاس نہیں تھا۔ سلائی مشین ہی اُس کے روزگار کا واحد ذریعہ تھی۔ اس سے محروم ہونے کے بعد وہ آسانی سے نئی مشین بھی نہیں خرید سکتا تھا۔ بلاشُبہ بعض ادارے ایسی چیزیں قسطوں پر بھی فراہم کردیتے ہیں مگر وہ یہ قسطیں کہاں سے ادا کریگا؟ جبکہ اُس کا کوئی مستقل ذریعۂ آمدنی ہی نہیں تھا۔ سخت مضطرب اور بے چین ہوکر وہ کیبن سے باہر نکلا اور شوکیس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ غیر ارادی طور پر اُس کی نگاہیں ٹویڈ کا بوسیدہ سوٹ پہنے ہوئے انسانی ڈمی پر مرکوز ہوگئیں۔ برُونو آپ ہی آپ دیوانوں کی طرح ہنسا اور ڈمی سے مخاطب ہوکر بولا "یار، تم میرے بہت پُرانے ساتھی ہو... دیکھ رہے ہو کہ ان دنوں میں مُصیبت میں گرفتار ہوں... کیا پُرانی دوستی کا یہی شیوہ ہے کہ تم میرے لیے کچھ نہ کرو؟

گزشتہ تمام برسوں میں مَیں نے تمہاری حفاظت اور دیکھ بھال پوری ذمّے داری سے کی ہے۔ میں نے تمہارے رہنے کے لیے یہ آرام دہ اور خوبصورت شوکیس بنوایا..... ان خدمات کے عوض مَیں نے کبھی تم سے کچھ طلب نہیں کیا ہے... مگر... اب وقت آگیا ہے کہ میری مدد کرو... جاؤ اس شوکیس سے باہر نکلو اور میرے لیے اتنی رقم کا انتظام کرو جس میں مَیں اُس مکّار سود خور یہودی کا کبھی نہ بھرنے والا دوزخ بھر سکوں... دیکھو، میں کوئی عذر یا بہانہ نہیں سنوں گا... تمھیں میرا یہ کام کرنا ہی پڑے گا..." یہ کہتے کہتے وہ یکا یک رو پڑا... آنسوؤں کے قطرے اس کی آنکھوں سے ڈھلکے اور رخساروں پر سے ہوتے ہوئے زمین پر گر کر جذب ہو گئے۔ پھر وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا "میں جانتا ہوں... بُرے وقت کا کوئی ساتھی یا دوست نہیں ہوتا... تم ایک بے جان چیز ہو... تم بھلا میری کیا مدد کرو گے... مَیں تو اپنی مدد آپ نہیں کر سکا..." اُس نے جیب سے میلا سا رومال نکالا اور اپنے آنسو پونچھے۔ یکایک دکان کے اندر سے ایک آواز اُبھری:

"برونو... میرے پیارے شوہر... کہاں ہو تم؟"

برُونو نے جلدی سے اپنا چہرہ ہشاش بشاش بنانے کی کوشش کی۔ ایک بار پھر رومال سے مُنہ پونچھا۔ دراصل وہ اپنے غم میں اپنی بیوی کو خواہ مخواہ شریک کر کے اُسے دُکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ برونو کو ڈورس سے بڑی محبت تھی۔ اس کا بس چلتا، تو وہ ڈورس کے لیے زمانے بھر کی خوشیاں خرید لاتا۔ اس سے پیشتر کہ برُونو شوکیس سے ہٹ کر دکان میں جاتا، ڈورس خود ہی اِدھر آگئی۔ ڈورس کو دیکھتے ہی بے اختیار پھر برونو کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے، لیکن ہمت کر کے وہ یہ آنسو پی گیا۔ ڈورس اس عمر میں بھی خاصی حسین و جمیل اور پُرکشش عورت تھی لیکن برُونو جانتا تھا کہ بہت جلد اُس کا یہ حسن ماند پڑ جائے گا اور وہ وقت سے بہت پہلے بوڑھی ہو جائے گی۔

"باہر کھڑے کیا کر رہے تھے؟" ڈورس نے پوچھا۔ "تھوڑی دیر پہلے میں نے تمھیں کسی شخص سے باتیں کرتے سنا تھا؟"

"ہاں... ہاں... مَیں اس سے باتیں کر رہا تھا۔" برُونو نے ڈاجی کی طرف اشارہ کیا۔

"مگر یہ ایسا بے حس ہے کہ کسی بات کا جواب ہی نہیں دیتا۔ تم جانتی ہو ڈورس، مَیں نے اس کے لیے کتنی توجہ اور محنت سے کام کیا تھا؟ مَیں نے اس کے لیے نہ صرف یہ آرام دہ شوکیس بنوایا، بلکہ اسے ٹوِیڈ کا بہترین سوٹ بھی خود سی کر پہنایا، اور اب یہ کمینہ میری نہیں سنتا... میں اتنی دیر اس سے مغز ماری کرتا رہا ہوں، کیا مجال جو پلٹ کر جواب بھی دیا ہو۔"

ڈورس نے تشویش انگیز نظروں سے برُونو کو دیکھا، پھر ہنس کر بولی: "بھلا بے جان ڈمیاں بھی جواب دیا کرتی ہیں؟ آؤ کھانا تیار ہے۔"

"مجھے بالکل بھوک نہیں ہے ڈورس، تم کھا لو۔" برونو نے کہا۔ ڈورس کو مزید تشویش ہوئی۔ مسکراہٹ اُس کے لبوں سے غائب ہو گئی۔

"کیا بات ہے برُونو، تم بے حد پریشان نظر آتے ہو؟" اُس نے پوچھا۔ "بتاؤ کیا معاملہ ہے؟"

"ارے کچھ نہیں... کچھ نہیں" برونو نے زبردستی ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "کوئی خاص بات نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے دکان کا مالک کرایہ وصول کرنے آیا تھا۔ ظاہر ہے میرے پاس اُسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ ناراض ہونے لگا... آخر بڑی مشکل سے ایک ہفتے کی مہلت اس سے لے سکا ہوں، بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ پُورا ایک ہفتہ بھی نہیں... وہ سنیچر کے روز صبح آئے گا اور اگر مَیں نے ایک ہفتے کے سود سمیت دو ماہ کا کرایہ ادا نہ کیا تو..."

"تو... پھر کیا ہو گا؟" ڈورس نے گھبرا کر کہا۔ "حالانکہ ہم ہمیشہ اُسے وقت پر کرایہ دیتے رہے ہیں؟"

"وہ سب کچھ بھول گیا ہے..." برُونو نے کہا۔ "میں نہیں جانتا وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ ہو سکتا ہے سامان اٹھا کر باہر پھینک دے... بہرحال وہ مالک ہے۔"

دفعتہً دکان کے بیرونی دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی بجی۔ برُونو اور ڈورس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک طویل القامت شخص کھُلے دروازے میں کھڑا تھا۔ برُونو اور ڈورس کو دیکھ کر وہ باوقار انداز میں چلتا ہُوا کاؤنٹر کی جانب آیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اجنبی نہایت وجیہہ آدمی ہے اور اس نے خاصے قیمتی کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اس کے

دائیں ہاتھ میں ایک بھاری چرمی تھیلا بھی تھا جسے اُس نے آہستہ سے کاؤنٹر پر رکھ دیا۔
"فرمائیے جناب، کیا حکم ہے؟" برونو نے مؤدبانہ طور پر اُس کے آگے گردن خم کرتے ہوئے پوچھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"
"معاف کیجئے... کیا آپ ہی اس دکان کے پروپرائٹر ہیں؟" اجنبی نے شستہ آواز میں پوچھا۔
"جی... جی... میں ہی ہوں جناب والا۔" برونو نے انکساری کا مظاہرہ کیا۔ اجنبی نے سوالیہ نظروں سے ڈورس کو دیکھا۔ برونو اُس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر جلدی سے بول پڑا "یہ ڈورس ہے جناب... میری بیوی... اور مجھے برونو کہتے ہیں..."
اجنبی نے ڈورس کے سامنے ہلکے سے گردن جھکائی اور مسکرایا۔ "میرا نام سمتھ ہے"
"جی... مسٹر سمتھ... ارشاد فرمائیے، کیسے تشریف لانا ہوا؟" برونو تو دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ خدا نے اُس کی سن لی اور اچھا تگڑا گاہک بھیجا۔
"دیکھیے... ابھی بتاتا ہوں..." سمتھ نے ڈورس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر برونو کو دیکھا۔ برونو سمجھ گیا کہ مسٹر سمتھ کوئی ایسی بات کہنے کے خواہش مند ہیں جو ڈورس کے سامنے نہیں کہی جا سکتی، چنانچہ اس نے ڈورس سے کہا "تم گھر میں چلو... کھانا لگاؤ... میں تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔" اور ڈورس بھی سمجھ گئی کہ برونو تو اُسے گھر میں کیوں بھیج رہا ہے۔ اُس نے گویا اپنے شوہر کی بات سُنی ہی نہیں اور وہیں کھڑی رہی۔ اس مرتبہ برونو نے ذرا سختی سے کہا "ڈورس تم نے سُنا نہیں، میں کیا کہہ رہا ہوں؟ بڑی سخت بھوک لگ رہی ہے... جاؤ کھانا نکالو... میں چند منٹ میں آتا ہوں۔" ڈورس یہ کہتے کہتے رک گئی کہ ابھی تو تمہیں بھوک نہیں تھی اور اب ایک دم سخت بھوک لگ گئی... برونو پر ناپسندگی کی نگاہیں ڈالتے ہوئے ڈورس وہاں سے دکان کے عقبی حصے میں چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد برونو نے اطمینان کا سانس لیا اور مسٹر سمتھ سے کہا "اب آپ بلاتکلف کہیے، کیا کام ہے؟" مسٹر سمتھ نے زبان کھولنے سے پہلے ایک دو لمحے تامل کیا، غالباً اُسے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ آخر اُس نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا:

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم ایک ماہرِ فن درزی ہو اور ہر قسم کا لباس گاہک کی فرمائش اور پیمائش کے مطابق سی سکتے ہو۔ کیا یہ بات درست ہے؟"
"قطعی درست ہے مسٹر سمتھ۔" برونو نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "فرمائیے آپ کیا سلوانا چاہتے ہیں؟"
"صرف ایک سوٹ... مگر اس کے لیے کپڑا بھی میں خود فراہم کروں گا۔"
"بہت خوشی کی بات ہے جناب..." برونو نے جوش سے کہا۔ "اگر آپ نے ابھی کپڑا خریدا نہیں ہے، تو میں چند اچھے نمونے آپ کو..."
"نہیں نہیں... کپڑا میرے پاس ہے... میں نے خرید لیا ہے۔" سمتھ نے جلدی سے کہا۔ "بہت قیمتی کپڑا ہے اور دوبارہ اس کا ملنا محال ہوگا۔"
"بہت خوب..." برونو نے کہا۔ "کیا آپ کپڑا اپنے ساتھ لائے ہیں؟"
مسٹر سمتھ نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے اپنے سیاہ چرمی تھیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور یہ دیکھ کر برونو ششدر رہ گیا کہ سمتھ کے دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں ہیرے کی بیش قیمت انگوٹھی جگمگا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مسٹر سمتھ بے حد دولت مند آدمی ہے۔ تھیلا کھولنے کے بعد سمتھ نے سیاہ رنگ کا ایک انتہائی چمک دار کپڑا نکالا جس پر عجیب و غریب نقش و نگار ستاروں سے بنائے گئے تھے۔ یہ ستارے بھی جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔ برونو نے محسوس کیا کہ کپڑا واقعی عمدہ اور قیمتی ہے۔ وہ مسٹر سمتھ کی شخصیت، اس کے لباس، اندازِ گفتگو، ہیرے کی انگوٹھی اور اس لاجواب کپڑے سے اس قدر مرعوب ہو چکا تھا کہ اس کے مُنہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔
"کیسا کپڑا ہے یہ؟" سمتھ نے پوچھا اور برونو نے ڈرتے ڈرتے کپڑے کو چھو کر دیکھا۔ کپڑا ریشم کی مانند ملائم اور ہموار تھا، لیکن برونو نے محسوس کیا کہ یہ ریشم کا بنا ہوا نہیں ہے، بلکہ کسی نامعلوم ریشے سے تیار کیا گیا ہے۔ کپڑے میں عجیب سی برقی رَو دوڑ رہی تھی۔
"میں نے اس سے پہلے ایسا شاندار کپڑا نہیں دیکھا۔" برونو نے آہستہ سے کہا۔ "اس میں تو برقی رَو سی دوڑ رہی ہے۔"

"آہا ... تم نے برقی رَو محسوس کی؟" سمتھ نے خوش ہو کر پوچھا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ فضا میں اس وقت خشکی ہے اور خشکی کے باعث ہی برقی رَو پیدا ہو رہی ہے۔"

برونو کی عقل میں یہ معمّا نہ آیا کہ فضا کی خشکی سے کپڑے کی برقی رَو کا کیا تعلق ہے تاہم اس نے جرح نہیں کی۔ وہ اپنی طرف سے کوئی بات ایسی نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے مسٹر سمتھ کے خفا یا ناراض ہونے کا خدشہ پیدا ہو۔ برونو کو اس گاہک سے بڑی اُمّید تھی کہ وہ سوٹ سلوانے کا بھاری معاوضہ ادا کرے گا۔

"یہ کپڑا میں نے زرِ کثیر خرچ کر کے خاص طور پر تیار کرایا ہے۔" سمتھ نے کہا۔ "اور اسے تراشنے اور سینے میں بھی تمھیں بے حد احتیاط سے کام لینا ہو گا۔"

"آپ فکر نہ کیجیے جناب ... میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔" برونو نے کہا۔ "کسی قسم کی شکایت آپ کو نہ ہو گی۔"

"ہاں ... میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" سمتھ نے کہا۔ "کپڑا اگر ایک بار خراب ہو گیا تو دوبارہ تیار کرنا مشکل ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب ... خوب سمجھتا ہوں۔" برونو کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ "اب آپ مہربانی کر کے اپنا کوٹ اُتار دیں تاکہ میں آپ کا ناپ لے سکوں ..."

سمتھ نے ہاتھ اُوپر اٹھا کر برونو کو روکا اور کہا۔ "میں اپنا سوٹ سلوانا نہیں چاہتا۔ تمھیں میرے بیٹے کے ناپ کا سوٹ سینا ہو گا۔"

برونو حیرت سے سمتھ کی صورت تکنے لگا۔ "میرا خیال تھا آپ اپنا سوٹ سلوائیں گے بہرحال ... جیسا آپ حکم دیں ... میں آپ کے بیٹے کا سوٹ سی دوں گا۔ وہ کب تک اپنا ناپ دے سکیں گے اور سوٹ کب تک سل کر تیار ہو جانا چاہیے؟"

"وہ اپنا ناپ دینے کے لیے یہاں نہیں آ سکے گا۔" سمتھ نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمھیں محض اندازے سے سوٹ سینا ہو گا۔"

برونو کی حیرت اب انتہا کو پہنچ رہی تھی۔ اس نے منہ کھول کر اور آنکھیں نکال کر کہا۔ "بغیر ناپ کے میں سوٹ کیونکر سی سکتا ہوں جناب والا؟ اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ

کپڑا بھی بے حد قیمتی ہے۔ اگر ایک بار ضائع ہو گیا، تو دوسرا تیار ہونا محال ہے اس صورت میں۔"

"یہ مسئلہ بھی میں حل کر چکا ہوں۔" سمتھ نے جیب سے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔ اس نے کاغذ کی تہیں کھول کر اُسے کاؤنٹر پر پھیلا دیا۔ برونو نے دیکھا کہ اس کاغذ پر عجیب عجیب شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ بعض ٹیڑھے میڑھے خطوط ہیں جو ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ کہیں دائرے بنے ہوئے ہیں، کہیں زاویے اور کہیں کہیں مثلثیں ... پھر کسی نامعلوم زبان کے بے شمار حروف ہیں جو اس کاغذ پر باریک قلم سے سیاہ چمکیلی روشنائی کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں۔

"میں نے اپنے بیٹے کے بدن کا ناپ اس کاغذ پر درج کر رکھا ہے ...۔" سمتھ نے کہا۔ "میں تمھیں ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔"

برونو نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی اثبات میں گردن ہلا دی۔ سمتھ کی آواز اس کے کان میں آ رہی تھی۔ "کاغذ پر درج ہدایات کے عین مطابق تمھیں سوٹ تیار کرنا ہو گا۔ سلائی کا سارا کام بٹن تک تم اپنے ہاتھ سے کرو گے۔ یاد رکھو ایک بخیہ بھی مشین کا نہ ہو۔ یہ مشین کا کام ہی نہیں۔ خبردار! میں پھر واضح کیے دیتا ہوں کہ سارا سوٹ بٹنوں سمیت ہاتھ کی سلائی سے تیار ہونا چاہیے۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ سلائی کی مشین استعمال نہ کرو گے؟"

"مگر ... مگر ... جناب ... ہاتھ کی سلائی آپ کو بہت مہنگی پڑے گی ...۔" برونو نے کہا۔ "مشین کے ذریعے کام جلدی بھی ہو جاتا ہے اور اس میں نفاست بھی ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں جانتا ہوں۔" سمتھ نے مضطرب ہو کر کہا۔ "لیکن یہ سوٹ تم اپنے ہاتھ سے سیو گے، مشین سے ہرگز نہیں۔ جہاں تک سلائی کی اجرت کا سوال ہے، جو کہو گے میں بخوشی ادا کر دوں گا۔ بتاؤ کیا لو گے؟"

برونو سخت مخمصے میں گرفتار ہو گیا۔ وہ سارا کام مشین ہی کی مدد سے کرتا تھا، پورا سوٹ ہاتھ سے سینے کا کبھی اتفاق ہی نہیں ہوا تھا۔ کیا اجرت بتائی جائے؟

"کیا خیال ہے؟ دو سو پونڈ کی رقم قبول کر لو گے؟"

برونو غش کھاتے کھاتے بچا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی لیکن پھر

بھی منہ حیرت سے کھل ہی گیا۔ "دو سو پونڈ جناب؟"

"ہاں ہاں دو سو پونڈ" سمتھ نے کہا۔ "اگر یہ اجرت کم ہے تو مزید پچاس پاؤنڈ لے لو۔ یہ خاصی معقول رقم ہے۔"

بُرونو کو اپنے کانوں پر دھوکا ہونے لگا۔ کہیں وہ سہانا سپنا تو نہیں دیکھ رہا؟ لیکن یہ سہانا سپنا ہرگز نہیں تھا۔ خدا نے بُرونو کی مشکل آسان کر دی تھی اور مسٹر سمتھ کی صورت میں ایک فرشتہ بُرونو کی مدد کے لیے بھیج دیا تھا۔ بُرونو کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ وہ اس احسان کے عوض مسٹر سمتھ کے پاؤں چوم لیتا۔

"ہاں بھئی تو کیا فیصلہ ہے تمہارا؟ ڈھائی سو پونڈ معاوضہ مناسب رہے گا یا میں کسی اور درزی کے پاس جاؤں؟"

"میں آپ کا بے حد ممنون ہوں جناب۔" بُرونو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ معاوضہ میری توقع سے بہت زیادہ ہے۔"

"بس تو پھر طے ہو گیا۔" سمتھ نے خوش ہو کر کہا۔ "ذرا محنت سے کام کرنا ... اور اب ان ہدایات غور سے سنو جن کے تحت تمہیں یہ سوٹ سینا ہے۔"

"فرمایئے میں پوری توجہ سے سُن رہا ہوں۔" بُرونو نے کہا۔ سمتھ کاغذ پر کھینچی ہوئی شکلیں اور عبارتیں پڑھ رہا تھا۔ آخر اُس نے کہا۔ "مجھے علم فلکیات سے خاص دلچسپی ہے اور میں نے اس علم کا گہرا مطالعہ کیا ہے ... کاغذ پر بنی ہوئی یہ شکلیں اس علم کا ایک حصّہ ہیں تم جانتے ہی ہو گے کہ ستاروں کے اثرات انسان کی زندگی اور شخصیت پر پڑتے ہیں۔ یہ اثرات نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ انسان اگر یہ علم سیکھ لے تو ستاروں کے بد اثرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں بے شمار کام ایسے بھی سرانجام دے سکتا ہے جو انسانی عقل و خرد سے باہر ہیں۔ شاید تم میری بات سمجھ رہے ہو ...؟"

"جی ہاں، جی ہاں ... سمجھ رہا ہوں۔" بُرونو نے احمقانہ انداز میں گردن ہلائی، حالانکہ اس کے پلّے کچھ نہیں پڑا تھا۔

"بہرحال میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔" سمتھ نے اُسے اطمینان دلایا۔ "دراصل میں

اپنے بیٹے کا سوٹ بھی اسی علم کے تحت تیار کرانا چاہتا ہوں، لہٰذا ضروری ہے کہ تم اِن ہدایات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور اس کام میں ذرا بھی غلطی نہ ہونے پائے ورنہ ساری محنت اکارت جائے گی۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کی ہدایات پر پورا پورا عمل کروں گا۔" بُرونو نے کہا۔

سمتھ نے وہ کاغذ بُرونو کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اس کی پشت پر تمام ہدایات درج ہیں۔ انہیں بار بار پڑھ لو اور جب بھی بھولو، تو یہ کاغذ سامنے رکھ لینا۔ اسی کاغذ میں میرا پتہ بھی لکھا ہے ... اب یہ بتاؤ کہ سوٹ کب تک مکمل ہو جائے گا ...؟"

بُرونو نے اُنگلی اور انگوٹھے کے ذریعے حساب لگاتے ہوئے کہا۔ "آج پیر کا دن ہے ... اگر میں آج ہی رات سے کام شروع کر دوں، تو مجھے یقین ہے کہ یہ سوٹ جمعے کی شب تک تیار ہو جائے گا۔ ان ہدایات کے تحت میں دن میں کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجبوری ہے ورنہ سوٹ تو جمعے سے بھی پہلے تیار ہو سکتا ہے۔ بہرکیف ... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سوٹ کی سلائی رات ہی کو ہونی چاہیے۔"

"اسے سمجھنا تمہارے فرائض میں داخل نہیں، مسٹر برونو۔" سمتھ نے کسی قدر برہم ہو کر کہا۔ "یہ ستاروں کا حساب کتاب ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔ اور ہاں ... سوٹ جس دم تیار ہو جائے، معمولی تاخیر کیے بغیر میرے پاس لے کر آ جانا خواہ آدھی رات ہی کا وقت ہو ... بھولنا مت۔"

"بہت بہتر جناب۔ میں ایسا ہی کروں گا۔" بُرونو نے کہا اور سمتھ کو دروازے تک رخصت کرنے آیا۔

بُرونو واقعی بے حد خوش تھا کہ ایسا گاہک مدّتوں بعد پھنسا جو محض ایک سوٹ کی سلائی پر دو سو پاؤنڈ کی خطیر رقم دینے کا وعدہ کر گیا تھا۔ اس نے بے پایاں مسرّت سے ہاتھ ملتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ "امیر لوگ عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں ... خبطی ... بھلا ستاروں کی چال ڈھال کے مطابق بھی کسی درزی نے آج تک کپڑے سیے ہوں گے؟ لیکن یہ دیوانہ ایسی حرکت کر رہا ہے۔ اپنے بیٹے کا سوٹ سلوانا چاہتا ہے ... بہرحال مجھے اس سے کیا غرض ... میں تو کام کروں گا اور دام کھرے کر لوں گا ..."

وہ اپنے خیالات اور خود کلامی میں ایسا گم تھا کہ اُسے ڈورس کے دوبارہ آنے کی خبر نہ ہوئی۔ ڈورس کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے دکان کے پچھواڑے بنے ہوئے دو چھوٹے کمروں پر مشتمل مکان میں سے دکان کی گھنٹی بجنے کی آواز پھر سُن لی تھی اور اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ گاہک واپس جا چکا ہے۔ دراصل جب سے سمتھ آیا تھا اور اُس نے ڈورس کو زبردستی کھانا نکالنے کے بہانے گھر واپس بھیجا تھا، وہ خاصی بے چین تھی اور جاننا چاہتی تھی کہ سمتھ اور بُرونو میں کیا بات چیت ہوئی ہے۔ ڈورس کو دیکھتے ہی برونو نے دبے دبے جوش سے کہا "لو بھئی، ساری مصیبتیں دور ہو گئیں۔ مجھے ایک سوٹ کی سلائی کا کام مل گیا ہے۔"

لیکن ڈورس پر اس خوشخبری کا کوئی اثر نہ ہُوا۔ اُس کا چہرہ حسب عادت سنجیدہ رہا۔ اُس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اپنے شوہر سے پوچھا:

"برونو، یہ اجنبی شخص کون تھا؟"

برونو حیرت زدہ رہ گیا۔ اُسے ایسے احمقانہ سوال کی ڈورس سے توقع نہ تھی۔

"کون تھا؟" اس نے کسی قدر ناراض ہو کر کہا۔ "گاہک تھا۔۔۔ ایک سوٹ سلوانا چاہتا تھا اپنے بیٹے کے لیے۔۔۔ کپڑا بھی ساتھ لایا ہے۔۔۔ دو سو پونڈ اُجرت۔۔۔"

"کیا نام تھا اس شخص کا؟" ڈورس نے بُرونو کی بات کاٹتے ہوئے درشت لہجے میں کہا۔

"سمتھ۔۔۔ یہی نام بتایا تھا اُس نے۔۔۔" بُرونو کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ "آخر معاملہ کیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے تم خوش نہیں ہو۔"

"اور یہ کیا ہے؟" ڈورس نے کاؤنٹر پر پڑے ہوئے اُس کاغذ کی طرف اشارہ کیا، جس پر عجیب و غریب شکلیں اور نقشے بنے ہوئے تھے۔

"یہ وہ ہدایات جن کے مطابق مجھے سمتھ کے بیٹے کے لیے سوٹ سینا ہے۔"

ڈورس نے بڑھ کر وہ کاغذ اُٹھا لیا اور اُسے پڑھنے لگی۔ اُس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمودار ہوئے۔ ایک دو ثانیے اپنے شوہر کی طرف تکنے کے بعد وہ بولی:

"برونو میری بات مانو تو یہ کام واپس کر دو۔۔۔ اس میں ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔۔۔ مجھے

احساس ہو رہا ہے کہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

برونو کو ڈورس کی یہ بات سُن کر تاؤ آ گیا۔ ڈورس کو کیا ہو گیا ہے۔ ایسی بے وقوفانہ باتیں اس نے پہلے تو کبھی نہیں کی تھیں۔

"کیا کہتی ہو تم؟ غالباً اپنے حواس میں نہیں ہو اس وقت" بُرونو نے جھلا کر کہا۔ "مسٹر سمتھ مجھے سوٹ کی سلائی کا معاوضہ دو سو پاؤنڈ ادا کریں گے ۔۔۔ دو سو پاؤنڈ۔۔۔ ذرا سوچو تو سہی، کتنی بڑی رقم ہے۔۔۔ ہم اس رقم سے نہ صرف دو ماہ کا کرایہ سیٹھن کو ادا کریں گے، بلکہ ضرورت کی کئی چیزیں بھی بازار سے خرید لیں گے۔۔۔ اور تم کہتی ہو میں یہ کام نہ کروں۔۔۔ آخر کیوں؟ کوئی وجہ؟"

"وجہ اور سبب تو میں نہیں جانتی، مگر میرا دل کہتا ہے یہ شخص کچھ اچھا آدمی نہیں۔" ڈورس نے کہا۔ "تم یہ سوٹ مت سینا اور اُس کا کپڑا واپس کر دو۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں ایسا کرنے کو تیار ہوں لیکن جب ہفتے کی صبح وہ بدمعاش یہودی کرایہ مانگنے آئے تو تم خود جواب دہی کر لینا، میں اُس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں تم کیا کرو گی؟ یقیناً وہ کمینہ میری سلائی مشین اُٹھوا کر لے جائے گا اور بعد ازاں ہمارا بوریا بستر باہر گلی میں پھنکوا دے گا۔۔۔ لہٰذا میری پیاری بے وقوف بیوی، میں یہ سوٹ سینے پر مجبور ہوں۔۔۔ اور آج ہی سے مجھے کام شروع کر دینا ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے میں ساری رات کام کروں کیونکہ یہ ہاتھ کی سلائی کا معاملہ ہے۔۔۔ اس لیے تم پھر گھر میں جاؤ اور کھانا گرم کرو۔ کھانے کے بعد مجھے گرم گرم قہوے کی بھی ضرورت پڑے گی۔۔۔"

کھانا کھا کر برونو اپنے کام پر بیٹھ گیا۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ وعدے کے مطابق سوٹ تیار کر کے سمتھ کو اس کے دیے ہوئے پتے پر پہنچا دے گا۔ رات کے وقت سلائی کا کام کیے ہوئے اُسے عرصہ دراز ہو چکا تھا۔ کام اتنا تھا ہی کہاں کہ وہ رات کو بھی بیٹھا کرتا۔ یہاں تو دن ہی کے لالے پڑے تھے۔ بہر حال وہ اپنے گھر سے لیمپ اٹھا کر دکان میں لے آیا۔ مشین کی سلائی کا کام ہوتا تو برونو یہ سوٹ ایک ہی رات میں تیار کر دیتا لیکن مشین کا استعمال ممنوع تھا اور سارا کام اُسے ہاتھ ہی سے کرنا تھا۔ کاغذ پر درج ہدایات

کے مطابق اُسے صبح پانچ بجے تک مسلسل کام کرنا تھا اور پانچ بجتے ہی ہاتھ روک لی
اس لیے وہ بار بار گردن اٹھا کر دیوار پر لگے پرانے کلاک کو دیکھ لیتا۔ گھنٹے نے جوں
بجائے ایک لحظے کے لیے بُرونو نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ مگر یہ سوچ کر کہ ایک طرف
مکمل ہونے میں ذرا سی دیر لگے گی، اسے پورا ہی کر کے اُٹھا جائے۔ اُس نے سوئی
ٹانکے لگانے شروع کر دیے، لیکن ابھی پہلا ہی ٹانکا لگا رہا تھا کہ سوئی نہ جانے کیسے اُ
اُنگلی میں چُبھ گئی۔ برونو کے مُنہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اس نے جھٹ سُوئی اُنگ
نکالی... سُرخ سُرخ خون کا ایک قطرہ برونو کی اُنگلی پر اُبھر رہا تھا۔ جسے اُس نے فوراً
پُرانے چیتھڑے سے صاف کر دیا۔

اُس نے دوبارہ کلاک کی طرف دیکھا۔ پانچ بج کر ایک منٹ ہو چکا تھا۔ برونو
سوئی دھاگا ایک طرف رکھ دیا اور اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اس اُنگلی میں ٹیس کی ہل
لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ اُسے تعجب تھا کہ سوئی ٹھیک پانچ بجے اُنگلی میں چبھی۔ "کیا یہ ا
تھا یا...؟" اُس کے ہونٹوں پر آپ ہی آپ مسکراہٹ آ گئی۔ "مجھے اس وہم میں نہ
پڑنا چاہیے۔ سوئی کسی بھی لمحے چُبھ سکتی ہے۔ کام ہی جو ایسا ہے..." اس نے خود
تسلی دی۔ آستین کی تھوڑی سی سلائی ابھی باقی تھی اور اسے وہ ختم ہی کرنا چاہتا تھا۔ جیسا
نے ایک بار پھر سوئی دھاگا اُٹھا لیا اور ٹانکا لگانا چاہا... برونو کے حلق سے دوسری چیخ ا
سُوئی پھر اُس کی اُنگلی میں بُری طرح چُبھی تھی... برونو درد کی شدّت سے بے تاب ہو کر ا
ہو گیا۔ یکایک مکان کی طرف کا دروازہ کھول کر ڈورس دکان میں داخل ہوئی۔ یقیناً اُ
کانوں تک برونو کے چیخنے کی آواز پہنچ گئی تھی۔

"کیا ہُوا؟ کیا بات ہے؟" ڈورس نے بدحواس ہو کر برونو سے پوچھا۔ "کیوں چ
رہے تھے؟"

"کک... کچھ نہیں... کچھ نہیں... یونہی ذرا اُنگلی میں سوئی چُبھ گئی تھی۔" برونو
کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "جاؤ، تم سو رہو۔"

ڈورس نے گردن گھما کر کلاک کی طرف دیکھا۔ "کچھ خبر بھی ہے تمہیں؟ صبح کے پانچ

چکے ہیں۔"

"ہاں ہاں — مجھے خبر ہے..." برونو ایک دم جھلا گیا۔ "خبر ہے مجھے... لیکن ہدایات
یہی تھیں کہ میں صبح کے پانچ بجے تک کام کیا کروں گا، اور پانچ بجے کے بعد کام بند کر دوں گا۔
میں نے سوچا تھوڑی سی سلائی ایک طرف کی رہ گئی ہے، اُسے پُورا کر کے ہی اُٹھوں کہ اتنے
میں سوئی اُنگلی میں چُبھ گئی — یہ دیکھو... خون تک نکل آیا... ویسے مجھے حیرت اس بات پر
ہے کہ کوئی بیس پچیس برس بعد یہ واقعہ پیش آیا... جن دنوں میں نیا نیا کام سیکھنے بیٹھا تھا
اُن دِنوں سوئی چُبھی تھی یا پھر آج..."

ڈورس نے جھک کر بے حد تشویش انگیز نظروں سے برونو کی اُس اُنگلی کا معائنہ کیا
جس میں سوئی چُبھی تھی۔ خود برونو کو تعجب تھا کہ دوسری بار بھی سُوئی عین اُسی جگہ چبھی جہاں
پہلے چُبھی تھی۔ اس مرتبہ اُسے خون پُونچھنا یاد نہ رہا۔ اس کی اُنگلی پر باریک... سوراخ میں
سے خون کے قطرے اُبل رہے تھے۔

"خدا کی پناہ... برونو، تمہاری اُنگلی میں سے تو خون نکل رہا ہے اور تمہیں احساس
تک نہیں؟" ڈورس نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔ برونو نے جلدی سے خون پونچھ دیا۔ پھر منہ بنا کر
بولا: "تم تو بات بات پر بدحواس ہو جاتی ہو۔ معمولی سی چیز ہے۔ سُوئی آخر چبھ ہی جاتی ہے۔
میں کام کرتے کرتے تھک چکا تھا، اس لیے غفلت کے باعث سوئی چبھ گئی۔ اس میں
اتنا خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے..."

"نہ معلوم کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے۔" ڈورس نے کہا۔ "ضرور ہم کسی آفت میں پھنسنے
والے ہیں۔"

"پھر وہی بکواس..." برونو نے چڑ کر کہا۔ پھر اُس نے دکان کی کھڑکی میں سے باہر
جھانکا۔ صبحِ صادق کا اُجالا سڑک پر پھیل رہا تھا اور مکانوں کی چھتوں پر سورج کی پہلی کرنیں
رقص کر رہی تھیں۔ برونو نے کپڑا احتیاط سے لپیٹ کر ایک طرف رکھا اور اُٹھ کر ہلکی سی
انگڑائی لی۔ نیند سے اُس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ "اب میں جی بھر کر سوؤں گا۔" اس
نے اعلان کیا اور لڑکھڑاتا ہُوا دکان کے پچھلے حصے سے گزر کر اپنے مکان میں داخل ہو گیا۔

بستر پر لیٹ کر وہ فوراً سو جانا چاہتا تھا لیکن یوں لگا جیسے اُسے کبھی نیند نہیں آ
وہ سونے جاگنے کی کیفیت میں مبتلا ہو کر کروٹیں بدلتا رہا... اس دوران میں کئی ڈراؤ
بھی بردنو کو دکھائی دیے ہر خواب کے بعد جھٹکے سے اُس کی آنکھ کھل جاتی... اسے گ
ہوتا کہ دل دھک دھک کر رہا ہے... وہ ڈورس کو پکارنے کی کوشش کرتا، مگر ا
آواز ہی نہ نکلتی۔

دو راتیں وہ برابر کام کرتا رہا۔ کاغذ پر درج ہدایات کے مطابق وہ دن کے
میں کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر لازم تھا کہ وہ رات کے ٹھیک بارہ بجے سلائی شر
اور صبح پانچ بجے تک کرتا رہے۔ پانچ بجنے کے بعد اُسے ہر صورت میں کام چھوڑ دینا
میں یہ عجیب و غریب کپڑا تراشتے اور سیتے ہوئے بردنو کے بدن میں انوکھی کپکپی سی طا
اُسے یوں لگتا جیسے یہ کپڑا نہیں، کسی زندہ جانور کی کھال ہے اور اس میں زندگی کی ہر
اور حرکت موجود ہے... پھر جب صبح ہونے کے بعد وہ رات بھر کا تھکا ماندہ بستر پر
کے ارادے سے لیٹتا تو اسے بھیانک خواب نظر آتے۔ ایک بار تو اس نے یہی کپڑا د
جو آہستہ آہستہ ایک بڑے سے درندے میں تبدیل ہوگیا۔ پھر یہ درندہ منہ کھول کر
کو ہڑپ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا اور بردنو ایک دم ہولناک چیخ مار کر اُٹھ
ڈورس بھاگتی ہوئی آئی اور اُس نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ بردنو نے اُسے ٹال دیا
نہیں خواب میں ڈر گیا تھا۔ بردنو کو ان ڈراؤنے خوابوں کی کوئی پروا نہ تھی۔ اسے یہ
نہ تھا کہ رات رات بھر سلائی کرنے سے اُس کی صحت تیزی سے گر رہی ہے۔
میں ویرانیاں ہی ویرانیاں بس گئی تھیں اور وہ شیو کرنا بھی بھول چکا تھا۔ ایک د
نے اُسے توجہ دلائی لیکن اس نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ وہ جلد از جلد سوٹ کی سلائی
کرکے سمتھ سے دو سو پونڈ کی رقم وصول کرنا چاہتا اور اُسے یقین تھا کہ جمعے کی شب
کام مکمل کر کے وہ یہ رقم حاصل کر لے گا۔ اس طرح وہ ہفتے کی صبح کو سیٹھن کے منہ
ماہ کا کرایہ مار سکتا ہے۔

چوتھی رات اس نے سوٹ میں آخری ٹانکا لگایا اور کام ختم کر لیا۔ اس وقت

تھکن سے بے حال ہو رہا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹے سوج چکے تھے اور دونوں شانوں میں
درد کی ٹیسیں رہ رہ کر اٹھتی تھیں۔ تاہم اُسے روحانی طور پر تسکین مل رہی تھی کہ کام وقت
پر ختم ہوگیا۔ یہ بردنو کی زندگی کا ایک نرالا تجربہ اور امتحان تھا جس میں وہ کامیاب رہا۔ اب
اُسے فکر ہوئی کہ جلد از جلد سلا ہوا سوٹ سمتھ کے گھر تک پہنچا کر اپنی اُجرت وصول کرے۔

اُس رات ڈورس بھی بردنو کے ساتھ ہی جاگتی رہی اور جب سوٹ مکمل ہوا تب
ڈورس نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ اُسے اپنے شوہر کی ظاہری حالت دیکھ دیکھ کر رنج
ہو رہا تھا۔ بردنو نے فاتحانہ نظریں سلے ہوئے سوٹ پر ڈالیں اور ڈورس سے کہا۔ "اس
کپڑے سے دو دو ہاتھ کرنا میرا ہی کام تھا۔ یقین کرو اس کام میں میری ہڈیاں چٹخ گئی ہیں۔
اب اندازہ ہوتا ہے کہ اُجرت کی رقم دو سو پاؤنڈ کچھ زیادہ نہیں۔"

"خدا کا شکر ہے یہ منحوس سوٹ تیار ہوگیا۔" ڈورس نے منہ بنا کر کہا۔ "ذرا آئینے میں
اپنی صورت تو دیکھو۔"

بردنو نے آئینے میں خود کو دیکھا اور بھونچکا رہ گیا۔ آئینے میں جو چہرہ اُسے نظر آ رہا
تھا، وہ اس کا اپنا چہرہ ہرگز نہیں تھا۔ اندر کو دھنسی ہوئی زرد بے جان... بے نور آنکھیں...
پچکے ہوئے گال اور گالوں کی ہڈیاں اُبھری ہوئیں۔ چار دن کی بڑھی ہوئی بے ہنگم ڈاڑھی
اور مونچھیں... گھبرا کر بردنو نے منہ پھیر لیا۔ وہ یہ شکل زیادہ دیر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے
جھٹ پٹ سوٹ تہہ کرنا شروع کیا۔ ڈورس نے کہا "اسے استری تو کر لو، پھر سمتھ کے پاس لے
جانا۔" لیکن بردنو نے جواب دیا: "استری نہیں ہوگی۔ سمتھ نے یہی ہدایت دی ہے کہ استری
نہ کرنا۔" اس نے ایک بڑے سے لفافے میں سوٹ بند کر کے بغل میں دبایا اور کاغذ پر
درج مسٹر سمتھ کے گھر کا پتہ پڑھنے کے بعد جانے کے ارادے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ
اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ ڈورس نے اُسے روکتے ہوئے کہا:

"کیا یہ وقت کسی شریف آدمی کے گھر جا کر اُسے جگانے کا ہے؟ صبح چلے جانا۔"

"نہیں... ہرگز نہیں... میں ابھی جاؤں گا۔ مسٹر سمتھ نے سختی سے کہا تھا کہ جونہی سوٹ
سل کر تیار ہو، ایک سیکنڈ کی تاخیر کیے بغیر پہنچا دیا جائے۔ پھر یہ تو سوچو کہ صبح ہی وہ کمینہ

یہودی آن مرے گا اپنا کرایہ لینے کے لیے ۔ میں جا رہا ہوں ... تم دروازہ بند کر لو۔

"معلوم ہوتا ہے تم پاگل ہو چکے ہو" ڈورس نے زور سے کہا "رات کے دو بج رہے ہیں۔ تمام بازار سنسان پڑے ہوں گے ... کوئی تمہیں چور اُچکا سمجھ کر گرفتار نہ کر لے۔ بات مانو، ذرا ٹھہر کے چلے جانا ۔ سمتھ سے کہہ دینا کہ سوٹ چار بجے کے لگ بھگ تیار ہوا تھا ...."

"میں کہتا ہوں راستے سے ہٹ جا بے وقوف عورت ... ورنہ میں تیرا سر پھاڑ دوں گا"

برونو وحشیانہ انداز میں چلایا اور دکان کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ اتنی جلدی میں تھا کہ اس نے اپنا گرم کوٹ بھی پہننے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ڈورس دروازے میں کھڑی اُسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور برونو چل نہیں رہا تھا، دوڑ رہا تھا۔

گلیاں اور سڑکیں تاریکی میں ڈوبی ہوئی اور سنسان پڑی تھیں۔ فضا میں دھند تھی اور خنکی اتنی تھی کہ دوڑنے کے باوجود برونو کا بدن برف ہو گیا۔ اب اُسے پہلی بار اس بات کا احساس ہوا کہ اس نے گرم کوٹ نہیں پہنا تھا۔ خیال آیا کہ واپس جا کر کوٹ پہن لے، لیکن سوٹ سمتھ تک پہنچانے اور دو سو پاؤنڈ وصول کرنے کی فکر میں اُس نے واپس گھر جانے کا خیال ذہن سے جھٹک دیا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ سڑکوں پر اگرچہ فاصلے فاصلے پر برقی لیمپ روشن تھے لیکن زبردست دھند کے باعث اُن کی روشنی صرف کھمبوں کے اردگرد ہی محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ برونو برسوں بعد ایسے وقت گھر سے باہر نکلا تھا۔ اسے تعجب ہوا کہ رات کا سناٹا بھی کیسا بھیانک ہوتا ہے۔ حد یہ کہ کوئی آوارہ کتا بھی اس پر نہیں بھونکا اور نہ گشت کرنے والے کسی سپاہی سے اس کی ابھی تک مڈبھیڑ ہوئی۔

ایک کھمبے کے پاس رک کر اُس نے ہانپتے ہوئے اپنی مٹھی میں دبا ہوا وہ کاغذ کھولا جس میں سمتھ کے گھر کا پتہ درج تھا۔ لیمپ کی مدھم روشنی میں برونو نے پتہ پڑھنے کی کوشش کی، مگر حروف رقص کرتے ہوئے غائب ہو گئے۔ برونو نے نگاہ جما کر عبارت پڑھنا چاہی لیکن ہر بار حروف آنکھ مچولی کھیلنے لگتے، تاہم اٹکل سے کام لے کر وہ پتہ یاد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سمتھ کا گھر زیادہ دُور نہیں تھا، تاہم سڑکیں ویران اور خالی ہونے کے باعث اُسے

لگا کہ خاصی دُور جگہ ہے۔

معاً اس نے اپنے عقب میں کسی گاڑی کی آواز سُنی۔ وہ رک گیا اور پلٹ کر دیکھنے لگا یہ ایک ٹیکسی تھی جو آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُسی کی طرف آ رہی تھی۔ پھر ڈرائیور نے برونو کے قریب پہنچ کر بریک لگائی اور کھڑکی کا شیشہ نیچے کر کے سر باہر نکالا "کیوں مسٹر... کہاں جانا ہے؟"

برونو نے آہستہ سے اُسے سمتھ کے گھر کا پتہ بتایا اور ٹیکسی میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ اُسے یاد آیا کہ جیب میں تو کچھ ہے ہی نہیں، ٹیکسی کا کرایہ کہاں سے دے گا۔ چنانچہ وہ جلدی سے اُتر گیا۔ ڈرائیور نے پوچھا "کیا بات ہے؟" تب برونو نے اسے بتایا کہ اس کی جیب خالی ہے اور وہ پیدل ہی چلا جائے گا۔ ڈرائیور نے اوپر سے نیچے تک برونو کا جائزہ لیا، پھر ہمدردانہ لہجے میں بولا "کوئی بات نہیں۔ میں بھی اُدھر ہی جا رہا ہوں ۔ تمہیں راستے میں اتار دُوں گا۔ مسٹر سمتھ کا مکان اُدھر ہی ہے۔" برونو اس غیبی مدد پر حیران رہ گیا۔ زیادہ غور کرنے کا وقت نہ تھا۔ چند لمحے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے اُسے ایک جگہ اُتار دیا اور برونو کو خدا حافظ کہہ کر رخصت ہو گیا۔

برونو نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ دُور دُور تک کوئی فرد و بشر دکھائی نہ دیتا تھا۔ شہر کے اس حصے میں وہ پہلے کبھی نہ آیا تھا اور اگر آیا بھی تھا تو اب اُسے قطعی یاد نہ تھا بہر حال دکانوں کے سائن بورڈ پڑھنے کے بعد اُسے معلوم ہو گیا کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ یہ وہی سڑک تھی جس کا نام کاغذ میں درج تھا۔ سڑک کے پہلوؤں میں دو طرفہ مکانوں کی قطاریں حدِ نظر تک چلی گئی تھیں۔ اس علاقے میں غیر معمولی طور پر گہری کہر پڑ رہی تھی۔ برونو نے ایک ایک کر کے مکانوں کے نمبر دیکھنے شروع کیے۔ گھومتے گھومتے بالآخر وہ ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں متوسط درجے کے لوگ رہتے تھے۔ جابجا غلاظت اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے تھے اور یہیں پہلی بار برونو کا استقبال آوارہ کتوں نے بھونک بھونک کر کیا۔ کتوں سے بچنے کے لیے وہ اندھا دھند ایک گلی میں گھس گیا۔ پہلے ہی مکان کے باہر ایک گڑھے میں پانی بھرا تھا۔ برونو اُس گڑھے میں جا گرا۔ خیر گزری کہ اُس نے سوٹ کا بنڈل بچا لیا۔ کوشش کر کے وہ گڑھے سے باہر نکلا۔ سامنے ہی مکان کا نمبر سفید جلی حروف میں بند دروازے پر لکھا تھا۔ برونو یہ نمبر دیکھ

کر ساری تکلیف بھول گیا۔ اسی مکان کا نمبر کاغذ پر درج تھا۔

جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر وہ دروازے کے نزدیک پہنچ گیا اور برقی گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ مکان کے اندرونی حصے میں گھنٹی بجنے کی آواز بھی اس نے سنی۔ ایک منٹ گزر گیا، کوئی دروازہ کھولنے نہ آیا۔ برونو کے اضطراب اور بے چینی میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا تھا اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی۔ یکایک دروازہ کھل گیا اور برونو کو یہ جاننے میں دقت نہ ہوئی کہ دروازہ کھولنے والا مسٹر سمتھ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ سمتھ نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا اس کے ہاتھ میں قدیم وضع کا شمع دان تھا جس میں ایک موم بتی روشن تھی۔ موم بتی کی روشنی میں، ہیرے کی وہ انگوٹھی اب بھی جگمگا رہی تھی جو سمتھ کی انگلی میں برونو پہلے دیکھ چکا تھا۔

سمتھ نے برونو کو پہچاننے کی کوشش میں شمع دان ذرا اوپر کیا اور اس پر نگاہ پڑتے ہی خوش ہو کر بولا۔

آہا.... یہ تم ہو مسٹر برونو؟ سوٹ تیار ہو گیا"؟

"جی ہاں —" برونو نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ "جونہی کام مکمل ہوا، میں حسب ارشاد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔"

بہت خوب... بہت خوب۔" سمتھ نے کہا۔ "تم اپنے وعدے کے پورے نکلے۔ آؤ اندر آجاؤ۔"

برونو ایک تنگ لمبی سی ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ مکان کے اندر گرد و غبار کی ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی اور جا بجا مکڑیوں نے جالے تان رکھے تھے۔ برونو کو حیرت ہوئی کہ اس قدر مالدار ہونے کے باوجود مسٹر سمتھ ایسے گندے اور چھوٹے مکان میں رہتے ہیں۔

"بس میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔" سمتھ نے اونچی آواز میں کہا۔ ایک تاریک ہال کمرے سے گزر کر وہ دونوں ایک چھوٹے سے تنگ کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں کمرے کے وسط میں ایک بھاری میز اور ایک پرانی کرسی کے سوا کچھ نہ تھا۔ کمرے کی چھت اور دیواروں پر مدتوں سے روغن نہیں ہوا تھا اور مکڑیوں کے جالے تو اس قدر تھے کہ بیان سے باہر۔ دیواریں اور کھڑکیاں تک گرد و غبار میں اٹی ہوئی تھیں۔ میز اور کرسی کے علاوہ ایک اور

بھی کمرے میں برونو کو کچھ دیر بعد نظر آئی۔ یہ لکڑی کی ایک اونچی الماری تھی جس میں اوپر سے نیچے تک کتابیں ٹھنسی ہوئی تھیں۔ ان کتابوں پر بھی مکڑیوں کے جالے صاف دکھائی دیتے تھے۔

سمتھ نے شمعدان میز پر رکھ دیا۔ برونو نے دیکھا کہ میز پر بھی ایک بڑی سی پرانی اور حد درجہ بوسیدہ کتاب کھلی رکھی ہے۔ کتاب کے اوراق کا رنگ گہرا زرد تھا اور اس کے سیاہ حروف گردشِ لیل و نہار کے زیرِ اثر خاصے مدھم پڑ چکے تھے۔ برونو نے اپنے جسم میں تھرتھری سی چھوٹتے محسوس کی، وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ کتاب دیکھ کر ڈر لگ رہا تھا، حالانکہ اس میں بظاہر ڈرنے کی کوئی بات بھی نہ تھی۔

"ہاں بھئی، تم کہتے ہو سوٹ ہر طرح تیار ہو چکا ہے"؟ سمتھ نے پوچھا۔ برونو نے زبان سے جواب دینے کے بجائے اثبات میں گردن ہلا دینا مناسب جانا... پھر یہ سوچ کر کہ شاید گردن ہلا دینے سے مسٹر سمتھ کی تسلی نہ ہو، اس نے کہنا شروع کیا: "جنابِ والا، یہ انتہائی دشوار کام ثابت ہوا... یقین کیجیے میں مسلسل چار راتیں جاگتا رہا ہوں..."

"تم نے میری دی ہوئی ہدایات پر پوری طرح عمل کیا یا نہیں؟" سمتھ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"قطعی طور پر جنابِ والا۔" برونو نے فوراً جواب دیا۔ "آپ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی گئی ہے۔ کاغذ پر درج ہدایات بھی میں نے ذہن نشین کر لی تھیں۔"

"شاباش... میں یہ جان کر خوش ہوا۔" سمتھ نے کہا۔ "تم نہیں جانتے مسٹر برونو کہ یہ سوٹ میرے لیے کتنی اہمیت رکھتا ہے... اور میرا بیٹا اسے دیکھ کر کس قدر خوش ہوگا۔"

"بے شک جناب، بے شک.." برونو نے احمقوں کی طرح دانت نکال دیے۔ "مگر... آپ کا بیٹا کہاں ہے؟ وہ بھی میرے سامنے اسے پہن کر دیکھ لیتا، تو مجھے اطمینان ہو جاتا۔"

"میرا بیٹا؟" سمتھ نے جیسے خود سے سوال کیا۔ "ہاں ہاں... وہ... میرا بیٹا... وہ یہیں ہے... لیکن تمہیں اس معاملے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں... اگر تم نے دیے گئے ناپ کے عین مطابق سوٹ سیا ہے تو وہ میرے بیٹے کے جسم پر فٹ آجائے گا... اچھا اب

مہربانی کر کے سوٹ میرے حوالے کر دو تاکہ میں اُسے دیکھ سکوں ...“

برُونو نے بغل میں بنڈل بدستور دبائے رکھا ... پھر آہستہ سے ہچکچاتے ہوئے بولا ”آپ نے فرمایا تھا مسٹر سمتھ کہ سوٹ تیار ہوتے ہی اُجرت فوراً ادا کر دی جائے گی۔ اب آپ ... پاؤنڈ کی رقم میرے حوالے کیجئے۔“

ایک ثانیے کے لیے سمتھ کے چہرے پر ناگوار اثرات نمودار ہوئے، پھر وہ کچھ یاد کر کے بولا ”ارے ہاں ... بلاشبہ تمہاری اُجرت تمہیں ضرور دی جائے گی ... بالکل فکر مت کرو ... مجھے خوب یاد ہے کہ تم سے دوسو پاؤنڈ کی رقم ہی طے پائی تھی۔ بس اتنی تکلیف اور کرو کہ کل مجھے اپنا بل بھجوا دینا ... میں رقم ادا کر دوں گا ... اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ... سارا روپیہ بنک میں پڑا ہے۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ تم واقعی جمعے کی شب دو بجے آجاؤ گے، تو میں بنک سے رقم نکلوا کر رکھتا ...“

اور یہ جملے کہتے ہی سمتھ نے سوٹ وصول کرنے کے لئے برُونو کی طرف دونوں ہاتھ بڑھا دیئے۔ مگر برُونو ایک قدم اور پیچھے ہٹ گیا اور بنڈل زیادہ سختی سے بغل میں دبایا۔ ”نہیں جناب ... آپ نے اس وقت یہ طے نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ سوٹ تیار ہوتے ہی آپ کے پاس فوراً پہنچا دیا جائے۔ خواہ وقت کچھ ہی ہو اور اُجرت اُسی لمحے ادا کر دی جائے گی ... اب آپ فرماتے ہیں کہ یہ رقم کل پرسوں ملے گی ... مجھے رقم کی ابھی اور اسی وقت ضرورت ہے جس طرح میں نے اپنا وعدہ پورا کیا، آپ کو بھی اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے۔ شاید میں ایک دو دن مزید انتظار کر لیتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے دکان اور مکان کا دو ماہ کا کرایہ ادا کرنا ہے“

سمتھ برابر یوں مسکراتا رہا جیسے برُونو کوئی دل خوش کُن فیصلہ سنا رہا ہو۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اُجرت وصول کئے بغیر برُونو سِلا سِلایا سوٹ دینے پر راضی نہیں ہے، تو اس کے تیور بدل گئے۔ اس نے انتہائی حقارت آمیز کرخت لہجے میں برُونو سے کہا ”مجھے افسوس ہے کہ تم خواہ مخواہ بدمزگی پیدا کر رہے ہو ... کیا تمہیں مجھ جیسے شریف آدمی کی بات پر یقین نہیں آتا؟ میں تمہیں اُجرت ادا کرنے سے کب مُکر رہا ہوں؟ صرف ایک دو دن کی مہلت ہی مانگ رہا ہوں۔ تم نے میرا مکان بھی دیکھ لیا ہے۔ کل پرسوں آن کر رقم لے جانا ... میں کہیں بھاگا تو نہیں جاتا ... مہربانی کر کے سوٹ میرے حوالے کردو۔“

اب برُونو نے خوش اخلاقی اور عاجزی بالائے طاق رکھ دی اور بپھر کر بولا ”مسٹر سمتھ، میں نے اس کام پر بہت محنت کی ہے اور محض اس لیے کی کہ مجھے رقم کی فوری ضرورت تھی، ورنہ ہاتھ کی سلائی کا کام میں اب نہیں کرتا ... آپ مجھے مردِ معقول نظر آئے۔ اس لیے میں نے پیشگی اُجرت لیے بغیر آپ کا کام کر دیا۔ اور اب آپ ٹال مٹول کر رہے ہیں؟ بہرحال آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب تک مجھے رقم نہ ملے گی، میں یہ سوٹ آپ کو نہیں دوں گا۔ آپ خاصے امیر کبیر آدمی ہیں ... دوسو پاؤنڈ کی رقم آپ جیسے امیروں کے ہاں ہر وقت موجود رہتی ہے ... البتہ میں ایک دو روز کی مہلت بھی آپ کو ایک خاص شرط پر دے سکتا ہوں۔“

برُونو کے ذہن میں اچانک ہی یہ بات آگئی تھی اور اُس نے اس سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔

”کونسی شرط ہے وہ“؟ سمتھ نے پوچھا ”اگر میرے امکان میں ہوُا تو میں منظور کر لوں گا۔“

”آپ اپنی یہ انگوٹھی میرے حوالے کر دیجیئے“۔ برُونو نے ہیرے کی انگوٹھی کی طرف اشارہ کیا۔ ”رقم دے کر انگوٹھی واپس لے لیجئے گا۔“

سمتھ نے چونک کر انگوٹھی پر نگاہ ڈالی۔ ”یہ انگوٹھی“؟ وہ بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے اُنگلی میں سے انگوٹھی اتار کر میز پر پھینک دی۔ ”اگر تم یہ انگوٹھی اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو، تو مجھے قطعاً انکار نہیں ... لیکن میں تمہاری سادہ لوحی سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے یہ واضح کر دوں کہ تم غالباً اس میں جڑے ہوئے چمک دار پتھر کو ہیرا سمجھ رہے ہو ... حالانکہ یہ ہیرا نہیں ہے ... ایک دو کوڑی کا خوش نما پتھر ہے اور بس ...“

برُونو کھسیانا ہو کر بولا ”دو کوڑی کا خوشنما پتھر ہیرے کی طرح جگ مگ نہیں کرتا جناب یہ یقیناً ہیرا ہے۔“

”اگر ہیرا ہے، تو بڑے شوق سے تم لے سکتے ہو۔“ سمتھ نے کہا ”میں پھر کہتا ہوں کہ یہ محض رنگ دار شیشہ ہے۔ البتہ کسی زمانے میں اسی انگوٹھی کے اندر اصلی ہیرا بھی جڑا ہوُا تھا۔ مگر مجھے بعض اشد ضرورتوں کے تحت وہ ہیرا فروخت کرنا پڑا۔ مجھے اپنا کام جاری رکھنے کے لیے

خاصی بڑی رقم کی ضرورت پڑ گئی تھی ...“

"آپ کیا کام کرتے ہیں"؟ بُرونو کی دلچسپی میں اضافہ ہونے لگا۔

سمتھ مسکرایا۔"میں کیا کام کرتا ہوں؟ یہ تم نہیں سمجھ سکتے ... میز پر پڑی یہ قدیم کتاب دیکھ رہے ہو؟ یہی خریدنے کے لیے مجھے اپنا بیش قیمت ہیرا اونے پونے نکالنا پڑا تھا۔"

بُرونو نے حیرت سے کتاب پر نگاہ ڈالی اور منہ بنا کر بولا" آپ مذاق کرتے ہیں، مسٹر سمتھ۔ اس ردی کتاب کے لیے آپ نے اتنا قیمتی ہیرا بیچ ڈالا؟"

"ہاں ہاں ... میں سچ کہتا ہوں ... تم اس کتاب کی قدر و قیمت سے چونکہ ناواقف ہو اس لیے میری بات تمہاری کھوپڑی میں نہیں سما سکتی۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اسے حاصل کرنے میں اگر مجھے لاکھ دو لاکھ پاؤنڈ بھی خرچ کرنے پڑ جاتے، تو اس سے ہرگز دریغ نہ کرتا۔ یہ کتاب نہیں حقیقت میں بہت بڑا خزانہ ہے ...“

بُرونو کو اب سمتھ کی دماغی حالت درست ہونے میں شبہ ہو رہا تھا۔ یہ شخص واقعی پاگل ہے ... اُس نے سوچا۔ سمتھ کی تقریر جاری تھی۔

"میرا یہ مکان بے شمار قیمتی اور نادر اشیاء سے بھرا پڑا تھا اور اپنے شوق کی تکمیل کے لیے میں نے ایک ایک کر کے یہ ساری چیزیں بیچ دیں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میرے پاس کیا کچھ تھا ہیرے، سونے کے زیور ... پرانی اور نایاب تصویریں ... اور طرح طرح کے نوادر میں نے صرف یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے ان سب چیزوں کو قربان کر دیا تاکہ میں اپنے بیٹے کے لیے کچھ کر سکوں ... وہ بیٹا جو مجھے اپنی جان اور مال و دولت سے بھی عزیز ہے ...“

"تم جھوٹ بول رہے ہو" بُرونو ایک دم چلایا۔ اب وہ 'آپ' سے 'تم' پر اُتر آیا تھا۔" تمہاری اس بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میری رقم مجھے دو اور اپنا سوٹ لے لو۔ میں تمہارے کسی نئے فریب میں آنے کو تیار نہیں ... سمجھے؟"

اس دوران میں بُرونو کی نظر کمرے کے شمالی گوشے میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے بند دروازے پر پڑی۔

"اُدھر کیا ہے؟" بُرونو نے پوچھا۔ سمتھ اس سوال پر بدحواس ہو گیا۔"اُدھر کچھ نہیں ہے۔" اور یہ کہتے ہی وہ لپک کر دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ بُرونو اُدھر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سمتھ کی اس حرکت پر بُرونو کے ذہن میں مزید شکوک نے جنم لیا۔ اُس نے جرأت کر کے دروازے کی طرف قدم بڑھایا"میرا خیال ہے تم نے اُدھر کچھ نہ کچھ رقم ضرور کہیں چھپا رکھی ہو گی۔"

"ٹھہرو! کدھر جاتے ہو؟" سمتھ کا پارہ بھی چڑھ گیا"تمھیں میرے مکان کی تلاشی لینے کا کوئی حق نہیں۔" اس کے ساتھ ہی سمتھ نے بُرونو کو زور سے پیچھے دھکیل دیا۔"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خالی کمرہ ہے ... اس میں کوئی چیز نہیں۔" لیکن بُرونو اس وقت اپنے آپ میں نہ تھا۔ اس نے جواباً سمتھ کو دھکا دیا اور دروازے کی ناب گھما کر ایک ہی جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ سمتھ حلق پھاڑ کر چیخا:"خبردار، کمرے کے اندر قدم نہ رکھنا، مگر بُرونو اس اثنا میں اندر داخل بھی ہو چکا تھا۔ وہاں جو منظر اس نے دیکھا وہ اس کے ہوش اڑا دینے کے لیے بہت تھا۔ کمرے کے وسط میں لکڑی کا بنا ہوا ایک تابوت دھرا تھا اور تابوت کے چاروں کونوں پر لمبی لمبی سفید موم بتیاں جل رہی تھیں۔ جونہی دروازہ کھول کر بُرونو اندر گیا، ہوا کا ایک جھونکا بھی اس کے ساتھ آیا اور موم بتیوں کی اونچی اونچی لو بھڑکنے لگی، پھر ساکن ہو گئی۔ بُرونو حیرت اور دہشت کی ملی جلی نظروں سے تابوت دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنے عقب میں سمتھ کی آواز سنی، وہ انتہائی پُراسرار مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا:

"خدا کے لیے ... میں تم سے التجا کرتا ہوں ... یہاں سے چلے جاؤ۔"

سمتھ کی یہ التجا قطعی نظر انداز کرتے ہوئے بُرونو نے غیر اختیاری طور پر ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ یہاں تک کہ وہ تابوت کے بالکل قریب جا کھڑا ہوا۔ بُرونو کا طویل ... بھیانک سایہ ... لرزتا ... کانپتا سایہ سامنے دیوار پر پڑ رہا تھا۔ خود بُرونو کی نگاہ جب اپنے ہی سائے پر پڑی، تو وہ ڈر گیا۔ اُس کا سایہ آہستہ آہستہ فرش سے اُٹھتا ہوا کمرے کی چھت تک پہنچ رہا تھا۔ بُرونو نے محسوس کیا کہ سمتھ اُس کے عین پیچھے موجود ہے لیکن اس نے سمتھ کی پروا کیے بغیر تابوت کے اندر جھانکا۔ ہلکی سی چیخ بُرونو کے منہ سے نکلی اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے

دیکھا کہ تابوت کے اندر ایک نوجوان کی لاش پڑی ہے۔ لاش کا اوپری نصف حصّہ پیٹ سے لے کر چہرے تک برہنہ تھا اور بقیہ حصّے پر سفید کپڑا پڑا ہوا تھا۔ نوجوان کی آنکھیں بند تھیں اور اس کے دونوں بازو سینے پر بندھے تھے۔ لاش کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا ہوا تھا جیسے اس کا خون نچوڑ لیا گیا ہو... اس کے رخساروں اور ہونٹوں پر عجیب طرح کے نیلے نیلے نشان تھے۔

برونو تمام تر دہشت کے باوجود لاش پر سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس نے اپنے عقب میں سمتھ کی آواز دوبارہ سُنی وہ سرگوشی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"تم یہ معاملہ نہیں سمجھ سکتے... ہرگز نہیں سمجھ سکتے... اسی لیے میں تم سے کہتا تھا کہ کمرے میں نہ جاؤ... یہ سوٹ میں نے اسی کے لیے سلوایا تھا... یہی میرا بیٹا ہے۔"

"میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں مسٹر سمتھ۔" برونو نے مڑ کر نفرت آمیز نگاہوں سے سمتھ کو گھورا۔ "اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ تم نہایت سفاک قاتل ہو۔"

"نہیں نہیں... میں قاتل نہیں ہوں... میں نے اپنے بیٹے کو قتل نہیں کیا۔" سمتھ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اُس کی پیشانی اور چہرہ پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔

"تم ہی اس کے قاتل ہو۔" برونو غرّایا۔ "اور اگر تم قاتل نہیں، تو پھر بتاؤ اسے کس نے ہلاک کیا ہے؟"

"میں نے اسے نہیں مارا... تین ہفتے پہلے یہ خود مر گیا تھا..." سمتھ نے کہا۔

"تین ہفتے پہلے!" برونو نے حیرت سے پوچھا۔ "اور تم نے اُس وقت سے اب تک اسے یہیں... تابوت میں ڈال رکھا ہے۔ تم پاگل تو نہیں ہو؟"

"یہ میرا بیٹا ہے۔" سمتھ نے کہا۔ "میرا اکلوتا بیٹا... بیشک یہ مر چکا ہے... لیکن میں اسے زندہ کر دوں گا... میں اسے زندہ کر سکتا ہوں۔"

برونو نے مایوس ہو کر گردن ہلائی، تاہم اس کا اندرونی خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ سمتھ ضرور پاگل ہے، ورنہ تین ہفتے تک گھر میں بیٹے کی لاش رکھنے کے کیا معنی ہیں؟ اُس نے پھر لاش پر نگاہ ڈالی۔ چہرے پر زخموں کے نیلے نیلے نشانات سے

اندازہ کرنا دشوار نہ تھا کہ اس نوجوان کو تشدّد کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔

"کیا کبھی مرے ہوئے بھی زندہ ہوئے ہیں سمتھ"؟ برونو نے آہستہ سے کہا۔

"اگر نہیں ہوئے تو اب میں زندہ کر کے دکھاؤں گا" سمتھ نے یکایک وحشیانہ قہقہہ لگایا۔ "میں اپنے بیٹے کو زندہ کروں گا۔"

"کیسے؟ کیونکر؟" برونو کے منہ سے نکل گیا۔

"اُس کتاب کے ذریعے۔" سمتھ نے کہا۔ "وہی کتاب جو تم نے دوسرے کمرے میں میز پر دیکھی ہے اور یہ سوٹ بھی میں نے تم سے اس مقصد کے لیے سلوایا ہے۔"

"لاؤ یہ سوٹ مجھے دے دو۔" سمتھ چلّایا۔ "یہ میرے بیٹے کا سوٹ ہے... وہ اسے پہنے گا تو زندہ ہو جائے گا۔"

"ہرگز نہیں..." برونو اس سے زیادہ اونچی آواز میں چیخا۔ "جب تک تم مجھے دوسو پاؤنڈ کی رقم نہ دو گے، یہ سوٹ میرے ہی قبضے میں رہے گا۔"

سمتھ کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا۔ آنکھیں حلق سے باہر اُبل آئیں اور ہونٹوں کے کناروں سے جھاگ بہنے لگا۔

"کتیا کے بچے... تم یوں نہیں مانو گے۔" وہ درندے کی طرح دانت نکال کر غرّایا۔ پھر اس نے شب خوابی کے گاؤن کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا ریوالور نکال لیا۔ "اب دیکھتا ہوں تم میرے بیٹے کا سوٹ میرے حوالے کیسے نہیں کرتے۔ لاؤ یہ سوٹ مجھے دے دو، ورنہ..."

سمتھ نے ریوالور سے برونو کا نشانہ لیا۔ برونو کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ سمتھ یوں اچانک ریوالور نکال لے گا... لیکن اب موت کا بھیانک خطرہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ سمتھ ضرور گولی چلا دے گا۔ دفعتہً اُس کے ذہن کے کسی گوشے سے بچاؤ کی تدبیر نکلی اور اس سے پہلے کہ سمتھ برونو کی حرکت سے خبردار ہو، برونو نے بغل میں دبایا ہوا تھیلا پوری قوت سے سمتھ کے منہ پر پھینک دیا۔ سمتھ گھبرا کے پیچھے ہٹا، لیکن برونو چیتے کی طرح سمتھ پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ آناً فاناً دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ برونو نے سمتھ کا وہ ہاتھ

پکڑ لیا جس میں ریوالور دبا ہوا تھا۔ سمتھ بے تحاشا گالیاں بکتے ہوئے اپنا ہاتھ برو
سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر برونو خوب جانتا تھا کہ اگر اس نے سمتھ کا ہا
دیا، تو سمتھ اُسے کبھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ برونو نے اپنی پوری جسمانی قوت
لاتے ہوئے سمتھ کا وہی ہاتھ اس طرح مروڑا کہ ریوالور اُس کی ہتھیلی سے چھوٹ
جا گرا، تاہم اس کوشش میں وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ پایا اور سمتھ اس کی گرفت سے نکل
پلک جھپکنے میں سمتھ نے فرش پر پڑا ہوا ریوالور دوبارہ اُٹھا لیا اور برونو پر فائر کرنا
تھا کہ برونو کا گھونسا سمتھ کی کنپٹی پر پڑا اور اس نے لپک کر سمتھ کا وہی ہاتھ پھر اپنے
میں جکڑ لیا۔ سمتھ دیوانہ وار خود کو چھڑانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ اس کی اُنگلی ریوالور کے
آئی اور اُسی لمحے برونو نے سمتھ کی کلائی موڑ دی۔ اب ریوالور کی نالی سمتھ کا سینہ
تھی۔ برونو نے زوردار جھٹکا دیا۔ ٹریگر پر دبی ہوئی سمتھ کی اُنگلی خود بخود حرکت میں آ
میں بیک وقت فائر کے دھماکے اور سمتھ کے حلق سے نکلنے والی لرزہ خیز چیخ کی آواز
اور ختم ہو گئی۔ برونو نے دیکھا کہ سمتھ کے سینے سے خون کا فوارہ اُبل رہا ہے۔ خون کے
برونو کے چہرے اور کپڑوں کو داغدار کر گئے۔ وہ بدحواس ہو کر اچھلا اور پرے جا کھڑا
زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ تھا۔ برونو نے جھپٹ کر فرش پر ایک جانب پڑا ہوا تھیلا
جس میں سوٹ رکھا تھا۔ پھر وہ کھلے دروازے سے گزر کر اس کمرے میں آیا جہاں میز پر
بوسیدہ سی کتاب دھری تھی۔ اُسے یاد آیا کہ سمتھ نے اس کتاب کے بارے میں کیا کہا تھا
غیر اختیاری طور پر برونو نے کتاب اٹھا کر تھیلے کے ساتھ بغل میں دبائی اور کمرے سے
ہوا باہر آیا۔ ہال میں سناٹا اور تاریکی تھی۔ چھلانگیں لگاتا ہوا وہ ڈیوڑھی میں پہنچا اور
کے دروازے سے نکل گیا۔ دور تک سڑک سنسان پڑی تھی۔ پچھلے پہر کی کہر نے ہر چیز
لپیٹ میں لے لیا تھا اور برونو اس تاریکی اور دھند میں لپٹا ہوا اندھا دھند بھاگ
ویران اور تاریک سڑک پر اندھا دھند بھاگتے ہوئے ایک دو بار برونو نے
دیکھا۔ اُسے وہم تھا کہ شاید سمتھ مرا نہیں اور اب اس کے تعاقب میں آ رہا ہے۔ لیکن گہری
میں لپٹی ہوئی سڑک پر برونو کو اپنے سوا کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اُس

بغل میں دبا ہوا سوٹ اور کتاب خاصی وزنی تھی۔ کوئی دو فرلانگ تک دوڑنے کے بعد برونو
نے محسوس کیا کہ اُس کا سانس بے طرح پھول گیا ہے اور ٹانگوں میں مزید بھاگنے کی سکت
نہیں رہی۔ اُس کا منہ کھلا ہوا تھا اور پیٹ لوہار کی دھونکنی کی طرح تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔
بجلی کے ایک کھمبے کے قریب کھڑا ہو کر اُس نے دم لیا اور دوبارہ اس طرف نگاہیں دوڑائیں
جدھر سے وہ آیا تھا۔ اس کو تعجب ہوا کہ سڑک پر کوئی انسان تھا نہ آوارہ کتا۔ حالانکہ یہ شہر
کے بارونق حصے کی ایک سڑک تھی جہاں دن کے اُجالے میں یقیناً کھوے سے کھوا چھلتا ہوگا
مگر۔۔۔ اب۔۔ اس وقت یوں لگتا ہے جیسے صدیوں سے ادھر کسی انسان یا حیوان کا گزر نہیں
ہوا۔ حیرت انگیز بات یہ بھی تھی کہ گشت کرنے والا کوئی سپاہی یا چوکیدار بھی برونو کو نہیں
ملا۔ چند لمحے دم لینے کے بعد اس نے آگے بڑھنا چاہا لیکن کوشش کے باوجود اس سے
چلا نہیں گیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں بُری طرح کانپ رہی تھیں۔ بے اختیار اس کے ذہن میں
یہ خواہش نمودار ہوئی کہ وہ یہیں ... اس کھمبے کے پاس زمین پر بیٹھ جائے اور صبح ہونے تک
بیٹھا رہے، لیکن وہ یہاں زیادہ دیر نہیں رُک سکتا۔ کیا خبر کوئی پولیس مین گھومتا پھرتا ادھر
آ ہی نکلے اور وہ اُسے چور یا اُچکا سمجھ کر اپنے ساتھ تھانے لے جائے۔ پولیس اور تھانے
کے تصوّر ہی سے اُس کی روح فنا ہونے لگی۔۔۔۔۔ اُس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا اور
اگر صبح ہونے تک سمتھ کی لاش دریافت کر لی گئی اور برونو اس دوران میں پولیس کے
ہتھے چڑھ گیا تو سیدھی سی بات ہے کہ اُسی پر شبہ کیا جائے گا۔ وہ کسی طرح بھی اپنی بے گناہی ثابت
نہیں کر سکتا تھا۔

نہایت استقلال سے وہ وہاں سے چل پڑا۔ اگرچہ اُس میں بھاگنے دوڑنے کی ہمت
باقی نہ تھی۔ تاہم وہ یہاں رُکنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ دوڑنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔
اس لیے وہ درمیانی چال چلتا رہا اور دل میں سوچتا جاتا تھا کہ اگر راستے میں کسی نے پوچھ
ہی لیا کہ اس وقت وہ کہاں سے آ رہا ہے یا کدھر جا رہا ہے تو اس کا جواب کیا ہونا چاہیے۔
تھوڑی دیر بعد اس کا پھولا ہوا سانس اصلی حالت میں آ گیا۔ سینے اور پیٹ کا اتار چڑھاؤ
بھی مدھم پڑ گیا اور ٹانگوں کی لرزش بھی جاتی رہی۔ اس کا ذہن بھی کچھ کچھ کام کرنے لگا۔ جو

کچھ سمتھ کے مکان میں ہُوا تھا، وہ اب اُسے ایک بھیانک خواب کی مانند یاد آ[رہا تھا]
اُسے اپنے آپ پر شک گزرنے لگا کہ کہیں اُس نے خواب ہی تو نہیں دیکھا۔ مگر نہیں
یہ خواب ہرگز نہیں تھا۔ خواب ہوتا تو اتنی موٹی کتاب اُس کی بغل میں کہاں سے آگئی؟
یہ سوٹ ... تابوت میں پڑی ہوئی نوجوان کی لاش ... اور تابوت کے چاروں طرف مو[م بتیوں]
کا جلنا اُسے اچھی طرح یاد تھا۔ وہ لاش کس کی تھی؟ سمتھ کہتا تھا کہ یہ اس کے بیٹے کی لا[ش ہے]
ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو ... سمتھ تو خود قاتل تھا ... برونو کا ذہن پھر دھندلا[نے]
لگا۔ اُس نے زور سے اپنی گردن جھٹکی جیسے ان ڈراؤنے خیالات کو ذہن سے نکالنے [کی]
کوشش کر رہا ہو، لیکن خیالات برابر اُمنڈے چلے آ رہے تھے۔ ایک بار پھر اس [کا]
سانس پھولنے لگا، حالانکہ وہ اب دوڑ نہیں رہا تھا درمیانی چال سے آگے بڑھ رہا تھا۔

اس بار برونو نے رُک کر گردوپیش کا جائزہ لیا اور حیران و پریشان ہو کر دیکھنے [لگا]
کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ ہر شے دھند اور تاریکی میں لپٹی ہوئی تھی۔ ایک ایک فرلانگ کے
فاصلے پر لگے ہوئے بجلی کے کھمبوں کے قمقمے بھی اُس کو راستہ دکھانے اور یہ بتلانے [سے]
قاصر تھے کہ اس کا رخ کس طرف ہے کیا یہ راستہ سیدھا اُسی سڑک پر نکلتا ہے جہاں وہ خو[د]
رہتا ہے؟ اُسے محسوس ہُوا کہ یہ راستہ اُس کے لئے قطعی نامانوس اور اجنبی ہے ... [وہ]
ادھر پہلے کبھی نہیں آیا ... سخت متوحش اور خوفزدہ ہو کر وہ پھر ایک کھمبے کے نیچے جا کھڑا [ہوا]
کھمبے کے آس پاس روشنی کا دائرہ بنا ہُوا تھا۔ روشنی میں آکر اُسے کسی قدر سکون ہُوا۔ وہ پا[گلوں]
کی طرح بند دکانوں کے اوپر لگے ہوئے سائن بورڈ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اُ[س]
سڑک کا نام جان سکے، مگر حروف گڈمڈ ہو جاتے۔

دفعتاً برونو نے کچھ فاصلے پر کسی کے قدموں کی چاپ سُنی۔ اُس کا کلیجہ لرز گیا۔ کیا سمتھ [اُس]
کے تعاقب میں تو نہیں آ رہا؟ ممکن ہے وہ مرا نہ ہو ... برونو نے اس آواز کی طرف کان لگا
دیئے۔ بلاشبہ کوئی شخص اسی جانب آ رہا تھا لیکن اس کے قدموں کی آہٹ تو برونو کو سنائی دے [رہی]
تھی، آنے والا خود نظر نہیں آ رہا تھا۔ دہشت سے اس کے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو[گیا]
اس نے بھاگنا چاہا، مگر زمین نے جیسے قدم پکڑ لیے۔ پوری کوشش کے باوجود اس سے ایک

انچ بھی قدم آگے نہ بڑھایا گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اپنی جگہ پتھر کا بُت بنا اس سمت میں
دیکھ رہا تھا جدھر سے قدموں کی آہٹ آ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ آواز خاصی نمایاں ہوگئی۔
اور اب تو کسی معمولی سے شک و شبہے کی گنجائش نہ رہی۔ یقیناً کوئی اسی جانب آ رہا تھا۔
برونو نے غیر شعوری طور پر خود کو دفاع کے لیے تیار کر لیا۔ اس نے سُوٹ بائیں بغل میں
دبا لیا اور بھاری کتاب دائیں ہاتھ میں سنبھال لی۔ وہ طے کر چکا تھا کہ اگر آنے والے نے
کوئی ایسی ویسی حرکت کی، تو یہ وزنی کتاب اس کے سر پر دے مارے گا۔ یکایک دھند
کا پردہ چیرتے ہوئے ایک آدمی نمودار ہُوا۔ برونو نے دیکھا کہ وہ کوئی لمبا تڑنگا آدمی ہے
اور مزے مزے میں جھومتا ہُوا چلا آ رہا ہے۔ شاید اس نے شراب پی رکھی تھی۔ برونو نے
یہ اندازہ یوں لگایا کہ آنے والے کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ برونو کے نزدیک آ کر وہ رُکا اور
حیرت سے اُسے دیکھ کر بولا "خیر تو ہے جناب؟ آپ یہاں ... اس وقت یہاں کیسے کھڑے
ہیں؟ خدانخواستہ طبیعت تو خراب نہیں؟"

برونو کی جان میں جان آئی۔ یہ شخص سمتھ نہیں تھا ... کوئی راہ گیر تھا ... کسی شراب خانے
سے نکل کر آ رہا ہوگا۔

"م ... میں ... میں ... راستہ بھول گیا ہوں ..." برونو نے ہکلاتے ہوئے کہا:

"او ہو ... یہ تو بڑی خراب بات ہے جناب ... ایسے موسم میں ... راستہ بھول جانا ...
گھبرایئے مت ... میں آپ کو راستہ بتاتا ہوں ... فرمایئے کہاں جانا چاہتے ہیں آپ۔"

"اپنی دکان تک جاؤں گا ... میرا مکان بھی وہیں ہے ... دکان کے پچھواڑے ..."
برونو نے کہا۔ اُس کی اس بات پر اجنبی قہقہہ مار کر ہنسا اور دائیں آنکھ میچ کر طنزیہ انداز
میں کہنے لگا "یار معلوم ہوتا ہے کچھ زیادہ ہی چڑھا گئے ہو تم۔" وہ ایک دم "آپ" سے "تم" پر
اُتر آیا۔ "خیر، خیر ... کوئی بات نہیں ... ایسا ہو ہی جاتا ہے ... اب مجھے کیا معلوم کہ تمہاری
دکان کہاں ہے ... وہ دکان جس کے پچھواڑے تمہارا مکان بھی ہے۔ کچھ اتا پتا یاد ہو تو بتاؤ۔"

برونو سخت بوکھلا گیا۔ اس کا ذہن ایک بار پھر قلا بازی کھا چکا تھا۔ کیسی عجیب بات
تھی کہ اس سڑک کا نام ہی اُسے یاد نہیں آ رہا تھا جس پر اُس کی دکان تھی۔ بدحواس ہو کر اُس

کے منہ سے صرف اتنا نکل سکا۔ میں ... دراصل اس شہر میں نیا آیا ہوں ... زیادہ دن نہیں
ہوئے ... اتفاق ایسا ہے کہ اُس سڑک کا نام بھی مجھے یاد نہیں رہا جہاں میری دکان ہے۔
آپ اتنی مہربانی کریں کہ کچھ دُور میرے ساتھ چلیں ... میں تنہائی کے باعث گھبرا رہا ہوں۔
شاید راستے میں مجھے اُس سڑک کا نام یاد آجائے ...“

اجنبی نے دوبارہ قہقہہ لگایا اور کہا ”بھئی کمال کے آدمی ہو تم بھی اور بندۂ خدا
وقت گھر سے نکلے ہی کیوں تھے؟ اچھا آؤ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“

معاً برونو کو اس سڑک کا نام یاد آگیا، مگر اس نے اجنبی کو بتانا مناسب نہ جانا۔
ظاہر کرنا حماقت ہی ہوتی۔۔ بھلا کوئی قاتل اپنے گھر کا پتہ بھی کسی اجنبی کو بتایا کرتا ہے۔
دونوں تھوڑی دور چپ چاپ چلتے رہے۔ سڑک پر ان کے قدموں کی ملی جلی آوازیں اُبھرتی
رہیں۔ ایک چوراہے پر پہنچ کر اجنبی نے کہا ”یہاں سے ناک کی سیدھ میں چلتے جاؤ۔ کچھ ہی
ٹیکسی سٹینڈ ہے ... وہاں کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور کو میرا نام بتانا، وہ تمہیں گھر چھوڑ آئے گا۔
نام جان ہے ... جان سمتھ ...“

برونو کا کلیجہ پھر اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے وحشت زدہ ہو کر اجنبی کے چہرے پر
نگاہ ڈالی۔ وہ سمتھ تو نہیں تھا۔ البتہ اُس کی شکل سمتھ سے خاصی مشابہت رکھتی تھی۔
یہ شخص اُس سمتھ کا بھائی ہو جسے میں قتل کر آیا ہوں۔ اِس خیال ہی نے برونو کو مزید حواس باختہ
کر دیا۔ اس نے بھاگ نکلنا ہی مناسب جانا اور جلدی سے الوداعی سلام کر کے اُس طرف
ہولیا، جدھر چلنے کا اشارہ جان سمتھ نے کیا تھا۔

”گڈ نائٹ ... گڈ نائٹ ...“ اُس نے اپنے عقب میں جان سمتھ کی آواز سنی ... ”اب
مسٹر ... اپنا نام تو بتلاتے جاؤ۔“

لیکن برونو نے سُنی اَن سنی کر کے اپنی رفتار تیز کر دی اور لپک کر ایک بغلی گلی
میں گھس گیا۔ کوڑے کرکٹ کے ایک اونچے اور بڑے سے آہنی ڈرم کے پیچھے دبک کر
جائزہ لیتا رہا کہ اجنبی اب دُور نکل گیا ہوگا۔ چند منٹ بعد برونو اپنی کمین گاہ سے نکلا اور
دوبارہ سڑک پر آگیا۔ ایک فرلانگ چلنے کے بعد اُسے ٹیکسی سٹینڈ نظر آیا۔ دو تین ٹیکسیاں کھڑی

اور اُن کے میٹروں پر روشن حروف دُور سے صاف نظر آرہے تھے۔ بُرونو بھاگتا ہُوا اُدھر
گیا۔ پہلی ہی ٹیکسی کی اگلی نشست پر ڈرائیور بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ بُرونو کو آتے دیکھ کر وہ
مسکرایا اور دروازہ کھول کر باہر آگیا۔

”کہاں جائیے گا جناب ...؟“ ڈرائیور نے حسبِ عادت اپنی ٹوپی کا کنارہ ہاتھ سے
چھوتے ہوئے پوچھا۔ بُرونو نے پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئے اُسے اپنی دکان کا پتہ بتایا
۔ دوسرے ہی لمحے ٹیکسی حرکت میں آگئی۔ برونو نے اطمینان اور سکون کا گہرا سانس
لیا۔ لہٰذا اب اس کا ذہن پچھلے واقعات کا تجزیہ کرنے میں تیزی سے مصروف ہوگیا۔ جلد یا
بدیر سمتھ کی لاش ضرور دریافت کرلی جائے گی ... اور پھر پولیس یہ معلوم کرنے کی کوشش
کرے گی کہ سمتھ کو کس نے قتل کیا ہے۔ برونو نے خوب اچھی طرح سوچا اور یقین کرلیا کہ وہ
ایسی کوئی چیز سمتھ کے مکان میں چھوڑ کر نہیں آیا ہے ... ورنہ اس کی انگلیوں کے نشانات کسی
ذریعے پولیس کو مل سکتے ہیں۔ اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ پستول پر صرف سمتھ کی اُنگلیوں کے
نشانات پولیس کو ملیں گے۔ پستول تو برونو نے چھوا ہی نہیں تھا۔ وہ تو سمتھ کے ہاتھ میں تھا
البتہ برونو نے سمتھ کی کلائی مروڑی تھی۔ اس طرح پستول کا رُخ سمتھ کے سینے کی طرف ہوگیا
اور پستول کے ٹریگر پر اُنگلی بھی سمتھ ہی کی تھی۔

اس تصور سے کہ وہ اپنا کوئی نشان سمتھ کے مکان میں چھوڑ کر نہیں آیا ہے، برونو
کو بے حد اطمینان ہوا۔ اس کے علاوہ کسی فرد نے اُسے سمتھ کے مکان میں داخل ہوتے
یا باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا اور نہ موقع واردات کا کوئی شاہد ہی موجود تھا اور جو عینی شاہد تھا وہ
اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ اس کے علاوہ کوئی شخص یہ ثابت نہ کرسکتا کہ برونو اس رات سمتھ
سے ملنے اُس کے مکان پر گیا تھا۔ بے شک ڈورس ... اُس کی بیوی ... اس راز سے آگاہ تھی
کہ برونو آدھی رات کے قریب سِلا ہُوا سُوٹ لے کر سمتھ کے مکان پر گیا تھا۔ لیکن ڈورس
اس راز سے کبھی پولیس کو آگاہ نہیں کرسکتی تھی۔ کیا وہ اپنے شوہر کے خلاف گواہی دے گی؟
کبھی نہیں۔

برونو نے مزید ہوشیاری یہ کی کہ ٹیکسی ڈرائیور کو اپنی دکان کے سامنے رُکنے کا اشارہ نہیں

کیا، بلکہ ایک فرلانگ آگے جاکر ٹیکسی رکوائی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ وہاں سے
اپنی دکان تک آئے گا تاکہ ٹیکسی ڈرائیور کو بھی پتہ نہ چل سکے کہ وہ گاڑی سے اُتر کر کہاں
برونو کی خوش قسمتی تھی کہ ٹیکسی ڈرائیور نے وہ چند سکّے ہی قبول کر لیے جو اس کی جیب
نکلے تھے۔ غالباً جان سمتھ کا حوالہ کام آگیا تھا، ورنہ کرایہ تو زیادہ بنا تھا۔

جب ٹیکسی ڈرائیور اُسے سلام کر کے دُور نکل گیا، تب برونو واپس پلٹا اور تیز تیز
اُٹھاتا اپنی دکان تک آیا۔ یہاں بھی بازار سنسان پڑا تھا اور کسی فردِ بشر نے اُسے آتے نہیں
دُکان کا دروازہ کھولنے میں برونو سے بے شک بے احتیاطی ہوئی جونہی دروازہ کھلا
کے اوپر رسی سے بندھی ہوئی پیتل کی گھنٹی زور سے بجی اور اس کی آواز ارد گرد گونج
برونو نے اس حماقت پر زیرِ لب اپنے آپ کو ایک موٹی سی گالی دی گھنٹی کی آواز
ڈورس کے زود حس کانوں تک پہنچ چکی ہوگی اور یہ موقع ایسا نہیں کہ وہ ڈورس
اُلٹے سیدھے سوالوں کا جواب دے سکے۔ سمتھ کے قتل کا قصہ وہ ڈورس سے پوشیدہ
رکھنا چاہتا تھا۔

اور جیسا کہ برونو کو خوف تھا، وہی ہُوا۔ ابھی اُس نے مشکل سے دکان کے اندر
قدم دھرا ہی تھا کہ مکان کی طرف کھلنے والے دروازے کا پردہ ہٹا اور ڈورس نمودار
ہوئی۔ اس وقت برونو وہ موٹی سی کتاب کاؤنٹر پر رکھ رہا تھا۔ ڈورس کی آنکھیں نیند
کے خمار سے بھری ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں ملتی ہوئی آئی تھی۔ برونو کو کتاب رکھتے
اس نے دیکھ لیا تھا۔ حیرت سے ڈورس کی کھلی، اَدھ کھلی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس کے
پر نگاہ جماتے ہوئے برونو سے پوچھا :

"یہ کتاب کہاں سے اُٹھا لائے ؟ کونسی کتاب ہے یہ ؟"

ابھی برونو سوچ ہی رہا تھا کہ کیا جواب دے، اتنے میں ڈورس کی نظر اُس بنڈل
پر پڑ گئی جس میں سوٹ لپٹا ہوا تھا۔

"اچھا ہُوا تم اسے واپس لے آئے،" ڈورس نے خوش ہو کر کہا "میری خواہش تھی تم
واپس ہی لے آتے۔ اب ہم اسے خود استعمال کر سکیں گے۔"

برونو خاموشی سے ڈورس کو گھورتا رہا۔ اس مرتبہ بھی اس نے ڈورس کی بات کا جواب
نہ دیا۔ اُس کی یہ حرکت ڈورس کے لیے خلافِ توقع تھی۔ اُس نے ایک قدم آگے بڑھ کر
غور سے برونو کی صورت دیکھی اور یہ جاننے میں اُسے ذرا دقت نہ ہوئی کہ خاوند کے چہرے کا
رنگ دُھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید ہے۔ اس سردی میں بھی اس کے ماتھے پر پسینے کے
قطرے اُبھر رہے تھے۔ ڈورس نے سخت مضطرب ہو کر کہا "کیا بات ہے برونو ؟ تم پریشان
دکھائی دے رہے ہو۔ کیا سمتھ نے سوٹ لینے سے انکار کر دیا ہے ؟"

برونو نے گہرا سانس لیا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ اس حرکت کا مقصد صرف یہ
تھا کہ ڈورس جو کچھ کہہ رہی ہے وہ درست ہے، لیکن برونو کی اسی حرکت نے بیوی کو مزید
جرح کے لیے مستعد کر دیا۔ اُس نے کسی قدر تیز لہجے اور بلند آواز میں کہا :

"آخر کیوں ؟ کیا وجہ ہوئی ؟ تم نے اس کی ہدایات کے مطابق کام نہیں کیا تھا؟ پھر اُسے
کیا اعتراض ہُوا ؟"

اب برونو کے لیے ممکن نہ تھا کہ خاموش رہتا۔ اُس نے ڈورس کی نظروں سے نظریں
بچاتے ہوئے کندھے اُچکائے اور کہا :

"بات ... بات ... دراصل ... یہ ہے کہ۔ اس کے پاس پیسے ہی نہیں تھے ... اس
لیے میں سوٹ واپس لے آیا۔"

"بہت خوب ... تو گویا ساری محنت اکارت گئی،" ڈورس نے ناراض ہو کر کہا "میں تو
پہلے ہی کہتی تھی کہ یہ کام مت لو ... مگر تم نے میری ایک نہ مانی ... خواہ مخواہ راتوں کو جاگے
اور اپنی آنکھیں پھوڑتے رہے ... مجھے تو وہ شخص ... کیا نام تھا اس کا ؟ ہاں یاد آگیا۔
سمتھ ... مجھے تو وہ اچھا آدمی دکھائی نہیں دیتا تھا ..."

"خیر چھوڑو اس بات کو ..." برونو نے ٹالتے ہوئے کہا "یہ سوٹ ہم کسی اور کے ہاتھ
بیچ دیں گے اور عین ممکن ہے ایک دو دن تک سمتھ کے پاس رقم آجائے اور وہ مجھے میری اُجرت
ادا کر کے سوٹ لے جائے۔ ویسے بھی یہ کپڑا بے حد قیمتی ہے ... کوئی بھی شخص خرید سکتا ہے۔"

"وہ تو بعد کی بات ہے،" ڈورس نے جھلّا کر کہا "یہ بتاؤ کہ صبح اس کمینے یہودی مالک

مکان کو کیا جواب دو گے؟

"کہہ دوں گا ایک دو دن کی مہلت اور دے دو۔ میرا خیال ہے، میں اُسے یہ دکھاؤں گا . . ."

"مان چکا وہ اور منوا چکے تم اُس سے اپنی بات ...،" ڈورس نے منہ بنا کر کہا۔ "وہ صبح اٹھا کر باہر نہ پھینکے، تب کہنا ... ہو سکتا ہے مشین ہی اٹھا کر لے جائے۔"

بُرونو کو اُس وقت ڈورس پر سخت تاؤ آ رہا تھا۔ اُس کا جی چاہا ایسا طمانچہ اس کے ... پر مارے کہ بتیسی باہر آن پڑے، لیکن اُس نے ضبط کیا اور صرف اتنا کہا۔ "دیکھو، یہ وقت ... بحث کا نہیں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ صبح بات کریں گے۔ تم بھی اب سو جاؤ۔"

لیکن ڈورس وہیں کھڑی اُسے گھورتی رہی۔ آخر اس نے کہا: "بُرونو ... ادھر ... طرف دیکھو۔" بُرونو اس سے آنکھیں ملانا نہیں چاہتا تھا، مگر مجبوراً اُسے ڈورس کی طرف دیکھنا پڑا۔ "سچ سچ بتاؤ کیا واقعہ پیش آیا۔" بیوی کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"کیا سچ سچ بتاؤں؟" برونو نے دانت پیس کر کہا۔ "تمہارا خیال ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ تم سے کچھ چھپا رہا ہوں؟"

"ہاں، مجھے اتنا یقین ہے، تم ضرور کوئی خاص بات مجھ سے چھپا رہے ہو۔" ڈورس نے ڈپٹ کر کہا۔ "تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔"

بُرونو حیران رہ گیا۔ اُسے یقین نہیں آتا تھا کہ ڈورس جیسی سیدھی سادی اور بے وقوف ... ایسی قیافہ شناس بھی ہو سکتی ہے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اب ڈورس سے ضد یا بحث کا ... کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ وہ اُسے ڈانٹ ڈپٹ کر کے ٹال سکتا ہے، لہٰذا اس نے انتہائی ... آواز میں کہا: "ڈورس ... مجھ پر رحم کرو ... میں تمہیں صبح سب کچھ بتا دوں گا۔ ویسے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا ... سمتھ کی شخصیت سے میں نے دھوکا کھایا۔ اُس کے پاس واقعی کوئی ... نہیں تھا ... مجھے تو وہ کچھ خبطی سا آدمی لگا ... اچھا ... یہ بتاؤ چولہے میں آگ جل رہی ہے یا بجھ چکی ہے؟"

بُرونو کے اس کے اس سوال پر ڈورس کے حیران ہونے کی باری تھی۔ "کیا کہتے ہو؟

اس وقت بھلا چولہا کیوں جل رہا ہوگا؟"

"اگر چولہا نہیں جل رہا ہے، تو مہربانی کر کے یہاں سے جاؤ اور چولہا جلاؤ۔" بُرونو نے زور دے کر کہا۔

"مگر کیوں؟ کس لیے چولہا جلاؤں؟ کیا کوئی چیز پکوانا چاہتے ہو؟"

"میں کہتا ہوں جاؤ چولہا جلاؤ۔" برونو نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ "اور یہ سوٹ لے جا کر چولہے میں جھونک دو۔ جلا ڈالو اسے، اور سنو ... کسی شخص سے اس کا ذکر نہ کرنا ... اور یہ بھی مت بتانا کہ ہم سمتھ کو جانتے ہیں۔ یا یہ کہ سمتھ ہماری دکان پر کبھی آیا تھا ... بس بھول جاؤ سب کچھ ... اسی میں ہم دونوں کا بھلا ہے۔"

ڈورس نے گہرا سانس لیا اور گردن جھٹکا کر بولی: "کیا بک رہے ہو برونو؟ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ یہ سوٹ بہت قیمتی ہے اور تم اسے کسی بھی آدمی کے ہاتھ بیچ کر اچھے خاصے پیسے کما لوگے اور اب تم کہتے ہو کہ اسے چولہے میں جھونک دو ... ذرا غور کرو ... اتنا قیمتی کپڑا میں چولہے میں جھونک دوں!"

"ہاں ہاں ... جلا ڈالو اسے ... فوراً جلا ڈالو ..." بُرونو نے آہستہ سے کہا۔ "خدا کے لیے اسے لے جاؤ اور ابھی جلا دو ..."

ایک دم ڈورس کی دونوں آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔ پھر اُس نے جھپٹ کر وہ بنڈل اُٹھایا جس میں سوٹ لپٹا ہوا تھا اور بُرونو سے کچھ کہے بغیر جدھر سے آئی تھی، اُدھر چلی گئی۔ اس کو روتے دیکھ کر برونو کے کلیجے پر گھونسا لگا۔ اُسے اپنے رویے پر ندامت ہونے لگی۔ ڈورس کو سمجھانے کے لیے اُس نے پیچھے پیچھے جانا چاہا، لیکن پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ سوال جواب کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائے گا، اور اس وقت وہ بیوی کو یہ بتا کر مزید ہراساں نہیں کرنا چاہتا تھا کہ سمتھ اس کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔

ڈورس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک برونو بے حس و حرکت وہیں کھڑا رہا، پھر اس نے دکان کا بیرونی دروازہ اندر سے مقفل کیا وہ واپس اس دروازے کی طرف جا رہا تھا جو مکان کی طرف کھلتا تھا کہ کاؤنٹر پر پڑی ہوئی اس قدیم وزنی کتاب پر نگاہ پڑی۔ غیر شعوری طور پر

برُدنو نے کتاب اٹھا کر بغل میں دبائی اور دکان کے پچھواڑے سے ہوتا ہوُا اپنے کوارٹر [illegible] ہوُا۔ اس نے دیکھا کہ ڈورس باورچی خانے میں بیٹھی چولہا سلگانے میں مصروف ہے۔ [illegible] نے چولہے میں آگ جلا بھی دی تھی اور اب بنڈل کھول کر وہ سُوٹ نکال رہی تھی۔ [illegible] نے برونو کے قدموں کی آہٹ سن لی ہوگی۔ مگر وہ اپنے کام میں لگی رہی اور یہ ظاہر کیا کہ [illegible] خاوند کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ برونو نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہ جانا اور سیدھا اپنے [illegible] کی طرف گیا۔ کتاب اس نے اپنے سرہانے پٹخ دی اور پھر جیکٹ اُتاری۔ جیکٹ اتار کر [illegible] وہ بستر پر بیٹھ گیا اور کتاب اٹھا کر اُس کے اوراق اُلٹنے پلٹنے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ بڑبڑاتا [illegible] تھا: "بدمعاش کہتا تھا کہ اُس نے اپنے سارے ہیرے جواہر اور نادر و نایاب چیزیں [illegible] کتاب خریدی تھی اور اس کتاب کے ذریعے وہ اپنے مُردہ بیٹے کا سوٹ سلوانا چاہتا تھا۔ بے وقوف... احمق... پاگل۔" ان الفاظ کے بعد یکایک برُونو کی نظر کتاب کے پہلے صفحے پر پڑی۔ قدیم گاتھک طرز کے حروف میں کتاب کا نام لکھا تھا۔ حروف سیاہ رنگ کے اور خاصے جلی تھے۔ [illegible] برُدنو کوشش کے باوجود کتاب کا نام نہیں پڑھ سکا۔ البتّہ اُسے اتنا اندازہ ضرور ہوُا کہ کتاب کا موضوع طلسمات اور جادُو ٹونے وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر اس نے کتاب درمیان سے کھولی۔ ہر جگہ لاطینی حروف اور عبارتیں درج تھیں۔ جنہیں وہ اپنی جہالت کے باعث [illegible] نہیں سکتا تھا۔ کتاب میں جا بجا عجیب و غریب نقشے اور تصویریں بھی بنی تھیں۔ دفعتاً الٹے ہاتھ کے صفحے پر بنے ہوئے ایک نقشے پر برونو کی نگاہیں جم گئیں اور اس کے بدن میں [illegible] ہلکی تھرتھری سی چھوٹ گئی۔ یہ تو اُسی سوٹ کا نقشہ تھا جو سمتھ نے برونو کو سینے کے لیے دیا [illegible] اُس میں گردن، بازو، کمر اور ٹانگوں کے خاکے بنائے گئے تھے اور ہر خاکے کے نیچے عجیب نامانوس اور ناقابلِ فہم ہندسوں میں کچھ حساب کتاب درج تھا۔ برونو نے خیال کیا کہ شاید یہ پیمائش ہو۔ اس نے مضطرب ہو کر ورق اُلٹا اور اس مرتبہ دہشت سے کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گری۔ جو صفحہ اب اس کے سامنے تھے، اُس پر ایک انسانی ڈھانچے کی تصویر بنی [illegible] برونو نے محسوس کیا کہ ڈھانچے کی آنکھوں کے خالی خالی حلقوں سے روشنی کی کرنیں سی پھوٹ رہی ہیں۔ اس نے نگاہیں ہٹا لیں اور دل میں کہا یہ یقیناً نظر کا فریب ہے۔ بھلا کاغذ پر بنی

کسی تصویر کی بے جان آنکھوں کے خالی حلقے بھی چمک سکتے ہیں؟ اس نے دائیں ہاتھ سے رومال نکالا جو تکیے کے نیچے ہی رکھا رہتا تھا۔ رومال سے اُس نے اپنی دونوں آنکھیں باری باری صاف کیں۔ پھر ڈھانچے کی تصویر غور سے دیکھی۔ بلاشبہ یہ فریبِ نظر نہیں تھا۔ خالی حلقوں کے اندر روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ برونو نے بدحواس ہو کر کتاب بند کر دی۔ اُس کی اُنگلیاں کانپ رہی تھیں۔ اُس کا جی چاہا کہ اس کتاب کو بھی لے جا کر آگ میں جھونک دے۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ دماغ کے انجانے گوشوں سے بار بار یہی تقاضا ہو رہا تھا کہ کتاب کھول کر دیکھو، چنانچہ نہ چاہتے ہوئے بھی برُونو نے کتاب تیسری مرتبہ کھولی اور اس بار اس کے سامنے ایک ایسا صفحہ کھل گیا جس میں ایک انسانی ڈھانچے نے وہی سوٹ پہن رکھا تھا جو برونو نے اپنے ہاتھوں سیا تھا۔

اور پھر ایک عجیب تماشا ہوُا۔ برونو کے دیکھتے دیکھتے یہ ڈھانچہ ایک خوش رُو نوجوان میں تبدیل ہو گیا۔ اُس نوجوان کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور برونو کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی جیتے جاگتے آدمی کو دیکھ رہا ہے۔ "خدا کی پناہ!" بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا اور اس نے زور سے کتاب بند کر کے ایک طرف پھینک دی۔ پھر اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کاغذ پر بنا ہوُا ایک انسانی ڈھانچہ جیتے جاگتے آدمی میں بدل جائے؟ نہیں... ایسا نہیں ہو سکتا۔ مگر برونو نے تو خود اپنی آنکھوں سے ایسا ہی دیکھا تھا۔ "یہ سب شیطانی چکر ہیں۔" اس نے بڑبڑا کر جیسے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ یقیناً جادو اور طلسمات سے بھری ہوئی کتاب ہے... مجھے فوراً اسے جلا دینا چاہیئے۔"

وہ لپک کر اُٹھا، فرش پر پڑی ہوئی کتاب اُٹھائی اور سیدھا باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ڈورس اب تک سوٹ جلا کر راکھ کر چکی ہو گی۔ لیکن یہ دیکھ کر وہ حیران ہوُا کہ چولہا سرد پڑا ہے اور بیگم باورچی خانے میں موجود نہیں۔ وہ گم سم کھڑا سوچتا رہا کہ ڈورس کہاں چلی گئی! ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے خود دیکھا کہ وہ چولہا جلا رہی تھی۔ چولہے میں آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے بھی اُس نے دیکھے تھے... کیا یہ بھی کوئی فریبِ نظر تھا یا حقیقت؟ برونو نے غیر یقینی کیفیت میں باورچی خانے کے اردگرد جھانکا، لیکن ڈورس وہاں نہیں تھی۔ پھر یکایک اس کی نظریں لکڑی کے بنے ہوئے نعمت خانے پر جم گئیں...... نعمت خانے کے اوپر ہی وہ تھیلا دھرا تھا،

جس میں سوٹ بند کر کے وہ سمتھ کے گھر تک لے گیا تھا۔ برونو نے جھپٹ کر تھیلا کھولا مگر وہ تو خالی تھا۔ اس کے اندر سوٹ دکھائی نہیں دیا۔ سوال یہ ہے کہ ڈورس نے اگر سوٹ نذرِ آتش نہیں کیا، تو پھر کہاں گیا اور دوسرا سوال یہ تھا کہ خود ڈورس کدھر غائب ہوگئی۔

"ڈورس کہاں ہو تم"؟ برونو نے آواز دی، لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

لمحہ بہ لمحہ برونو کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ دکان کے پچھلے حصّے میں داخل ہوا، وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ برونو کو کچھ نظر نہ آیا۔ ایک بار پھر اُس نے ڈورس کو پکارا۔ اس مرتبہ اُس کی آواز میں لرزش کے ساتھ خوف کی آمیزش بھی تھی۔ جیسے اُس نے خود ہی محسوس کیا۔ اس بار بھی کا ڈورس نے کوئی جواب نہ دیا۔ برونو کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ معاً اُس کے کان میں کھڑکھڑاہٹ کی سی آواز آئی۔ یہ آواز دکان کے بیرونی شوکیس کی طرف سے آئی تھی۔ وہ جلدی سے اُدھر گیا۔ لیکن فوراً ہی ٹھٹھک کر رُک گیا۔ اُس نے ڈورس کو کسی سے باتیں کرتے سُنا۔ بے شک وہ ڈورس ہی کی آواز تھی۔ مگر... اس وقت رات کے پچھلے پہر... اندھیرے میں ... وہ کس سے باتیں کر رہی تھی؟ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے سرگوشیاں کی جاتی ہیں۔

برونو جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ ڈورس کس سے باتیں کر رہی ہے۔ برُونو نے اپنا سانس روک لیا اور کان اس کی طرف لگا دیے۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہم پر کیا بیت رہی ہے؟" برونو کے کان میں ڈورس کی مدھم آواز آئی جیسے وہ کسی نامعلوم ہستی کے سامنے گڑگڑا رہی ہو۔ "کاش تمہیں ہمارے حالات کی خبر ہوتی۔ لیکن تم آخر کر بھی کیا سکتے ہو؟ آج تک تم نے ہمارے لیے کچھ بھی تو نہیں کیا... جبکہ ہم تمہارے لیے بہت کچھ کرتے رہے ہیں... مگر... اب وقت آگیا ہے کہ تم کچھ کرو..."

نہایت احتیاط سے... برونو پنجوں کے بل آگے کھسکنے لگا۔ اب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے ہی والا تھا۔ دبے پاؤں چلتا ہُوا وہ دکان کے بیرونی حصّے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ڈورس وہیں دروازے کے قریب کھڑی کسی سے باتیں کر رہی تھی... اور پھر برونو دم بخود رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ڈورس شوکیس کے اندر بند انسانی ڈمّی سے مخاطب تھی۔

"ڈورس... یہ کیا کر رہی ہو تم؟" برونو نے ایک دم کہا۔ اس کی آواز سنتے ہی ڈورس

بدحواس ہو کر پیچھے ہٹی اور ادھر دیکھنے لگی جدھر سے آواز آئی تھی۔ پھر اس نے بھی برونو کو اندھیرے میں کاؤنٹر کے پاس کھڑے دیکھ لیا۔ اطمینان کا لمبا سانس کھینچ کر ڈورس نے کہا "ارے! تم یہاں کب سے ہو، برونو؟"

لیکن برونو کی نگاہیں اب ڈورس سے ہٹ کر انسانی ڈمّی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے بے جان بدن پر وہی سُوٹ تھا جو برونو نے سمتھ کی فرمائش پر سیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈورس نے برونو کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور سوٹ آگ میں نہیں جھونکا، بلکہ اس ڈمّی کو لا کر پہنا دیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس اندھیرے میں یہ سوٹ ستاروں کی مانند جھلملا رہا تھا اور اس میں سے آگ کی چنگاریاں سی نکلتی دکھائی دیتی تھیں۔ برونو نے ڈورس کی طرف ایک قدم اور بڑھایا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا:

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اس منحوس سوٹ کو آگ میں جلا دو۔ کیا یہ نہیں کہا تھا میں نے؟ پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ بولو، جواب دو"۔

"ہاں، تم نے کہا تھا... مگر میں ایسا نہیں کر سکتی تھی..." ڈورس نے کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے... تمہیں احساس نہیں کہ یہ کپڑا کس قدر قیمتی ہے... اسے آگ میں جھونک کر بھلا ہمیں کیا مل جاتا؟ میں نے سوچا اوٹو کا لباس بہت پُرانا اور بوسیدہ ہوگیا ہے، کیا حرج ہے اگر میں اسے پہنا دوں۔"

"بہت خوب... تو گویا میرا دماغ خراب ہے۔" برونو غرّایا۔ "اور تمہارا دماغ درست ہے۔ تم نے یہ نہ سوچا کہ اتنا قیمتی کپڑا اس ڈمی کو پہنانا کتنی بڑی حماقت ہے۔"

ڈورس مسکرائی اور تاریکی میں اس کے سفید دانت اس طرح چمکے جیسے خنجر کی دھار۔ برُونو خوف زدہ ہوگیا۔ ڈورس نے ڈمّی کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا، "یاد کرو برونو، اس ڈمّی کا نام میں نے ہی رکھا تھا... اور یہ پُرانا سوٹ جو اس کے بدن پر ہے، یہ بھی میں نے ہی تم سے سلوایا تھا... شاید تم نہیں جانتے کہ مجھے اوٹو سے کس قدر پیار ہے۔ میں ہمیشہ اس سے باتیں کیا کرتی ہوں۔ یہ میرا بہت پُرانا دوست ہے اور مجھے یقین ہے یہ بھی مجھے پسند کرتا ہوگا۔ بعض اوقات میں اس سے ایسی باتیں بھی کر لیتی ہوں

جو تم سے کہنے کا موقع نہیں ملتا۔"

بردنو کے دل پر ڈورس کے اس جملے سے جیسے رشک و حسد کی چھریاں چل گئیں۔

"اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اب تک اسی خوش فہمی کا شکار رہا کہ تم مجھ سے ہر بات کہتی ہو۔ آج معلوم ہوا کہ تمہیں مجھ سے اتنی محبت نہیں جتنی اس ڈمی سے ہے۔ ۔ ۔ تم نے یہ کہہ کر مجھے سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ ۔" اور یہ کہتے ہی بردنو کسی معصوم بچے کی طرح دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر رو پڑا۔ ڈورس نے قریب آن کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی: "مجھے غلط مت سمجھو، بردنو۔ ۔ چونکہ تم ہر وقت اپنے کام ہی میں مصروف رہتے تھے اور تمہارے پاس مجھ سے باتیں کرنے کا وقت نہ تھا اس لیے ۔ ۔ ۔"

"مجھے معاف کر دو ڈورس۔ ۔ ۔ خدا کے لیے معاف کر دو۔" بردنو کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ڈورس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ بردنو کو یوں روتے دیکھ کر اس کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ اُسے دلاسا دینا چاہتی تھی لیکن اس کا طریقہ اس کے ذہن میں نہیں آرہا تھا۔ بردنو ہچکیاں لیتے ہوئے کہہ رہا تھا :

"میں جانتا ہوں ڈورس۔ ۔ ۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم تنہا رہتی ہو۔ ۔ ۔ میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ مگر مجھے وقت نہیں ملتا۔ اگر ہم باتیں کرنے ہی میں لگے رہیں تو کھائیں گے کیا؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو بردنو۔ ۔ ۔ مجھے اس کا شدت سے احساس ہے۔" ڈورس نے کہا۔ "میں نے تم سے کبھی گلہ شکوہ نہیں کیا۔ ۔ ۔ تمہاری مصروفیت دیکھ کر میں نے اڈو کو اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اس سے باتیں کر کے میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتی ہوں۔ اڈو میری ہر قسم کی باتیں چپ چاپ سن لیا کرتا ہے۔ اس کے پاس میری باتیں سننے کے لیے بہت وقت ہوتا ہے۔ ۔"

"خیر، خیر۔ ۔ ۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" بردنو کو ڈورس کی معصومیت اور بے چارگی پر بے حد ترس آرہا تھا۔ اُس نے ہچکیوں میں کمی کرتے ہوئے کہا: "یہ باتیں ہم کسی وقت کریں گے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم یہ منحوس سوٹ اڈو کے اوپر سے اتار دو اور باورچی خانے میں لے جا کر جلا دو۔ جاؤ، میری بات مانو۔ اسی میں ہم دونوں کا بھلا ہے۔"

ڈورس اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ بردنو کی اس بات پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔

"تم نے سنا نہیں میں کیا کہتا ہوں؟" بردنو نے اس مرتبہ سختی سے کہا۔ "جاؤ، اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اس سوٹ کو جلا ڈالو۔ مجھے یہ جادو کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے ۔ ۔ ۔"

"یہ محض تمہارا وہم ہے بردنو۔" ڈورس نے آہستہ سے کہا۔ "محض وہم ۔ ۔ ۔ اتنا قیمتی کپڑا جلا کر ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اور پھر یہ تو سوچو کہ تم نے اس پر کتنی مشقت کی ہے۔ یہ سوٹ بڑی آسانی سے اپنی قیمت ادا کر دے گا اور ہمیں اس وقت ایک ایک پیسے کی شدید ضرورت ہے۔ وہ یہودی صبح سویرے ہی کرایہ لینے آدھمکے گا۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ وہ کیا کہہ گیا تھا؟"

"مجھے سب یاد ہے۔" بردنو نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اور میں یہ بھی نہیں بھولا کہ وہ یہودی صبح آئے گا۔ مگر اس کی تم فکر نہ کرو۔ ۔ ۔ میں اس کمینے سے نمٹ لوں گا۔ اس وقت سب سے ضروری کام یہ ہے کہ ہم اس منحوس کپڑے سے چھٹکارا پا لیں۔ اگر تم اسے جلانے پر رضامند نہیں ہو، تب بھی کوئی بات نہیں۔ یہ کام میں خود سرانجام دے لوں گا۔ کاش! تمہیں پتہ ہوتا کہ اگر یہ سوٹ ضائع نہ ہوا تو ہم پر کتنی بڑی آفت نازل ہو سکتی ہے۔"

ڈورس ایک قدم آگے آئی اور بردنو کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ بردنو نے گھبرا کر منہ پرے کر لیا۔ ڈورس نے کہا :

"مجھے پہلے بھی شک تھا کہ تم ضرور کوئی خاص بات مجھ سے چھپا رہے ہو۔ لیکن اب یقین ہو چکا ہے کہ کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہے۔ سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ مسٹر سمتھ تو یہ سوٹ سلوانے کے لیے سخت بے چین تھے اور میں نہیں سمجھتی کہ جب تم اُن کا کام مکمل کر کے لے گئے تو وہ اُجرت ادا نہیں کر سکے، حالانکہ وہ مجھے خاصے مالدار آدمی نظر آتے تھے۔"

بردنو نے غرّا کر کہا: "اس بدمعاش کا نام میرے سامنے مت لو۔ وہ مر چکا ہے۔"

ڈورس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "کیا کہتے ہو؟ وہ مر چکا ہے؟ تم مسٹر سمتھ کے

بارے میں کہہ رہے ہو؟"

"ہاں ہاں، میں اس کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ وہ مر چکا ہے، اس وقت زندہ نہیں
ہے۔" برونو نے جواب دیا۔

"لیکن ... ابھی ... ابھی تم کہہ رہے تھے کہ اُس کے پاس اُجرت ادا کرنے کو کچھ نہیں
تھا، اس نے خود تم سے یہ بات کہی ... اور اب تم کہتے ہو کہ وہ مر گیا۔"

"میں ٹھیک کہتا ہوں ... وہ مر چکا ہے ... اب خدا کے لیے فضول جرح کر کے
دماغ مت چاٹو اور آگے سے ہٹ جاؤ تاکہ میں یہ سوٹ اتاروں۔"

ڈورس نے جیسے اُس کی بات ہی نہیں سُنی۔ "جب تک تم مجھے ساری بات تفصیل
نہیں بتاؤ گے، میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ تم تو کہتے تھے کہ مسٹر سمتھ نے یہ سوٹ اپنے
کے لیے سلوایا ہے۔ یا پھر تمہاری اُجرت ادا نہیں کر سکا تو تم بیٹے سے وصول کر سکتے
نے سمتھ کے بیٹے سے بات کی ہوتی۔"

"اوہو، تم بولنے سے باز نہیں رہ سکتیں۔" برونو جھلا گیا۔ "تفصیل سے ساری بات
چاہتی ہو، تو سنو۔ میں نے اُسے قتل کر دیا۔"

دہشت زدہ سی ہو کر ڈورس پیچھے ہٹ گئی اور اُس نے کاؤنٹر کا سہارا لیا
اُسے قتل کر دیا؟ سمتھ کے بیٹے کو تم نے قتل کر دیا؟"

"نہیں نہیں ... میں نے سمتھ کے بیٹے کو قتل نہیں کیا۔" برونو نے ہانپتے ہوئے
بلکہ سمتھ کو قتل کیا ... دراصل یہ سب کچھ ایک اتفاق کے تحت ہوا۔ ورنہ میری نیت
کو قتل کرنے کی ہرگز نہ تھی۔ وہ اپنی حماقت کی وجہ سے مارا گیا ... مگر اب میری بات
کون یقین کرے گا؟"

"سمجھ میں نہیں آتا تم کیا اناپ شناپ بک رہے ہو۔" ڈورس نے بے یقینی کے
انداز میں کہا۔ "آخر کیا اتفاق ہوا؟ تم تو سمتھ کو یہ سوٹ دینے گئے تھے؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔" "میں خود ابھی تک نہیں سمجھ پایا کہ یہ سب کچھ کیوں اور کیسے
گیا۔" برونو نے کہا۔ "جب میں اُس کے مکان پر پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ اس کے پاس ابھی

پیسے کچھ نہیں ہے ... وہ کہتا تھا کہ میں بل بنا کر بھیج دوں، وہ چند دن بعد مجھے رقم ادا کر دیگا۔
نے کہا کہ پھر چند دن بعد ہی سوٹ مجھ سے لے لینا۔ اس پر سمتھ نے مجھ سے سوٹ چھیننے کی
کوشش کی۔ ڈورس یقین کرو، وہ مجھے پاگل لگتا تھا۔ اُس نے ایک کمرے میں تابوت میں
اندر اپنے نوجوان بیٹے کی لاش بند کر رکھی تھی ... وہ لاش دو ہفتے سے وہاں پڑی تھی ...
وہ کہتا تھا کہ اس نے یہ سوٹ اس لیے سلوایا ہے کہ وہ اپنے مردہ بیٹے کو پہنائے گا تاکہ
اسے زندہ کر سکے۔ سمتھ نے یہ فن جادو کی ایک کتاب سے سیکھا تھا۔ یہ وہی کتاب ہے
میں وہاں سے اُٹھا لایا ہوں ... سمتھ کہتا تھا کہ اُس نے اپنی تمام قیمتی چیزیں بیچ کر یہ کتاب
حاصل کی تھی ..."

"مجھے یہ بتاؤ، برونو، کہ تم نے سمتھ کو قتل کیوں کیا؟" ڈورس نے پوچھا۔ "کیا محض اس لیے
کہ اس کے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنی سی بات پر ایک
شخص کو موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔ تم تو ایک مکھی مارنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے، چہ جائیکہ
ایک آدمی کو ہلاک کر ڈالو۔"

"بتا تو رہا ہوں کہ سمتھ نے زبردستی مجھ سے سوٹ لینا چاہا اور جب میں نے انکار
کیا تو اس نے پستول نکال لیا۔ اس کے بعد ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ یقین کرو اگر میں اپنے
بچاؤ کے لیے جدوجہد نہ کرتا، تو وہ مجھے گولی مار کر ہلاک کر دیتا۔ پھر بھی میں نے کوشش کی
کہ جان بچا کر چلا آؤں، لیکن اس نے مجھے نہیں چھوڑا اور وہ پستول سے گولی چلانا ہی چاہتا
تھا کہ میں نے اس کی کلائی مروڑ دی۔ ٹریگر پر اس کی اُنگلی پہلی ہی دبی ہوئی تھی۔ اسی
کھینچا تانی میں ٹریگر پر اُس کی اُنگلی دب گئی اور گولی اس کے سینے میں جا لگی ... پھر وہ
مر گیا ..."

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جان بوجھ کر سمتھ کو نہیں مارا۔"
ڈورس نے کہا۔ "یہ صرف اتفاقیہ طور پر ہوا؟"

"ہاں ... قطعی اتفاقیہ طور پر ... بھلا مجھے تم سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟"
برونو نے کہا۔ "اب میں سوچتا ہوں، تو احساس ہوتا ہے کہ سمتھ کا دماغ خراب تھا۔ بھلا

مُردے بھی زندہ ہوتے ہیں؟ وہ اپنے مردہ بیٹے کو جادو کے ذریعے زندہ کرنا چاہتا
بہرحال سمتھ مر چکا اور اب مجھے اس کا قاتل سمجھا جائے گا۔ اسی لیے میں بار بار زور د
ہوں کہ اس منحوس سوٹ کو جلا کر راکھ کر دو۔ یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ میرا اور سمتھ
تعلق تھا۔"

ڈورس نے گہرا سانس لیا اور تشویش بھرے لہجے میں بولی: "اب میں سار
سمجھی، خدا ہم دونوں پر رحم کرے: یہ بیٹھے بٹھائے کس آفت میں پھنس گئے ہم" اس
نے برُونو کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔ "مجھے افسوس ہے، بَرونو کہ میں نے تم سے بدز
اور تمہارا حکم ماننے سے انکار کیا... مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا سمتھ کو واقعی کامل یقین تھا ک
سوٹ کے ذریعے... جسے تم جادو کا سوٹ کہتے ہو... اپنے مردہ بیٹے کو زندہ کر سک
ہاں... اُسے کامل یقین تھا، ورنہ وہ اتنا قیمتی کپڑا کیوں خریدتا؟ اور پھر
سی کتاب۔ یقین کرو ڈورس، وہ عجیب و غریب کتاب ہے۔ اسی میں سے سمتھ نے
سوٹ کا نقشہ اور سِلوانے کی تدبیر نکالی تھی۔ تم وہ کتاب دیکھو، تو حیران رہ جاؤ۔ اس
بعض تصویریں بنی ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور حرکت کر رہی ہیں۔"

"خدا رحم کرے!" ڈورس خوف زدہ ہو کر بولی اور جلدی سے اپنی چھاتی پر کراس
انگلی کی مدد سے بنایا۔ "خدا رحم کرے! میرا خیال ہے ہمیں وہ کتاب بھی جلا دینی چاہیے

"کتاب سے پہلے سوٹ جلانا ضروری ہے۔" برونو نے کہا۔ "کتاب فی الحال ہم
رکھیں گے۔ بعد میں اُسے بھی نذرِ آتش کر ڈالیں گے۔"

"لیکن سنو تو۔ ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔" ڈورس نے کہا۔ "اگر ہم
سوٹ اور کتاب جلا دیں تو ہمارے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہ رہے گا۔ تم پولیس
بتا سکتے ہو کہ تمہاری نیت سمتھ کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تم تو اس کے آرڈر پر تیار کردہ سوٹ
لے کر گئے تھے۔ وہاں سمتھ نے تم سے جھگڑا کیا اور پستول نکال کر تمہیں ہلاک کرنا چاہا
حفاظت خود اختیاری کے تحت... تم اپنی صفائی میں یہ دونوں چیزیں پیش کر سکتے

برونو نے چند لمحے ڈورس کے اس مشورے پر غور کیا، پھر نفی میں گردن ہلائی۔ "ڈا

سیدھی سادی گھریلو قسم کی عورت ہو۔ تم پولیس والوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں کہ یہ
لوگ قتل وغیرہ کی وارداتوں میں کس طرح اپنی کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ جو واقعہ میں تمہیں ابھی
سنا چکا ہوں، اگر پولیس والوں کو من و عن اسی طرح سنا دوں، تو وہ کبھی اس پر یقین نہیں کریں گے۔
یہ سوٹ اور جادو کی وہ کتاب بقول تمہارے بہترین ثبوت ہیں میری بے گناہی کے۔ لیکن تمہیں
کیا خبر کہ یہی دونوں ثبوت پولیس میرے خلاف استعمال کر سکتی ہے اور اُسے عدالت میں یہ
ثابت کرتے کچھ دیر نہ لگے گی کہ میں نے دیدہ و دانستہ سمتھ کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔ اگر میں
پولیس کو بتاؤں کہ سمتھ نے مجھے اُجرت ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، تو یہ بات بھی صریحاً
میرے خلاف جائے گی اور پولیس کہے گی کہ چونکہ سمتھ نے مجھے اُجرت ادا نہیں کی، اس لیے
میں نے مشتعل ہو کر اُسے قتل کر دیا۔ کتاب کے بارے میں بھی وہ مجھ پر الزام لگا سکتی ہے کہ میں
اُسے سمتھ کے مکان سے چُرا کر لایا ہوں اور بلاشبہ کتاب بہت پرانی اور نہایت قیمتی معلوم
ہوتی ہے۔ سمتھ نے اُسے حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام دولت صرف کر دی تھی...."

ڈورس پریشان ہو کر بَرونو کی صورت تک رہی تھی۔ آخر اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے تم
خود ہی پولیس کو سب کچھ بتا دو...."

"کیا بکتی ہو تم؟" برونو کا خون کھول گیا۔ اُسے ڈورس سے اتنی احمقانہ بات کی توقع نہ
تھی۔ "پولیس کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں اور پھانسی پر لٹک جاؤں؟"

"میرا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں تھا برونو۔" ڈورس نے آہستہ سے کہا۔ "تم اگر تمام واقعہ
صاف صاف بتا دو گے، تو مجھے یقین ہے پولیس کو یقین آجائے گا۔"

"بے شک پولیس کو یوں پورا یقین آجائے گا کہ میں نے اشتعال میں آن کر سمتھ کو مار ڈالا۔" برونو
غرّایا۔ "تم چاہتی ہو کہ مجھ سے چھٹکارا مل جائے؟ اگر ایسی بات ہے تو میں خود تمہیں چھوڑنے کو
تیار ہوں، لیکن تمہارا یہ مشورہ ہرگز نہیں مانوں گا۔ میں ان دونوں چیزوں کو جلا کر ہی دم لوں گا۔"

"خدا کے واسطے برونو، مجھے غلط نہ سمجھو۔" ڈورس نے روتے ہوئے کہا۔ "سچ بولنے ہی
میں بہتری ہے۔"

"ہرگز نہیں... کبھی نہیں۔" برونو نے دانت پیسے اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تاکہ ڈِبی پر

سے سُوٹ اتارے۔ لیکن ڈورس نے اس کا راستہ روک رکھا تھا۔

"سنو برونو ..." ڈورس نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ "اگر تم پولیس کو نہیں بتاؤ گے تو میں سب کچھ بتا دُوں گی۔"

برونو کا سانس جیسے سینے میں رُک گیا۔ چند ثانیے تک اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ آخر اس نے کہا:

"ڈورس ... کیا تم اپنے حواس میں ہو؟"

"ہاں برونو، میں قطعی اپنے حواس میں ہوں۔" ڈورس نے سکون سے کہا۔ "میں پولیس کو بتاؤں گی۔ ہم اچھے شہری ہیں اور ہمیں قانون کو دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ سچ سچ بتا دینے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بات میں تمہارے اور اپنے کے لیے کہہ رہی ہوں۔"

اور یہ کہتے ہی ڈورس نے کاؤنٹر کے پرلی طرف رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ برونو بھونچکا ہو کر ڈورس کو تک رہا تھا۔

"کیا کر رہی ہے بے وقوف عورت؟" برونو گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔ "ٹیلی فون رکھ دے۔"

لیکن ڈورس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ "برونو، ہم دونوں اپنی ضمیر پر کسی انسانی قتل کا بوجھ زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر پائیں گے۔"

برونو غصّے سے پاگل ہو گیا۔ اس کی یہ مجال! اس نے جھپٹ کر ڈورس کے ہاتھ سے ٹیلی فون کا ریسیور چھینا اور کاؤنٹر پر پھینک دیا، پھر دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ڈورس چلائی۔ مگر ہر لمحہ اُس کی گردن پر برونو کی گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔ اس کے لبوں سے بے تحاشا مغلظات کی بوچھاڑ جاری تھی۔ ڈورس نے برونو کی گرفت سے آزاد ہونے میں اُسے زور سے دھکا دیا۔ برونو کاؤنٹر سے ٹکرایا، اس پر رکھا ہوا ٹیلی فون پرلی طرف پر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ڈورس بُری طرح چیخ رہی تھی۔ برونو سنبھل کر ڈورس پر لپکا اور اس مرتبہ اُس نے ڈورس کا گلا اپنے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ ڈورس نے جان بچانے کے لیے دیوانہ وار جدوجہد کی۔ وہ اگرچہ دُبلا پتلا آدمی تھا اور ڈورس اس کی نسبت کہیں زیادہ صحتمند تھی۔ تاہم اس وقت برونو میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی تھی کہ اس نے بیوی کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر آنے لگیں اور حلق سے نکلنے والی چیخیں حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئیں۔

ڈورس نے آخری کوشش کرتے ہوئے زوردار لات برونو کے پیٹ میں ماری۔ برونو کے لیے یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ اس نے ڈورس کی گردن چھوڑ دی اور وہ الٹ کر گرا۔ اس کے گرتے ہی ڈورس بپھری ہوئی شیرنی کی طرح برونو کی چھاتی پر سوار ہو گئی اور اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے اُس کے چہرے کو لہولہان کر ڈالا۔ لیکن برونو پر کوئی اثر نہ ہوا وہ جیسے اپنے آپے ہی میں نہ تھا۔ اس نے ایک ہی جھٹکے سے ڈورس کو پرے پھینکا۔ برونو کے دونوں رخساروں اور ناک سے خون بہہ رہا تھا اور ڈورس کو اس کی شکل بڑی بھیانک لگ رہی تھی۔ دانت پیس کر وہ نہایت جارحانہ انداز سے ڈورس کی طرف بڑھا جو دکان کے ایک گوشے میں سہمی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ برونو نے اچھل کر اس کی گردن پھر اپنے ہاتھوں میں جکڑ لی۔ اس کی انگلیاں آہنی سلاخوں کی طرح ڈورس کی گردن میں اُتری جا رہی تھیں۔ وہ گھٹی گھٹی آواز میں چلائی:

"اوٹو ... اوٹو ... میری مدد کرو ... مجھے برونو سے بچاؤ۔" برونو کا دباؤ ڈورس کی گردن پر بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ دوبارہ نحیف آواز میں چیخی:

"اوٹو ... بچاؤ ... اوٹو ..."

دفعتاً شیشے کا شوکیس چرچ گیا اور برونو نے دیکھا کہ اُس کے اندر ایک ثانیے کے لیے برقی چمک پیدا ہوئی۔ اُس کی اُنگلیاں، ابھی تک ڈورس کی گردن پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس نے گردن موڑ کر شوکیس کی طرف دیکھا، جہاں چند لمحے پہلے اوٹو کا مجسمہ کھڑا تھا۔ وہاں اب اندر برونو کو سرخ رنگ کی پُراسرار شعاعیں سی گردش کرتی نظر آ رہی تھیں۔ ڈورس کی گردن پر اس کی گرفت خود بخود ہلکی پڑ گئی۔ اس اثنا میں ڈورس نے تیسری بار اوٹو کو مدد کے لیے پکارا اور برونو نے اس مرتبہ دیکھا ... اور وہ اسے اپنا وہم یا فریبِ نظر قرار نہیں دے سکتا تھا ... کہ

اوٹو کی بے جان ڈمّی نے آہستہ آہستہ اپنی گردن موڑ کر اُدھر دیکھا جہاں برونو اپنے
ڈالنے کے ارادے سے اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ برونو کے لیے یہ منظر ناقابلِ فراموش
ناقابلِ یقین تھا۔ بھلا ڈمّیاں بھی حرکت کیا کرتی ہیں۔ لیکن اوٹو کی ڈمّی اب اس
کے عین سامنے حرکت کر رہی تھی۔ اُسے یوں محسوس ہُوا جیسے اوٹو نے ڈورس کی پکار
تھی اور وہ اس کی مدد کے لیے ہی حرکت میں آیا تھا۔

اور پھر برونو نے انتہائی دہشت سے دیکھا کہ اوٹو کے دائیں پاؤں کو جنبش ہوئی
نے ٹوٹے ہوئے شوکیس میں سے اپنا پہلا قدم نکالا... اور اس کے بعد دوسرا... اگلے
وہ شوکیس سے باہر نظر آیا۔

"خدا کی پناہ..." بے اختیار برونو چلّایا اور اس نے ڈورس کی گردن چھوڑ دی
سسکیاں لیتی ہوئی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی اور اب اس نے بھی اوٹو کو شوکیس سے
دیکھ لیا۔ وہ ہسٹیریائی انداز میں چلّائی:

"اوٹو... میری مدد کرو... اس درندے سے مجھے بچاؤ۔"

دفعتاً ڈمی کے دونوں بازو آگے کو پھیل گئے جیسے وہ ڈورس کو سنبھالنا چاہ
اس کے ساتھ ہی وہ انسانوں کی طرح چلتی ہوئی برونو کے قریب پہنچ گئی۔ اس
لپٹا ہُوا وہ حیرت انگیز سوٹ ستاروں کی مانند چمک رہا تھا اور اس پر نگاہ نہیں ٹھ
برونو پتھر کا بت بنا اوٹو کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر ہر قسم
مدافعت ختم ہو چکی تھی۔ اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتا، تب بھی بھاگنے کے قابل
کی مصنوعی نیلی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں اور اس کے لبوں پر پھیلی ہو
نہایت خوفناک شکل میں بدل گئی تھی۔ ڈورس ایک ثانیے کے لیے کھڑی اُسے دیکھتی
پھیپھڑوں کی پوری طاقت سے چیختی ہوئی دکان کے بیرونی دروازے کی طرف
لمحے اوٹو کے قدم جہاں تھے وہیں اسطرح رک گئے جیسے وہ کسی برقی قوت کا
ہی اس کی حرکت بھی تھم گئی۔ برونو کی آنکھیں ڈورس کی طرف مڑ گئیں۔ اس نے
ڈورس نے دروازے کا اندرونی قفل کھولا۔ کنجی اس میں پہلے سے لگی تھی۔

ہسٹیریائی انداز میں چیختی ہوئی باہر تاریک گلی میں گم ہو گئی۔

اس کے فوراً بعد ایک اور عجیب بات ہوئی۔ ڈورس کے دکان سے جاتے ہی اوٹو
رُکا ہُوا پاؤں دوبارہ حرکت میں آ گیا۔ اب اُس کے اور برونو کے درمیان مشکل سے تین
کا فاصلہ ہو گا۔ نہ جانے برونو کے اندر کہاں سے بے پناہ حوصلہ اور جرأت در آئی۔ اب
اوٹو کی اس متحرک ڈمّی سے کوئی خوف نہیں تھا۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر نہایت تحکمانہ
میں ڈمّی سے کہا:

"خبردار، جو ایک قدم اور تم نے آگے بڑھایا... جانتے نہیں میں کون ہوں؟ اپنی جگہ
واپس چلے جاؤ، ورنہ جلا کر راکھ کر ڈالوں گا۔"

یہ آواز اگرچہ برونو کے حلق سے نکل رہی تھی، لیکن برونو خود حیران تھا کہ یہ آواز اس کی
نہیں تھی۔

لیکن اوٹو پر اس آواز اور حکم کا ذرّہ برابر اثر نہیں ہوا، بلکہ جواب میں برونو نے ایک
ناقابلِ فہم زبان میں کوئی جملہ سُنا جو صریحاً اوٹو نے ادا کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اوٹو کا ہاتھ
حرکت میں آ گیا اور اس کی لمبی سفید انگلیاں برونو کی گردن دبوچنے کے لیے آگے بڑھیں۔
برونو پیچھے ہٹا... اوٹو اور آگے آیا... برونو کچھ اور پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بار بار اوٹو کو واپس
شوکیس میں چلے جانے کا حکم دے رہا تھا، مگر اس پر کوئی اثر نہ ہُوا۔ یہاں تک کہ برونو کی پشت
دیوار سے لگ گئی۔ اس نے اوٹو کی گرفت سے نکل کر دکان کے "پچھلے حصّے" میں پناہ لینے کیلئے
اوٹو کو زور سے دھکّا دیا، لیکن بے سود۔ اوٹو کے ہونٹوں پر اب سفاکانہ مسکراہٹ دوڑ
رہی تھی۔ اس نے برونو کی گردن پر اپنا پنجہ رکھ دیا اور پھر اس پنجے کا دباؤ بڑھتا چلا گیا۔ برونو
کی آنکھیں حلقوں سے باہر آنے لگیں اور اسے اپنا دم سینے میں گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند لمحے یہی حالت رہی تو اُس کے پھیپھڑے پھٹ جائیں گے۔ برونو
نے دیوانہ وار اوٹو کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں چلانے شروع کئے اور پھر
اس کے سامنے ایک دم پہلے چنگاریاں سی اُڑیں۔ پھر وہ گہرے اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔

ڈاکٹر فاسٹر نے رومال سے پسینے میں بھیگا ہُوا اپنا چہرہ پُونچھا اور دیر تک گم
کی صورت تکتا رہا۔ برُونو نے دوبارہ اپنا سوئی دھاگا اٹھا لیا اور فاسٹر کی حالت سے
کپڑا سینے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بھاری آواز میں فاسٹر سے کہا:
میری بات غور سے سُنو۔۔۔ اُس کی تلاش کرو۔۔۔ وہ بھی شہر میں کہیں نہ کہیں موجود ہوگا
انسانوں کے لیے سخت خطرے کا سبب بن سکتا ہے۔۔۔ مَیں تمہیں خبردار کرتا ہوں اگر
تلاش نہ کیا گیا، تو بڑی تباہی پھیلے گی۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو، برونو؟" فاسٹر نے پوچھا۔ اُس نے دیکھا کہ برُونو کی آنکھیں
کانپ رہی ہیں۔ سوئی اس کی ہاتھ سے چھوٹ گئی، گردن سینے کی طرف ڈھلکی اور وہ
آہستہ سسکیاں لینے لگا "اُسے تلاش کرو ڈاکٹر۔۔۔ وہ بہت بڑی بَلا ہے۔۔۔" برونو
باری یہی جملہ کہہ رہا تھا۔

فاسٹر نے اُس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ کر دلاسا دیتے ہوئے کہا: "گھبراؤ نہیں
حوصلہ رکھو۔۔۔ ادلُو کبھی زندہ نہیں ہو سکتا۔ وہ آج بھی ڈمی ہی ہوگا۔۔۔ یہ سب تمہارا
ذہن کا فریب ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ڈمی انسانوں کی طرح زندہ ہو کر حرکت
لگے۔۔۔ اور یہ بھی یقین کرو کہ جیسے تم جادو کہتے ہو۔ ایسی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے۔۔۔ تمہارے
لاشعور نے یہ ساری داستان تمھیں سجھائی ہے۔۔۔ تم جتنی جلدی حقیقت کی دنیا میں داخل
اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو، برونو؟"

برُونو نے سسکیاں لیتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا
مسلسل آنسو بہا رہا تھا اور اب اس کی سسکیاں ہچکیوں میں بدل چکی تھیں۔

"بہرحال۔۔۔ اطمینان رکھو برونو۔ جہاں تک میرے امکان میں ہوگا تمہاری مدد کروں
لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ادلُو کو فراموش کر دو۔ اب میں جاتا ہوں۔۔۔"

برُونو نے منہ اُٹھا کر فاسٹر کو دیکھا۔ اُس کی آنکھیں اتنی ہی دیر میں سرخ ہو چکی تھیں
فاسٹر کو ان آنکھوں سے ڈر لگنے لگا۔

"تم جا رہے ہو، ڈاکٹر؟" برونو نے پوچھا۔

فاسٹر نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "اِس وقت جا رہا ہوں، مجھے ابھی کچھ اور لوگوں
سے بھی ملنا ہے۔ مگر میں پھر آؤں گا تمہارے پاس۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف چلا۔ میکس
آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ اس نے بڑھ کر دروازے کی ناب گھمائی، تو وہ تھوڑا سا کھل گیا۔ فاسٹر
نے دروازے پر رُک کر برُونو کو دیکھا جو دوبارہ اپنے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپے رو رہا تھا۔
فاسٹر نے گہرا سانس لیا، آپ ہی آپ دو تین مرتبہ گردن ہلائی اور کمرے سے باہر آ گیا۔
میکس بھی باہر آیا اور دروازہ مقفل کر دیا۔

"میرا خیال ہے یہ کیس بہت پیچیدہ ہے۔" فاسٹر نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔ میکس
چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ فاسٹر نے بھی اسے دیکھا اور کہا: "ہاں، بہت گہرا معاملہ
ہے۔۔۔ برُونو کی گتھی آسانی سے نہیں سلجھ سکتی۔۔۔ تاہم مَیں مایوس نہیں ہوں۔۔۔ مجھے یقین ہے
ہم برونو کو اُس کی اصلی حالت میں واپس لا سکتے ہیں۔۔۔ اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ برُونو یہاں کیسے پہنچا؟"
میکس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اُس نے آہستہ سے کہا: "ہو سکتا
ہے وہ بھی یہاں پہلے پہل ڈاکٹر کی حیثیت ہی میں آیا ہو جیسے آپ آئے ہیں۔"
فاسٹر راہداری میں چلتے چلتے رُک گیا اور حیرت آمیز نظروں سے میکس کا منہ تکنے لگا۔
"تم مذاق کر رہے ہو، مسٹر میکس، یا سنجیدہ ہو؟"
"مَیں قطعی سنجیدہ ہوں، ڈاکٹر۔" میکس نے کہا۔ "بھلا میری یہ مجال کہاں کہ آپ سے
مذاق کروں!"

"پھر تم نے ایسی مشکوک بات کیوں کہی؟" فاسٹر نے پوچھا۔
"اس لیے کہ یہ خیاطی اور سرجری میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔" میکس نے ہنس کر کہا:
کم از کم ٹانکے لگانے کی حد تک، تو دونوں پیشے ایک سے ہیں۔"
فاسٹر بے اختیار ہنس دیا۔ "ہاں، یہ بات تو درست ہے۔ بہرحال۔۔۔ یہ بات نوٹ
ہے کہ برُونو نے جو کہانی مجھے سنائی وہ صحیح نہیں ہے۔ یہ تمام واقعات اس کے ذہن کی ایجاد ہیں
اور ایک لمحے کے لیے فرض کرو کہ برُونو کے بیان کردہ واقعات صحیح ہیں تو میں پوچھتا ہوں اس
کی بیوی ڈورس کہاں ہے۔"

میرا خیال ہے جب آپ سب مریضوں سے ملاقات کر چکیں گے، تب ڈاکٹر رتھ فو
آپ کو اُن سب کے بارے میں اصل حقائق سے آگاہ کر دیں گے بلا شبہ تھوڑا بہت ان حقائق
سے میں بھی آگاہ ہوں، لیکن آپ پر ظاہر کرنے سے اس وقت معذور ہوں۔ اُمید ہے آپ
خفا نہ ہوں گے۔"

"قطعی نہیں میں یہ باتیں سمجھتا ہوں" فاسٹر نے کہا۔ . . . . . "اب بتاؤ میری تیسری ملاقات
کس سے کرا رہے ہو۔"

"میرے ساتھ تشریف لائیے۔" میکس نے مؤدبانہ انداز سے راہداری میں مڑتے
ہوتے ایک طرف اشارہ کیا۔ اس دوران میں اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے کنجیوں کا وزنی
گچھا پھر نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور ایک خاص کنجی دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں دو منٹ
تک خاموشی سے مختلف راہداریوں میں چلتے رہے۔ فاسٹر نے ایک کھڑکی میں سے باہر کا
منظر دیکھا اور محسوس کیا کہ طوفانِ باد و باراں کسی قدر تھم چکا تھا۔ اگرچہ وقفے وقفے سے اب
پر بادل گرجتا اور بجلی کڑکتی تھی۔ تاہم بارش میں وہ پہلا سا زور شور نہ تھا۔ عمارت سے باہر
اندھیرا ابھی تک جوں کا توں تھا۔ میکس دفعتاً ایک بند دروازے کے آگے ٹھہر گیا اور اس
نے فاسٹر سے کہا :

"اب آپ جس شخصیت سے ملاقات کریں گے وہ خود کو باربرا کہتی ہے۔"

"بہت خوب۔" فاسٹر مسکرایا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے اس پاگل خانے میں جتنے بھی
پاگل موجود ہیں اُن سب کے نام حرف "بی" سے شروع ہوتے ہیں۔ بُونی، برٹو اور اب باربرا
اور میں خاص طور پر بی۔ سٹار کو شناخت کرنے کے کام پر بھیجا گیا ہوں۔ کم از کم یہ تو واضح کر دو
کہ یہ سب کچھ کسی مقصد کے تحت کیا گیا ہے۔ یا ان لوگوں کے نام واقعی "بی" سے شروع
ہوتے ہیں۔"

"جناب والا، مجھے کسی پلان یا مقصد کا علم نہیں ہے۔" میکس نے جواب میں کہا۔
"آپ اسے محض اتفاق ہی سمجھیئے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اس مرتبہ تم مجھے باربرا نامی کسی عورت سے ملوا رہے ہو۔
ہو سکتا ہے وہی عورت ڈاکٹر بی۔ سٹار ہو۔"

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں، جناب ، جبکہ مجھے بلاضرورت زبان کھولنے سے منع کر
دیا گیا ہے۔" میکس نے کہا اور قفل میں کنجی ڈال دی۔ دروازہ آہستہ سے کھلا، پہلے میکس اندر
گیا، پھر اس نے ایک طرف ہٹ کر فاسٹر کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ پہلے دونوں کمروں کے برعکس یہ
کمرہ زیادہ بڑا اور صاف اور روشن تھا۔ فاسٹر نے دیکھا کہ کمرے میں نہ صرف اچھا فرنیچر موجود
ہے بلکہ کپڑوں کی ایک الماری اور خوبصورت ڈریسنگ ٹیبل بھی ہیں۔ ڈریسنگ ٹیبل پر طرح
طرح کی پرفیومز، کریم پاؤڈر اور لپ سٹک اور نہ جانے کون کون سی کاسمیٹک پڑی تھیں۔
ایک طرف آرام دہ بستر لگا اور دوسری طرف دیوان پڑا تھا۔ ایک لمحے کے لیے فاسٹر کو احساس
ہوا ممکن ہے باربرا ہی ڈاکٹر بی سٹار ہو کہ ایسا اہتمام کسی خاص شخصیت کے لیے ہی کیا جا سکتا ہے۔
باربرا نے کرسی سے اُٹھ کر فاسٹر کا مسکراتے ہوتے استقبال کیا اور مترنم آواز میں کہا

"اس کرم کا بے حد شکریہ کہ آپ تشریف لاتے۔"

فاسٹر نے گہری نظروں سے باربرا کا جائزہ لیا۔ وہ صاف ستھرا اور نئی تراش خراش کا نفیس
لباس پہنے ہوئے تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ ستائیس اٹھائیس برس ہوگی۔ پہلی نظر ہی میں وہ فاسٹر
کو اچھی لگی اور جنون یا کسی خبط کے کوئی آثار اس چہرے سے نمایاں نہ تھے۔ فاسٹر کو تعجب ہوا
کہ اُسے بھلا یہاں کیوں رکھا گیا ہے۔ باربرا کی شخصیت پُر کشش تھی اور اُسے اچھی خاصی صحتمند
حسین عورتوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔

فاسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ ہمارا انتظار کر رہی تھیں ؟"

"جی ہاں۔" باربرا نے اثبات میں گردن ہلائی۔ فاسٹر متعجب ہو کر میکس کی طرف دیکھنے
لگا، لیکن میکس خاموش رہا۔

"آپ ہمارا انتظار کیوں کر رہی تھیں ؟" فاسٹر نے پوچھا۔ "میں نے اپنے یہاں آنے کی پیشگی
اطلاع تو نہیں دی تھی۔"

"پھر بھی میں آپ کی منتظر تھی۔" باربرا نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "تشریف رکھیے . . .
کیا آپ وکیل نہیں ہیں ؟"

فاسٹر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "معاف فرمائیے، میں وکیل نہیں ہوں، لیکن اب آپ

کا اشتیاق دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مَیں وکیل کیوں نہ ہُوا۔"
باربرا اگرچہ مسلسل مسکرا رہی تھی، لیکن فاسٹر نے دیکھا کہ اس کے جواب سے خاتون
قدر مایوسی ہوئی اور اس کا روشن روشن چہرہ بجھ گیا۔
"کیا آپ اس وقت کسی وکیل کا انتظار کر رہی تھیں"؟ فاسٹر نے پوچھا۔
"جی ہاں۔" باربرا نے سخت لہجے میں کہا اور اس کی خوش اخلاقی اپنے دلنواز تبسّم
رُخصت ہو گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ خوش نہیں ہے اور فاسٹر سے زیادہ بات کرنا پسند نہ
کرتی۔ آنِ واحد میں اس کے بدلے ہوئے رویے پر فاسٹر حیرت زدہ اور شرمندہ نظر آنے
لگا۔ باربرا نے فاسٹر کی موجودگی قطعی نظر انداز کرتے ہوئے میکس کی طرف شعلہ بار نگاہوں
سے دیکھا اور کڑک کر کہا: "مَیں نے تم سے کہا تھا کسی وکیل کا بندوبست کرو اور تم نے مجھ
سے وعدہ کیا تھا کہ وکیل بہت جلد آنے والا ہے۔ مگر اب میں دیکھتی ہوں کہ تم وکیل کی
بجائے نہ جانے کس مسخرے کو پکڑ لائے ہو۔ کون ہے یہ شخص اور کیا چاہتا ہے؟"
"یہ ڈاکٹر فاسٹر ہیں۔" میکس نے سنجیدگی سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔
"گویا ایک اور ڈاکٹر تم نے مجھ پر مسلط کر دیا۔" باربرا غصّے سے آنکھیں نکالتے ہوئے
میکس کو گھورا۔ "کیا دُنیا کے تمام ڈاکٹر میرے ہی لیے رہ گئے ہیں؟ مَیں پوچھتی ہوں وکیل کہاں
ہے جو مجھ سے ملنے کے لیے آنے والا تھا۔ بولو، جواب دو۔" یہ کہہ کر وہ دھم سے کرسی پر گر گئی
اور فرش پر نگاہیں گاڑ دیں۔ میکس اور فاسٹر دونوں خاموش کھڑے رہے۔ فاسٹر کو اس کے
مقابل پڑی کرسی پر بیٹھنے کا حوصلہ نہ ہُوا۔ باربرا نے تھوڑی دیر بعد گردن اُٹھائی۔ طیش کے
مارے اُس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ اس نے گرج کر کہا:
"اَب منہ سے پھوٹتے کیوں نہیں؟ وہ وکیل اب تک کیوں نہیں آیا؟ جانتے ہو کسی کو
حبسِ بے جا میں رکھنا کتنا بڑا جرم ہے؟ مگر تم کیا جانو گے ...؟ تم محض دو ٹکے کے آدمی
ہو میکس ... اور تمہارا کام اپنے ذلیل آقا کے احکام پر کُتّے کی طرح دم ہلانا اور بس — یہ
کام تم بے حد خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ اِس مسخرے کو، جس کا نام
ڈاکٹر فاسٹر بتاتے ہو، میرے کمرے میں لانے کا مقصد کیا ہے؟ کیا مَیں بیمار ہوں؟ نہیں

بھی نہیں... مَیں ہر طرح صحت مند ہوں۔ مجھے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے، البتہ وکیل
کار ہے... ایک ایسا وکیل جو میری بات سمجھ سکے اور دوسروں کو سمجھا سکے... ایسا وکیل
جان سکے کہ میں نے جو کچھ کیا، اُس میں ذرا برابر میری خطا نہ تھی، لیکن افسوس... تم
ل قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہے ہو۔ مَیں خبردار کیے دیتی ہوں کہ اس کا نتیجہ
بھیانک نکلے گا۔"
میکس اب بھی یوں بے پروائی سے کھڑا رہا جیسے اس نے باربرا کی تقریر کا ایک لفظ بھی
نہ سنا ہو۔ فاسٹر نے تب کرسی اپنی طرف کھینچی اور اطمینان سے بیٹھ گیا۔
"باربرا، غصّہ تھوک دو۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے لیے وکیل کا بندوبست کر دوں گا۔"
فاسٹر نے نرم آواز میں کہا۔ باربرا نے حقارت آمیز نظروں سے پلٹ کر فاسٹر کو دیکھا اور
بولی۔ "میں تم سے کلام کرنا نہیں چاہتی، مسٹر ڈاکٹر... مہربانی کر کے تم اپنی زبان بند رکھو۔"
"اگر مَیں اپنی زبان بند رکھوں گا، تو تم یہاں سے کبھی رہائی نہ پا سکو گی، باربرا" فاسٹر
نے کہا "اس لیے بہتر ہے اپنے حالات سے مجھے آگاہ کرو اور مَیں تمہاری بات سُن کر کسی
اچھے سے وکیل کو بُلوا لوں گا۔ ورنہ اس طرح لڑنے جھگڑنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا
اور یہ بھی سُن لو کہ مَیں تمہیں ہرگز بیمار نہیں سمجھتا اور نہ تمہارا علاج کرنے یہاں آیا ہوں۔"
فاسٹر کے ان جملوں نے باربرا کا غصّہ ٹھنڈا کر دیا۔ پہلی بار اس نے فاسٹر کا اوپر
سے نیچے تک جائزہ لیا اور ہلکا سا تبسّم اس کے ہونٹوں پر نمودار ہُوا۔ وہ بولی:
"تم باتیں بہت سلجھے دار کرتے ہو۔ ڈاکٹر ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ مَیں بچی نہیں ہوں
جو تم مجھے بہلانے آ گئے۔ سنو، مَیں خود میڈیکل پروفیشن کے بارے میں خاصی معلومات رکھتی
ہوں۔ اگر تمہیں کچھ شک و شبہ ہے، تو مجھ سے سوال کر سکتے ہو۔ بہرحال، یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس
لیے آئے ہو؟"
"میں صرف تم سے ملنے آیا ہُوں۔ تمہیں دیکھنے کا اشتیاق تھا۔" فاسٹر نے جھوٹ میں پناہ لی۔
"مَیں نے سنا تھا تم بہت حسین ہو اور اب تمہیں دیکھنے کے بعد ...."
"یقین ہو گیا کہ مَیں واقعی حسین عورت ہوں۔" باربرا نے جملہ خود ہی مکمل کر دیا اور فاسٹر

کھسیانی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

"خیر چھوڑو اس بات کو مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم میڈیکل پروفیشن کے بار
کچھ جانتی ہو۔" فاسٹر نے کہنا شروع کیا.... پھر وہ باربرا کی طرف تھوڑا سا جھکا اور
بولا: "مجھے احساس ہو رہا ہے، باربرا، تم خود ڈاکٹر ہو۔ کیا میں صحیح کہتا ہوں؟"

"تم ایسے سوالات مجھ سے کیوں کر رہے ہو؟" باربرا کی پیشانی پر سلوٹیں نمودار

"اس لیے کہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ میرے سوال
جواب دیتی ہو۔"

"اگر تم واقعی میری مدد کرنے کے درپے ہو تو تم کو اس کا ایک آسان طریقہ میں بتا
دیتی ہوں، بشرطیکہ تم اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو۔" باربرا کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"وعدہ تو میں نہیں کر سکتا، البتہ وہ آسان طریقہ سن کر مجھے خوشی ہوگی۔" فاسٹر نے
کیا کہ اس کا واسطہ نہایت چالاک اور حاضر دماغ عورت سے ہے۔

"بس تو پھر مجھے تنہا چھوڑ دو۔" باربرا نے کہا۔ "اس سے بڑھ کر تم میری کچھ اور مدد نہ
یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نے دیکھ لیا ہے تم محض میرا وقت برباد کرنے آئے ہو۔ مجھے تم
توقع نہیں ہے... تم مجھے صورت ہی سے احمق نظر آتے ہو، اور احمقوں سے میں
کھپانے کی عادی نہیں ہوں۔"

"بعض اوقات احمق ہی ایسے مشورے دے دیتے ہیں جو بڑے بڑے عقلمند
نہیں سوجھتے۔" فاسٹر نے ناراض ہوئے بغیر کہا۔ "ہو سکتا ہے میں بھی تمہیں کوئی مفید
دے سکوں۔ میں واقعی احمق ہوں اور امید ہے تم خوش اخلاقی سے کام لیتے ہوئے
کو معاف کر دو گی۔ میں تمہاری کہانی سننا چاہتا ہوں، باربرا۔"

"لیکن تم اس پر یقین نہیں کرو گے۔" باربرا نے منہ بنا کر کہا۔ "کوئی ڈاکٹر اس پر یقین نہ
اور تم بھی ڈاکٹر ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے، باربرا کہ وکیل تمہاری کہانی پر یقین کرے گا؟" فاسٹر نے سوال کیا۔
نے دیکھا کہ باربرا کچھ پریشان سی ہوگئی۔ فاسٹر نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "وکیل بھی

کے بنے ہوتے ہیں، اور عین ممکن ہے کوئی وکیل بھی تمہاری کہانی پر یقین نہ کرے۔ اس لیے بہتر
یہی ہے کہ تم مجھے تمام واقعات سے آگاہ کر دو۔ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ ضرورت محسوس ہوئی
تو تمہارے لیے خود بہترین وکیل کا بندوبست کر دوں گا۔"

باربرا نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں پھنسائیں اور ان پر نگاہیں
جما دیں۔ وہ گہری سوچ میں گم تھی، پھر کسی فیصلے پر پہنچ کر اس نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا.... اس میں میری کوئی خطا نہیں تھی... یہ سب کچھ کیا دھرا
تو لُوسی کا تھا..."

"لُوسی؟ وہ کون ہے؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ، میں ہمہ تن گوش ہوں۔" فاسٹر نے اُسے
حوصلہ دیا۔ لیکن باربرا خاموش رہی۔ چند لمحے بعد اس نے آہستہ سے کہا:

"سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں۔ یہ بے حد طویل اور پیچیدہ داستان ہے...
تم اُکتا جاؤ گے اور شاید تمہارے پاس اتنا وقت بھی نہ ہو کہ..."

"میں اس وقت بالکل فرصت سے ہوں۔" فاسٹر نے جلدی سے کہا۔ "اس لیے تم اطمینان
سے... شروع سے آخر تک... تمام چھوٹی بڑی جزئیات کے ساتھ مجھے اپنی داستان سناؤ۔
میں اکتاؤں گا نہیں... اور کیا عجب کہ میں تمہاری داستان بحیثیت ایک ڈاکٹر یقین ہی کر لوں۔
سب ڈاکٹر ایک جیسے تو نہیں ہوتے نا؟"

باربرا نے کھڑکی کی طرف دیکھا، باہر اب دوبارہ بارش زور پکڑ رہی تھی اور بجلی کی بار بار
کڑک چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔ باربرا نے کہا:

"مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے... آسمان پر سورج چمک رہا تھا اور نرم، خوش گوار
دھوپ ہر طرف پھیلی ہوئی تھی... وہ ایسا بے ہودہ دن ہرگز نہیں تھا۔ جیسا آج کا دن ہے..
روشن روشن، اُجلا اُجلا اور صاف ستھرا... بے حد دل خوش کُن دن تھا وہ..."

کار درمیانی رفتار سے کھُلی اور حدِ نظر تک طویل سیدھی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سڑک
کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے خوبصورت مکان پیچھے کی جانب دوڑ رہے تھے۔ مکان اگرچہ
پرانے تھے تاہم ان میں رہنے والوں نے اُن کی مرمت اور صفائی کا خوب خیال رکھا تھا۔

ہر مکان کے آگے چھوٹا سا باغیچہ تھا اور باغیچے میں ننھے منے بچے کھیلتے کودتے نظر آرہے
باربرا کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ہر مکان کو دیکھ کر وہ آپ ہی آپ کھلکھلا دیتی۔ اُسے ہر
اپنا ہی گھر معلوم ہوتا تھا۔ برابر والی سیٹ پر ادھیڑ عمر کا شخص باربرا کی اس بے پناہ مسرت سے
کار چلا رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ دفعتاً وہ باربرا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "خدا کا
ہے تم خوش تو ہوئیں۔"

"ہاں جارج، میں آج بہت خوش ہوں۔ کاش! تم جان سکتے کہ دوبارہ گھر جا کر مجھے
خوشی ہو رہی ہے۔"

"مجھے احساس ہے، باربرا۔" جارج نے جواب دیا "اور مجھے توقع ہے کہ گھر میں بھی تم خو…

"میں اس وقت بھی خوش ہوں اور آئندہ بھی رہوں گی۔" باربرا نے ہنس کر کہا "تم…
بارے میں فکر مت کرو۔ جارج، جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا۔ اب گزشتہ واقعات پر رنج والم…
ہے۔ زندگی روتے دھوتے اور غمگین رہنے سے کبھی نہیں کٹتی، یہ بات میری عقل میں آ…
ہے۔ میں نے مسرتوں ہی میں زندگی کا راز پالیا ہے۔"

"بہت خوب… بہت خوب…" جارج نے بھی گویا خوش ہو کر دانت نکال دیے…
"یہ بہت اچھی بات ہے، باربرا۔ اب سب کچھ تم پر منحصر ہے… چاہو تو اپنی زندگی باغ…
بنا لو، چاہو تو اسے اُجاڑ دو… اور یہ حقیقت تم خود بھی اچھی طرح جانتی ہو، مجھے بتانے کی
ضرورت نہیں۔"

"ہاں، جارج، میں اچھی طرح جان گئی ہوں۔" باربرا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور ونڈ شیلڈ…
میں سے باہر جھانکنے لگی۔ غالباً وہ اپنا گھر پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

اُن کا گھر بھی خاصا خوبصورت اور جدید طرز کا تھا۔ پرانے ڈیزائن سے ہٹ کر بنایا گیا…
دو منزلہ… سُرخ اینٹوں کا بنا ہوا… جارج جوں ہی مکان کے کھلے دروازے سے کار گزار…
پورچ میں رکا، باربرا جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتری اور بچوں کی طرح تالیاں بجا…
خوش ہونے لگی۔ جارج نے اسے پریشان اور کسی قدر مشکوک نگاہوں سے دیکھا لیکن منہ سے
کچھ نہ کہا۔ اس وقت وہ اپنے آپ پر ضبط کرنا ہی مناسب سمجھتا تھا۔ مبادا کوئی ایسی بات

زبان سے نکل جائے اور باربرا کو دکھ پہنچے۔ باربرا اس کی چھوٹی بہن تھی اور جارج اپنی
…بہن کو مزید صدمہ پہنچانا پسند نہیں کرتا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے میری غیر حاضری میں تم نے مکان کی مرمت کرائی ہے…" باربرا نے کہا۔
"…رنگ روغن بھی تازہ ہے؟"

"ہاں… میں نے سوچا تم جب اپنے گھر واپس آؤ تو تمہیں گھر بھی صاف ستھرا ملے۔" جارج
نے جواب دیا "تمہیں نیا رنگ روغن پسند آیا؟"

"بہت… بہت…" باربرا نے ایک بار پھر تالی بجائی۔ "تم کتنے اچھے ہو، جارج! میرا
کتنا خیال رکھتے ہو!"

جارج نے اس دوران میں کار کی ڈگی کھولی اور بڑا سا سوٹ کیس باہر نکال کر زمین پر
رکھ دیا۔ پھر اس نے ڈگی بند کر دی اور کار کی پچھلی نشست پر پڑا ہوا ایک چھوٹا سا سفری
بیگ بھی اٹھایا اور باربرا کی طرف بڑھایا۔ غالباً یہ بیگ باربرا ہی کا تھا۔ لیکن اس نے جارج
کے ہاتھ سے بیگ نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی نظریں دوسری منزل کی ایک کھڑکی پر
جمی ہوئی تھیں۔ جارج نے دیکھا کہ باربرا کے چہرے پر وحشت کے آثار ہیں اور وہ پلکیں
جھپکائے بغیر کھڑکی کو دیکھ رہی ہے۔ جارج نے آہستہ سے بیگ زمین پر رکھ دیا اور کہا:

"باربرا… کیا بات ہے؟ کھڑکی کو یوں کیوں دیکھ رہی ہو؟"

جارج کی آواز پر باربرا چونک پڑی۔ "ک… کچھ نہیں… کچھ نہیں… مجھے شبہ سا ہوا تھا
کہ اوپر… کھڑکی میں کوئی کھڑا تھا…"

جارج کی بھویں سکڑ گئیں۔ "باربرا… کیا کہتی ہو…؟ مکان کی اوپری منزل میں بھلا
کون ہو سکتا ہے؟"

لیکن اُس کا فقرہ باربرا نے کاٹ دیا۔ "یقیناً کوئی… تھوڑی دیر پہلے وہاں موجود تھا…
میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، جارج… میں قسم کھا سکتی ہوں… میری آنکھیں دھوکا
نہیں دے سکتیں۔ ضرور کھڑکی میں کوئی…"

"آخر تھا کون؟" جارج کو غصہ آگیا۔ "کون تھا؟ کوئی بھوت پریت… یا کوئی آدمی؟"

"ہاں ... ہاں ..." باربرا نے کھڑکی پر نگاہیں جمائے جمائے آہستہ سے
ہے، جارج ... وہ ... وہ ... لوسی کے سوا اور کوئی نہ تھا ...

جارج نے سخت بیزار ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ باربرا گھبرا کر جارج
اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی :

"کیا بات ہے، جارج ؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا ؟"

"ابھی تک تو میری طبیعت ٹھیک ہی تھی، باربرا۔" جارج نے کہا۔ "مگر اب معلوم
تم اپنے ساتھ مجھے بھی پاگل کر دو گی ... یاد کرو کہ تم نے ہسپتال میں مجھ سے کیا دو دن پہلے
نے کہا تھا کہ آئندہ کبھی لوسی کا ذکر نہیں کروں گی۔ بولو، یاد ہے تمہیں اپنا وعدہ ؟"

باربرا نے شرمندہ ہو کر اثبات میں گردن ہلائی۔ "ہاں یاد ہے ... لیکن جارج، نہ ...
خود اُسے اپنی آنکھوں ..."

"غلط ... بالکل غلط ..." جارج نے ناراض ہو کر کہا۔ "یہ تمہارا وہم ہے ا
لوسی بھلا یہاں کیسے آسکتی ہے ؟"

"مجھے افسوس ہے جارج۔" باربرا نے گردن جھکا کر کہا۔ "میں نے خواہ مخواہ
تکلیف پہنچائی ... لیکن یقین کرو ... میں نے اوپر کی منزل میں ... اُس کھڑکی
جھلک ضرور دیکھی تھی ... میں سمجھی وہ تو ... اس نے لوسی کا نام پورا نہیں لیا کہ جارج
ہوگا ..." "مجھے معاف کر دو جارج ... آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔"

اور یہ جملہ کہتے ہوئے باربرا نے ایک بار پھر گردن اُٹھا کر اُسی کھڑکی کی طرف
جیسے یقین ہو کہ وہاں پھر کوئی اُسے نظر آئے گا، مگر وہاں کوئی نہ تھا۔

جارج نے باربرا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "تم جسے لوسی
وہ کوئی اور ہے باربرا ... میں دراصل تمہیں بتانا بھول گیا تھا ..."

باربرا نے بے حد تشویش سے جارج کی طرف دیکھا اور پوچھا: "کون ؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔ مکان کے اندر تو چلو"

"جارج، پہلے مجھے بتاؤ کہ مکان میں کون ہے" باربرا نے سنجیدگی سے کہا۔ "

ؤ گے، میں مکان کے اندر ہرگز قدم نہ رکھوں گی۔ میں اب بچی نہیں ہوں کہ تم مجھے
تے پھرو۔"

جارج ایک دم ہنس پڑا۔ "او ہو ناراض ہو گئیں تم تو ... بھئی، ذرا صبر سے کام لو۔"

دفعتاً پہلی منزل کا بڑا دروازہ کھلا اور ایک پست قامت، پھولی ہوئی عورت
وازے میں کھڑی نظر آئی۔ اُس کے موٹے اور بھدّے بدن پر نرسوں کی سفید یونیفارم منڈھی
ئی تھی۔ جارج اور باربرا کو دیکھ کر وہ پتھر کی بنی ہوئی سیڑھیاں اُتر کر آگے آئی۔ اس کے
ہونٹوں پر بے ہنگم سی مسکراہٹ تھی۔

باربرا نے منہ بنا کر کہا: "گویا تم نے میرے لیے نرس کا بھی پہلے سے انتظام کر رکھا ہے ..."

جارج نے نرس کو مخاطب کیا: "مس ہگنز! ان سے ملو، یہ ہیں میری بہن باربرا ..."

"ہیلو باربرا ..." نرس نے دانت نکالتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ "میں تمہیں دیکھنے
یے بے چین تھی ... جارج نے تمہارا ذکر کر کے مجھے بے حد مشتاق بنا دیا تھا۔"

باربرا نے اس کی گرمجوشی کا جواب نہایت سرد مہری سے دیا اور صرف اتنا کہا: "ہیلو
مس ہگنز ... امید ہے تم سے مل کر مجھے خوشی ہوگی۔"

اور یہ کہتے ہی باربرا، جارج اور مس ہگنز کو وہیں چھوڑ کر مکان کے اندر داخل ہو گئی۔
رج اور مس ہگنز نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھا، اور پھر وہ
نوں بھی باربرا کے پیچھے پیچھے آئے۔ باربرا نے مڑ کر انہیں دیکھا، پھر تیز تیز قدموں سے
ی وہ جارج کے قریب آئی اور اُس کا بازو تھام کر ایک طرف لے گئی۔

"تم نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی اُسے رکھ لیا۔" باربرا نے چپکے سے اُسے کہا۔ "مجھے یہ عورت
لکل اچھی نہیں لگی ... یقین کرو ... میں اب قطعی ٹھیک ٹھاک ہوں اور مجھے اب کسی
نرس کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کا کام کاج میں خود کر لیا کروں گی اور کام ہے بھی
بس تم اسے آج ہی چھٹی دے دو ... اس کا حساب صاف کر دو۔"

"باربرا ...!" جارج نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے ... وہ سُنے گی

تو اسے کتنا رنج پہنچے گا! مس ہگنز بہت اچھی نرس ہے ... وہ تم سے پیار و محبت
کرے گی، تمہاری خدمت کرے گی ... تم جانتی ہو، میں سارا دن گھر میں نہیں
مجھے اپنے کام دھندے کے سلسلے میں دن اور رات کا بیشتر حصّہ گھر سے باہر
ہے۔ اتنے بڑے گھر میں تم اکیلی گھبرا جاؤ گی ... تمہیں یاد ہوگا کہ ہسپتال کے ڈاکٹر
مشورہ دیا تھا کہ چند روز کے لیے کسی نرس کو رکھ لیا جائے تاکہ وہ تمہاری دیکھ
لہٰذا تم فکر نہ کرو ... مس ہگنز کی خدمات ہم نے عارضی طور پر حاصل کی ہیں۔"

باربرا نے مزید کچھ کہنا چاہا، لیکن مس ہگنز نے موقع نہ دیا۔ وہ فوراً وہاں آئی
کا ہاتھ پکڑ کر بولی :

" آؤ باربرا ... میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں۔"

"میں خود چلی جاؤں گی۔ اپنے کمرے میں، مس ہگنز۔" باربرا نے اپنا ہاتھ چھڑا
گھر میں اجنبی نہیں ہوں۔ ہر کمرہ میرا دیکھا بھالا ہے۔"

نرس نے بےبسی سے شانے اُچکا کر جارج کی طرف دیکھا۔ جارج نے اسے
اشارے سے خاموش رہنے کو کہا، پھر بلند آواز سے بولا :

"ٹھیک ہے مس ہگنز ... باربرا خود اپنے کمرے میں چلی جائے گی، تم مہربانی
باہر سوٹ کیس اور بیگ پڑا ہے۔ وہ اندر لے آؤ۔"

"بہت بہتر جناب ـــ" نرس نے کہا اور باہر چلی گئی۔ باربرا ابھی تک اوپر جا
سیڑھیوں پر کھڑی تھی۔ نرس کے جانے کے بعد جارج نے باربرا سے کہا :

"باربرا، تمہیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں ... بےچاری نرس نے آخر
ہے جو تم اس پر خفا ہو رہی ہو؟"

"مجھے افسوس ہے، جارج ـــ اگر تم کہو تو میں مس ہگنز سے معذرت کر لوں"

"ہاں ... شاباش ... بہت اچھی لڑکی ہو تم۔" جارج نے خوش ہو کر کہا۔ چند دن
پھر مس ہگنز خود ہی چلی جائے گی۔"

اتنے میں نرس نے باری باری دونوں چیزیں لا کر ایک طرف رکھ دیں

آئی اور نرس کا ہاتھ پکڑ کر بولی :

" مجھے معاف کر دو مس ـــ میں نے خواہ مخواہ تمہاری دل آزاری کی۔"

مس ہگنز کو باربرا سے یہ توقع نہ تھی۔ لہٰذا وہ بھونچکا ہو کر اس کی صورت تکنے لگی۔ آخر
نرس نے ہنس کر کہا : "میں نے تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانا، باربرا۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ
تم ہسپتال سے آئی ہو اور گرم دواؤں نے تمہارے اعصاب بےحد زود حس کر دیے ہیں۔ تمہیں
سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر نرس نے باربرا کا بیگ اٹھا لیا اور اُسے اوپر کی منزل میں لے گئی۔ جارج اپنے
کمرے میں جا چکا تھا۔

اوپر کی منزل آرائش اور زیبائش کے اعتبار سے نچلی منزل کے مقابلے میں بہت آگے تھی۔
گیلری میں دبیز قالین بچھا تھا۔ اور کمرے میں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔ دروازوں اور کھڑکیوں
پر نئے ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ فرنیچر بھی صاف ستھرا اور پالش کیا گیا تھا۔ باربرا کے لیے
ایک گوشے میں مسہری بچھی تھی اور اس پر نرم گدّے کے اوپر نیلی چادر اور پائنتی پر نیا سرخ
کمبل سلیقے سے تہہ کیا رکھا تھا۔

"تمہارا بستر میں نے کئی دن پہلے تیار کر دیا تھا، باربرا۔" نرس نے کہا۔ "اب تم بستر میں
آرام کرو، میں تمہارے لیے ہلکا سا ناشتہ تیار کرتی ہوں۔"

"مس ہگنز، میں نے دوپہر کے وقت کبھی بستر میں آرام نہیں کیا۔" باربرا نے آہستہ
سے کہا۔ "مہربانی کر کے جارج کو بلاؤ۔"

"او ہو، تم سمجھی نہیں ..." نرس نے کہا۔ "میرا مطلب تھا کہ دُور کا سفر کر کے آئی ہو،
تھکی ماندی ہو ... تھوڑی دیر آرام کر لو، اس طرح تھکن دور ہو جائے گی اور تم دوبارہ خود کو
ہشاش بشاش محسوس کرو گی۔ جارج کو بلانے سے کیا فائدہ؟ اُسے بھی آرام کرنے دو۔"

"مگر میں کوئی تھکن محسوس نہیں کر رہی ہوں۔" باربرا نے احتجاج کیا۔ "پھر تم کیوں مجھے
زبردستی بستر میں بٹھانا چاہتی ہو؟ جارج کو بلاؤ۔"

اتنے میں دروازے پر آہٹ ہوئی اور جارج کمرے میں آیا۔ غالباً اُس کے کانوں
تک باربرا اور مس ہگنز کی آواز پہنچ گئی تھی۔

"کیا بات ہے باربرا؟ تمھیں مجھ سے کچھ کہنا ہے؟ کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"دیکھو جارج، یہ مجبور کر رہی ہے کہ میں بستر میں دبک جاؤں ... ابھی تو دو...

"نرس ٹھیک کہتی ہے، باربرا، تمھیں آرام کرنا چاہیے ... تم نے مجھ سے کیا وعدہ کیا تھا؟ یہی کہ ڈاکٹر کی ہر ہدایت پر چوں چرا کے بغیر عمل کرو گی اور ڈاکٹر نے کہا تھا کہ تمھیں سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے ... تمھیں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے، باربرا، اس میں تمھاری بہتری ہے۔"

"وہ ٹھیک ہے ... مگر ... یہ میرا گھر ہے، جارج ... یہ ہسپتال تو نہیں ہے ..." باربرا نے کہنا شروع کیا، لیکن جارج نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"باربرا، تم بھول رہی ہو ... یہ صرف تمھارا گھر نہیں ... میرا گھر بھی ہے ... بلکہ یوں کہو کہ ہم دونوں کا گھر ہے اور اب ... آئندہ سے ہم دونوں اس گھر میں اکٹھے ہی رہیں گے ... اگر تم نے ڈاکٹر یا نرس کی ہدایات پر عمل نہ کیا، تو جانتی ہو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ یہی کہ تمھیں ہسپتال داخل کرا دیا جائے گا۔ بولو، کیا تم دوبارہ اُسی ہسپتال میں جانا پسند کرو گی؟ میں ... ہوں تم پسند نہیں کرو گی۔"

ہسپتال میں دوبارہ داخلے کے ذکر ہی سے باربرا کے تمام بدن میں تھرتھری سی ... اس نے روتے ہوئے کہا:

"نہیں نہیں ... میں دوبارہ ہسپتال میں جانا نہیں چاہتی۔"

"شاباش ... تم بہت سمجھدار لڑکی ہو۔" جارج نے کہا۔ "میں بھی نہیں چاہتا کہ تمھیں ... بھیجوں ... لیکن اس کے لیے لازمی ہے کہ تم ڈاکٹر کے کہنے پر عمل کرو ... ڈاکٹر جو کچھ کہتے ... اس میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔"

"ہاں، اور کیا۔" مس ہگنز نے جارج کی ہاں میں ہاں ملائی "ڈاکٹر کو معلوم ہوتا ہے کہ مریض کے حق میں کون سی بات بہتر ہے اور کون سی مضر ہے۔ مریض کو چاہیے کہ جو ہدایات دے، اس پر پوری طرح عمل کرے، اس لیے پیاری باربرا، تم بستر میں لیٹ جاؤ اور ... گہری نیند کا لطف اُٹھاؤ۔"

باربرا ابھی تک آنسو بہا رہی تھی۔ اس نے جارج کی طرف ایک ثانیے کے لیے دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ مسہری کی طرف بڑھ گئی۔ جارج نے اپنی جیب سے پائپ اور تمباکو کی تھیلی نکال کر پائپ بھرنا شروع کیا۔

"جب تم سو کر اٹھو گی، تو دیکھنا کتنی تازہ دم ہو جاؤ گی۔ میں پھر تمھیں دیکھنے آؤں گا۔"

"ہاں ... ضرور آنا۔ مجھے تم سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔" باربرا نے جارج سے کہا۔

"وہ باتیں بھی ہو جائیں گی ... ان باتوں کے لیے ہمارے پاس بہت وقت ہے باربرا۔ تم فکر نہ کرو ... اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو، تو نرس کو بتاؤ۔"

یہ کہہ کر وہ مڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ باربرا نے کن انکھیوں سے نرس کی طرف دیکھا۔ وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔ اُس کا جی چاہا کہ وہ نرس کا مُنہ نوچ ڈالے۔

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ..." مس ہگنز نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ باربرا نے فقرہ مکمل کر دیا۔ "آرام کرو ... بستر میں آرام کرو۔ یہی کہا تھا نا ڈاکٹر نے؟"

کسی قدر نادم ہو کر نرس نے جلدی سے الماری کھولی اور خوبصورت نیا نائٹ گاؤن نکال کر بستر پر رکھ دیا۔

"رات کو اگر آنکھ کھلے تو اسے پہن کر بستر سے نکلنا۔" اس نے باربرا سے کہا۔ "باتھ روم میں گرم اور ٹھنڈا دونوں طرح کا پانی بھی موجود ہے۔ تم کتنی خوش نصیب ہو باربرا، ایسا محبت کرنے والا بھائی خدا نے تمھیں دیا ہے اور اب تمھارا بھی فرض ہے کہ اپنے بھائی کی پریشانیوں میں اضافہ نہ کرو۔ جو وہ کہے خوش دلی سے مانو۔"

باربرا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا:

"ہاں، تم ٹھیک کہتی ہو ... جارج بہت اچھا بھائی ہے ... مجھ سے بڑی محبت کرتا ہے۔"

پھر اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور بستر میں گھس گئی۔ نرس نے شیشے کا گلاس اٹھایا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ ایک منٹ بعد وہ واپس آئی۔ باربرا نے دیکھا کہ گلاس میں بھورے رنگ کا پانی اوپر تک بھرا ہوا ہے۔ نرس نے گلاس باربرا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"یہ پی جاؤ... تم اطمینان سے گہری نیند سو سکو گی..."

باربرا نے ہونٹ بھینچ لیے اور ناک سکوڑ کر گلاس میں دیکھا۔ یقیناً یہ کوئی دوا تھی جس سے تیز ناگوار بو اُٹھ رہی تھی۔

"مس ہگنز، یہ کیا چیز ہے؟" اس نے پوچھا۔ "اگر یہ نیند کے لیے ہے تو میں بتا دوں کہ یہ پی کر بھی مجھے نیند نہ آئے گی۔"

"یہ صرف نیند کے لیے نہیں ہے... اس سے تمہارے تھکے ہوئے، کمزور اعصاب کو سکون ملے گا۔ بس، اچھی بچی کی طرح پی جاؤ۔"

"لیکن میرے اعصاب پُرسکون ہیں اور مجھے اس وقت نیند کی کوئی ضرورت نہیں" باربرا ایک دم چلائی۔

"دیکھو دیکھو تم پھر مشتعل ہو رہی ہو۔" نرس نے خبردار کیا۔ "مشتعل ہو کر چیخنا چلانا تمہارے لیے مضر ہے، لڑکی۔ اگر تمہارے بھائی نے آواز سُن لی... دیکھو، تمہارے ہاتھ بھی کانپ رہے ہیں اور پھر تم کہتی ہو کہ تمہارے اعصاب پُرسکون ہیں... مجھے خدشہ ہے جارج تمہیں دوبارہ ہسپتال لے جائے گا۔"

ہسپتال کا نام سنتے ہی باربرا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے جلدی سے گلاس کا کنارا ہونٹوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔ اس کا ذائقہ عجیب اور کڑوا کڑوا سا تھا۔

"شاباش... بس اسی طرح کہنا مانو گی تو دنوں کے اندر سرخ و سفید ہو جاؤ گی۔" نرس نے گلاس اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ پھر اُس نے باربرا کو بستر میں لٹا کر اچھی طرح کمبل اُڑھا دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے کھڑکیوں کے پردے چڑھا دیے۔ کمرہ نیم تاریک ہو گیا۔

"اب تم آرام سے سو جاؤ۔" مس ہگنز نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں تھوڑی دیر بعد آن کر تمہیں دیکھتی رہوں گی۔ رات کے کھانے پر ہم خوب باتیں کریں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رات کو بھی یہیں ٹھہرا کرو گی۔" باربرا نے اُسے گھورا۔

"ہاں — اور وہ اس لیے کہ میں دن رات کے لیے ملازم رکھی گئی ہوں، لہٰذا تمہیں گھبرانے یا تنہائی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا کمرہ تمہارے کمرے کے برابر ہی میں ہے"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ باربرا نے چھت پر نظریں جما دیں۔ کڑوی کسیلی دوا پی کر اس کا جی متلا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اُسے مس ہگنز کی گھر میں موجودگی سے شدید ذہنی کوفت ہو رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اور جارج دونوں گھر میں ہنسی خوشی رہیں گے، کوئی تیسرا فرد نہ ہوگا... پہلے بھی وہ دونوں بہن بھائی خاصے خوش و خرم رہ کر زندگی کے دن گزار رہے تھے کہ لوسی نے درمیان میں آ کر بدمزگی پیدا کر دی... اور اب... یہ کمینی حرافہ مس ہگنز آن ٹپکی... کہتی ہے میں رات کو بھی یہیں رہوں گی۔

باربرا کے ذہن میں جیسے سوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ بے چین ہو کر وہ کروٹیں بدلتی رہی۔ پھر اُس نے تمام خیالات ذہن سے جھٹک کر سنجیدگی سے سونے کی کوشش شروع کر دی۔ کمبل سے منہ ڈھانپ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ نہ جانے کتنی دیر وہ یوں ہی آنکھیں بند کیے بے حس و حرکت لیٹی رہی، لیکن نیند نہ آئی۔ آہستہ آہستہ اس کے ذہن میں طرح طرح کے پریشان کن اور ڈراؤنے خیالات آنے لگے۔ تب اس نے سوچا کہ اگر وہ اپنی اپنی معمول کی گولیاں کھا لے، تو نیند آ جائے گی... مگر... یہ گولیاں کھانے سے ڈاکٹر نے منع کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ گولیاں نقصان دہ بھی نہ تھیں۔ جب بھی وہ یہ گولیاں استعمال کرتی، اُسے محسوس ہوتا کہ اس کا ذہن تر و تازہ ہو گیا ہے اور اس کی جسمانی قوتیں تیزی سے بحال ہو رہی ہیں۔ کاش، اس وقت اُس کے پاس ایک ہی گولی ہوتی!

یکایک باربرا کے کانوں میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی مدھم سی آواز آئی۔ اس کی آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ آنکھیں کھلنے کے بعد اُسے محسوس ہوا کہ گھنٹی کی آواز زیادہ واضح اور صاف سنائی دے رہی ہے۔ وہ کان لگائے یہ آواز سنتی رہی... خدا جانے ٹیلی فون کہاں رکھا تھا۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی اور فون سننے والا کوئی نہ تھا۔ باربرا نے کمبل ہٹا کر ایک طرف پھینک دیا۔ بستر سے اٹھ کر دبے پاؤں بند دروازے تک گئی اور اس سے کان لگا کر کھڑی رہی۔ بلاشبہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی... اُس نے آہستہ سے دروازہ اندر کی طرف کھولا... خدا کا شکر ہے کہ نرس نے اُسے مقفل نہیں کیا تھا۔ دروازہ ذرا سا کھل گیا اور اسی درز میں سے باربرا نے جھانکا۔ عین اسی لمحے اُس نے نیچے جارج کی آواز سُنی۔ اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا تھا اور کسی سے

باتیں کر رہا تھا۔

باربرا نے تھوڑا سا دروازہ اور کھولا۔ پھر جھکے سے باہر نکل آئی۔ اُس نے دیکھا کہ
نیچے ہال میں کھڑا تھا۔ پھر اس نے ریسیور ایک طرف رکھ دیا اور پکار کر کہا :

"مِس ہگنز، تمہارا فون ہے۔"

باربرا نے چند لمحے بعد نرس کی آواز سُنی، لیکن وہ اندازہ نہ کر پائی کہ نرس مکان کے
حصے میں ہے۔ البتہ یہ یقینی تھا کہ وہ نچلی منزل ہی کے کسی کمرے میں تھی۔ باربرا اپنی جگہ
برابر نیچے دیکھتی رہی۔ ایک ثانیے بعد نرس ہال کمرے میں نمودار ہوئی اور بڑھ کر ریسیور اٹھا
جارج ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ وہ جانے کو مڑا ہی تھا کہ مس ہگنز کی فون پر ہونے والی گفتگو
چند الفاظ سُن کر رک گیا۔ نرس کہہ رہی تھی۔ "ہاں، ہاں... میں ہگنز بول رہی ہوں...
نہیں نہیں... خدا کی پناہ... ! کیا کہا تم نے؟ او مو، ہاں... میں جانتی ہوں وہ کہاں ہے
وہ کیسی ہے؟ کوئی خطرے کی بات تو نہیں؟ ٹھیک ہے... میں بہت جلد پہنچنے کی کوشش کروں
بس یوں سمجھو چل پڑی ہوں۔"

اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔ جارج نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، مس
خیر تو ہے؟ جب آپریٹر نے کہا کہ ہسپتال سے فون ہے، تو میں سمجھا کہ..."

"یہ فون میری ماں کا تھا۔ اُس کا ابھی ابھی ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ گلی کی نکڑ پر کسی سائیکل
اُسے ٹکر مار کر گرا دیا۔ اب وہ ہسپتال میں ہے۔ مجھے فوراً ہسپتال جانا ہو گا۔"

جارج کسی قدر پریشان ہو گیا۔ "کیا ابھی جانا ضروری ہے؟ ہسپتال میں تمہاری
دیکھ بھال ہو جائے گی۔ تم کل چلی جانا۔ یہاں باربرا کا خیال بھی تو تمہیں رکھنا ہے۔"

"بہرحال میرا جانا ضروری ہے۔ ہسپتال والے کہتے ہیں کہ چوٹ زیادہ آئی ہے۔ ویسے
وہ بوڑھی عورت ہے اور قدرتی طور پر مجھے یاد کرتی ہو گی۔ باربرا کی فکر نہ کرو۔ میں نے
دوا پلا دی ہے اور اب وہ گہری نیند سو رہی ہو گی۔ کم از کم چار پانچ گھنٹے سے پہلے وہ
نہیں ہو سکتی۔ میں ہر صورت میں سورج غروب ہونے سے پہلے لوٹ آؤں گی۔"

"پھر تو ٹھیک ہے۔" جارج نے کہا اور کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔ "اب سے تین

بعد ایک ٹرین جانے والی ہے۔ تم اس پر جا سکتی ہو... میں تمہیں اسٹیشن لیے چلتا ہوں۔ لیکن خدا
کے لیے شام تک واپس آجانا۔ مجھے باربرا کی طرف سے ابھی اطمینان نہیں ہے۔"

"تم فکر نہ کرو، جارج، میں شام تک لوٹ آؤں گی۔ باربرا میرے آنے تک سوتی ہی رہے
گی۔ تم اتنے میں گیراج سے کار نکالو، میں اپنا پرس لے آؤں۔"

"تمہیں پورا یقین ہے کہ باربرا جاگے گی نہیں؟" جارج نے پوچھا۔

"ہاں ہاں، کہہ تو رہی ہوں کہ تم فکر نہ کرو۔ وہ شام تک گھوڑے بیچ کر سوئے گی۔" نرس نے
جواب دیا۔

جارج نے نگاہیں اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا۔ باربرا اگر فوراً ہی پیچھے نہ ہٹ جاتی، تو
جارج ضرور اُسے دیکھ لیتا۔ پھر اُسے شک ہوا کہیں اوپر ہی نہ آجائے، چنانچہ وہ دبے پاؤں واپس
کمرے میں آگئی اور بستر میں لیٹ کر کمبل اوڑھ لیا۔ اُس کا شک صحیح نکلا۔ چند ہی لمحوں بعد اس نے کمرے
کے باہر... سیڑھیوں پر قدموں کی آہٹ سنی۔ پھر آہستہ سے دروازہ کھلا۔ اُس نے فوراً آنکھیں بند
کر لیں۔ اُس نے محسوس کیا کہ جارج کھلے دروازے میں کھڑا اس پر نگاہ جمائے ہوئے ہے۔ باربرا
بے حس و حرکت پڑی رہی۔ پھر اس نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور اگلے ہی لمحے جارج کے
سیڑھیاں اُترنے کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔

دو تین منٹ انتظار کے بعد وہ بستر سے اُٹھی اور اس مرتبہ دروازے کی طرف جانے کے
بجائے اُس کھڑکی کی طرف گئی جو لان کی طرف کھلتی تھی۔ اُس نے کھڑکی پر پڑا ہوا پردہ ذرا سا ہٹایا
اور شیشے میں باہر جھانکا۔ مس ہگنز اور جارج دونوں گیراج کی طرف جا رہے تھے۔ باربرا کے دیکھتے ہی
دیکھتے جارج نے گیراج سے کار نکالی۔ پھر اُس نے اگلی نشست کا دروازہ کھولا۔ نرس اس میں
بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہوا اور پھر آہستہ آہستہ کار باہر سڑک پر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

باربرا نے کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے گہرا سانس لیا۔ اب وہ پورے گھر میں تن تنہا تھی
یک لخت کسی اندرونی خیال کے زیرِ اثر وہ لپک کر باتھ روم میں گئی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ دروازے
کے ساتھ ہی لگا ہوا بٹن ٹٹول کر اس نے بتی روشن کی۔ سامنے ہی بیسن لگا ہوا تھا۔ جس کے ساتھ
چھوٹے چھوٹے خانوں کی الماری بنی ہوئی تھی۔ باربرا نے سب سے پہلی دراز کھولی۔ اس کے اندر

لپ اسٹک اور کاسمیٹک کا دوسرا سامان بھرا ہوا تھا۔ اُسی میں چھوٹی قینچیاں بھی شامل تھیں
نے جلدی جلدی دراز کی تمام چیزیں اُلٹ پلٹ ڈالیں۔ اس عمل کے دوران میں اس کا ہاتھ
لگا۔ اُسے جس چیز کی تلاش تھی وہ اس دراز میں نہیں تھی۔ کانپتے ہاتھوں سے اس نے دوسری
کھولی، اس میں بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھری ہوئی تھیں جن سے باربرا کو کوئی دلچسپی
تھی۔ وہ بے تابانہ ایک خاص چیز تلاش کر رہی تھی اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ چیز نہ ملی
اس کی حرکتِ قلب بند ہو جائے گی۔

دفعتاً وہ چیز اُس کے کانپتے ہاتھوں میں آگئی جس کی اُسے تلاش تھی۔ حیرت انگیز طور
باربرا کے ہاتھوں اور انگلیوں کی کپکپاہٹ جاتی رہی۔ یہ پلاسٹک کی بنی ہوئی ایک چھوٹی
بوتل تھی۔ اس کا ڈھکنا بند تھا اور باربرا کو اس میں سے نیلے رنگ کے کیپسول اوپر تک
نظر آ رہے تھے۔ باربرا کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ دروازہ بند کر کے وہ چمکتی آنکھوں سے
کیپسول تکتی رہی۔ پھر اس نے احتیاط سے ڈھکنا کھولا اور اپنی بائیں ہتھیلی پر کیپسول اُلٹ
اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اتنے ڈھیر سارے کیپسول ! وہ سمجھتی تھی کہ جارج نے
کی دراز میں سے نیلے کیپسولز کی تمام شیشیاں نکال لی ہوں گی لیکن ایک شیشی تو اُس سے رہ گئی
تھی۔ باربرا نے ایک ایک کر کے کیپسول واپس شیشی میں ڈال دیے صرف آخری کیپسول
مٹھی میں دبا کر ڈھکنا بند کر دیا۔ ایک بار پھر اس نے وہی دراز کھولی اور شیشی رکھ کر دراز بند کی۔
شدتِ جذبات سے اب اُس کا سارا بدن تھرتھرا رہا تھا۔ باربرا نے نیلا کیپسول یوں مٹھی
میں بھینچ رکھا تھا۔ جیسے وہ کوئی انمول ہیرا ہو۔ یکایک اُس نے منہ کھولا اور کیپسول زبان
نیچے رکھ لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کیپسول حلق سے نیچے اتار چکی تھی۔ اس نے پانی کا سہارا لینے
بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ چند ثانیے کے اندر اندر کیپسول نے اپنا اثر دکھایا۔ باربرا کا تنا
ہوا بدن اور تمتماتا ہوا چہرہ اصلی حالت پر لوٹ آئے۔ اب وہ بالکل پُرسکون تھی۔ اس نے سوچا
بستر میں لیٹ کر آرام کر ہی لینا چاہیئے۔ اس نے باتھ روم سے باہر جانے کے لیے قدم اٹھائے
باہر جانے کو اس کا جی نہیں چاہتا تھا۔ بہت دن بعد اُسے کیپسول کھانے کو ملا تھا۔ اُسے ڈر تھا
کہ شاید ایک کیپسول وہ اثر نہ دکھائے جس کی اُسے ضرورت تھی۔ پلٹ کر تیزی سے اس نے

وہی دراز کھولی اور شیشی نکال لی۔ ڈھکنا کھولا اور دوسرا کیپسول آناً فاناً منہ میں رکھ کر نگل
گئی۔ دوسرا کیپسول کھانے کے بعد اس کی ظاہری حالت میں عظیم تغیر رونما ہوا۔ وہ آپ ہی
آپ مسکرانے اور قہقہے لگانے لگی۔ اس کا دل چاہا کہ باہر فضاؤں میں آزاد پرندوں کی طرح پرواز
کرے۔ بے پناہ خوشی کا ایک فوارہ اُس کے اندر ہی اُبل پڑا تھا۔ جی بھر کر ہنسنے کے بعد اس
نے کیپسول کی شیشی واپس دراز میں رکھی۔ باتھ روم کی بتی بجھائی اور باہر آگئی۔

لیکن جونہی وہ اپنے بستر کی طرف بڑھی۔ اس کے پاؤں من من بھر کے ہو گئے۔ دل یکبارگی
اس طرح دھڑکا جیسے اچھل کر سینے سے باہر آن گرے۔ چہرہ یوں سکڑ گیا جیسے خون نچوڑ لیا گیا ہو۔
آنکھیں پھیل گئیں ... اور اُسے محسوس ہوا کہ دونوں کیپسول قطعی بے کار گئے۔ اس نے ان کے ذریعے
جو مسرت حاصل کرنا چاہی تھی، اس کی عمر چند لمحے تھی۔ باربرا نے دیکھا کہ اس کی مسہری کے بالکل
قریب رکھی ہوئی کرسی پر ایک نوجوان لڑکی اطمینان سے بیٹھی مسکرا رہی ہے۔ وہ باربرا کی ہم سن
تھی اور اسی کی طرح حسین، مگر اس کے چہرے پر مکاری اور سفاکی پھوٹی پڑتی تھی۔

"لوسی ... تم ... یہاں ؟" باربرا کے ہونٹوں سے یہ دو تین لفظ وقفے وقفے سے نکلے۔

"ہاں ... میں ..." لوسی نے چمکتے ہوئے دانت نکال دیے "کیوں ... مجھے دیکھ کر تمھیں کچھ
خوشی نہیں ہوئی ؟"

اس کے لہجے میں اتنا طنز اور ایسی کاٹ تھی کہ باربرا کے منہ سے دیر تک مزید کوئی لفظ نہ نکل
سکا۔ وہ اپنی جگہ بت بنی کھڑی لوسی کو تکتی رہی۔

"کھڑی کیوں ہو باربرا ؟ اپنے بستر پر لیٹ جاؤ۔" لوسی نے ہنس کر کہا۔ "اب میں آ ہی گئی
ہوں، تو مجھ سے دو چار باتیں ہی کر لو۔"

"مگر ... یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں آئیں کس طرف سے ؟" باربرا نے پوچھا۔

"میں سمجھی نہیں تم کہنا کیا چاہتی ہو۔" لوسی اب بھی مسکرا رہی تھی۔ "جیسے تم آئیں ویسے ہی
میں بھی آگئی۔"

"میرا مطلب یہ تھا کہ تم اس کمرے میں کیسے آگئیں، جبکہ دروازہ تو اندر سے بند ہے ؟"
باربرا نے کہا۔

لُوسی نے قہقہہ لگایا۔"دروازہ بند نہیں تھا۔ کھُلا ہوا تھا۔ تمہارا خیال ہے کہ میں کو[ئی]

یا چڑیل ہوں جو بند دروازے سے پار کر جاتی ہوں"؟ ایک لحظہ رک کر لُوسی نے پھر کہا۔

نہ جانے کب سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہی ہوں، باربرا..."

باربرا کے جسم کا تمام خون سمٹ کر کنپٹیوں کے آس پاس جمع ہو گیا۔ اس نے
کی طرف دیکھا اور بولی۔

"کیا کہتی ہو؟ تم اس مکان میں پہلے سے موجود تھیں اور میرا انتظار کر رہی تھیں
کو تمہارے بارے میں پتہ نہیں چلا؟"

لُوسی نے نفی میں گردن ہلائی۔"جارج نے مجھے نہیں دیکھا، حالانکہ میں گیراج ہی
تھی اور ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ہی باہر سے فون کیا تھا۔"

"تم نے؟" باربرا مزید بدحواس ہو گئی۔"تمہارا مطلب ہے۔ وہ فون جو ابھی تھوڑی
مس ہگنز کے لیے تھا، گویا یہ فون کسی نے ہسپتال سے نہیں کیا تھا؟"

"میں دراصل جارج اور مس ہگنز کو اس مکان سے نکالنا چاہتی تھی۔" لُوسی نے کہا۔
سے باتیں کرنے کا موقع مل جائے۔ مجھے معلوم تھا کہ جُوں ہی میں مِس ہگنز کو فون کر
اُسے بتاؤں گی کہ اُس کی بوڑھی ماں ایک حادثے کا شکار ہو کر ہسپتال میں ہے
جانے کے لیے تیار ہو جائے گی، اور جارج چونکہ بے حد شریف آدمی ہے۔ اس لیے
کو اپنی کار میں ریلوے اسٹیشن تک چھوڑنے ضرور جائے گا۔ یہ تدبیر کامیاب رہی اور
وہ دونوں جا چکے ہیں۔"

"لُوسی، تم نے یہ حرکت کچھ اچھی نہیں کی۔" باربرا نے افسردگی سے کہا۔"تم نے خواہ مخواہ
کو پریشان کیا۔"

"خیر، اب تو میں یہ حرکت کر گزری۔ مگر دیکھتی ہوں کہ تم مجھے دیکھ کر کچھ خوش نہیں
ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"میں اس لیے خوش نہیں ہو سکتی کہ اگر جارج کو ذرا سا بھی احساس ہو گیا کہ تم یہاں
اور مجھ سے مل چکی ہو، تو وہ مشتعل ہو جائے گا۔ مشتعل ہو کر وہ کچھ بھی کر سکتا ہے... تم

وہ اپنے غصے پر قابو نہیں پا سکتا۔"

"بس اسی لیے تو میں چاہتی ہوں کہ جو کچھ کرنا ہے، وہ ہم فوراً کر ڈالیں۔" لوسی نے کہا اور
ہی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔ آخر ہمیں کیا کرنا ہے؟" باربرا پر اب خوف کی بجائے حیرت
رہی تھی۔

"بے شک تم میرا مطلب نہیں سمجھی ہو گی۔ میں نے ابھی تفصیل سے تمہیں کچھ بھی تو نہیں
یا... ہم..."

باربرا کو ہلکا سا چکر آیا۔ اُسے کمرے کا فرش گھومتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ہاتھ ردم
کے دروازے سے سہارا لینے کی کوشش میں ہاتھ بڑھایا۔

"کیا بات ہے باربرا؟ خیریت تو ہے؟" لوسی نے گھبرا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ یونہی ذرا چکر سا آ گیا تھا..."

لُوسی نے تیز نظروں سے باربرا کا جائزہ۔"کیا تم دوبارہ وہی کیپسول تو نہیں کھانے لگی ہو؟"

"نہیں نہیں... بالکل نہیں۔" باربرا نے جلدی سے کہا۔"کیپسول تو میں نے بہت دن
ہوئے چھوڑ دیے۔ جیسی چاہے قسم لے لو... البتہ نرس نے مجھے دوا ضرور پلائی تھی۔"

لُوسی مسکرائی۔"مگر وہ تو قطعی بے ضرر چیز تھی۔ نرس خود بھی یہ سمجھ رہی ہے کہ اس نے تمہیں
گہری نیند کی دوا دی ہے، حالانکہ میں نے وہ دوا ہی بدل دی تھی... بہرحال، تمہاری یہ حالت
مجھ سے چھپی نہیں رہ سکتی، باربرا۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھے یقین ہے تم نے کیپسول ضرور
کھایا ہے۔"

لُوسی کی چمکیلی نظروں کی تاب نہ لا کر باربرا آہستہ آہستہ اپنے پلنگ کی طرف بڑھی اور
بستر پر گردن جھکا کر بیٹھ گئی۔"میں سچ کہہ رہی ہوں، لوسی، میں نے کوئی کیپسول نہیں کھایا۔
میں اب بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں... مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔"

لُوسی نے گہرا سانس لیا۔"یہ بات تو تم کہہ رہی ہو، مگر تمہارے بھائی جارج کو ابھی تک
یقین نہیں آیا کہ تم تندرست ہو چکی ہو... اور اس کی ایک معقول وجہ بھی ہے۔ اگر تم ٹھیک ٹھاک

ہوگئیں، تو جارج کے سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے ... دراصل وہ یہی چاہ
ٹھیک ٹھاک نہ رہو۔

"لوسی خدا کے واسطے ایسی باتیں نہ کرو..." باربرا نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "ا
ایسی باتوں سے کیا ملتا ہے؟ تم سمجھ سکتی ہو کہ میں کس قدر پریشان ہو جاتی ہوں۔"

"حقائق تو حقائق ہی ہوتے ہیں، باربرا۔ کبوتر اگر آنکھیں بند کر کے یہ سمجھ لے
نہیں دیکھ رہی، تو یہ کبوتر کی بھول ہے اور اسی بھول میں وہ بلی کا نوالہ بن جاتا ہے
اس وقت تمہاری ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ جارج جو کچھ کر رہا ہے وہ تمہاری بہتری کے لیے
حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور اس حقیقت سے تم خود بھی اچھی طرح آگاہ ہو۔"

باربرا خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ لوسی نے پھر کہا:

"اچھا یہ بتاؤ، جارج نے تمہیں ہسپتال میں کس لیے داخل کرایا تھا؟"

"بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" باربرا کے ہونٹوں پر بھی پہلی بار مسکراہ

"میرا علاج معالجہ کرانے کے لیے۔"

"بہت خوب... مجھے پتہ تھا تم یہی کہو گی... لیکن تم احمق ہو، باربرا۔ ذرا سوچو
تمہارا صحیح علاج ہو گیا؟"

باربرا نے بے چین ہو کر لوسی کی طرف دیکھا۔ "اگر صحیح علاج نہ ہوا ہوتا تو ڈاکٹر
کی اجازت کیوں دیتا؟"

لوسی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "ارے بے وقوف، سب ڈاکٹر ایک ہی جیسے ہیں
کی کوشش ہوتی ہے کہ مریضوں کا ڈھنگ سے علاج نہ کریں اور زبانی کلامی انہیں یقی
دلاتے رہیں کہ تم اب ٹھیک ٹھاک ہو، گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اب گھر جاؤ اور آرام
خیر ادھر مجھ سے نظریں ملا کر بات کرو، باربرا۔ تم خوب جانتی ہو کہ جارج کے بارے
کچھ میں کہتی ہوں۔ وہ حرف بہ حرف درست ہے... سنو... وہ کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ تم
ہو جاؤ۔ بولو کیا میں غلط کہتی ہوں؟"

باربرا نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور آنکھیں بند کر کے کانپتی آواز

"چپ رہو لوسی... خاموش ہو جاؤ۔ میں اب مزید کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

"لیکن تمہیں سننا پڑے گا، باربرا۔" لوسی نے بلند آواز میں کہا۔ "تمہیں سب کچھ سننا پڑے گا۔
کن ہے کہ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ سنو، تمہیں ایک موقع مل چکا ہے، دوسرا موقع شاید نہ
... تمہارا وقت تیزی سے ختم ہو رہا ہے... تم اب بھی نہ سنبھلو گی تو ضائع ہو جاؤ گی... لہٰذا
اپنے آپ کو بچانے کے لیے جد و جہد کرو۔ یہ آخری موقع ہے... مجھ سے ضد اور بحث کرنے
کے بجائے تم حقائق کا سامنا کرو... حوصلے اور ہمت سے... مجھے برا کہنے کے بجائے تمہیں
شکر گزار ہونا چاہیے، باربرا... میں تمہیں صحیح مشورہ دے رہی ہوں۔ کیا تمہیں ابھی احساس
ہوا کہ اگر میں درمیان میں نہ ہوتی، تو جارج تمہیں کبھی کا ختم کر چکا ہوتا۔"

باربرا نے کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور آنکھیں کھول دیں۔ آنسوؤں کے دو قطرے
کے دونوں رخساروں پر ڈھلک آئے۔

"لوسی... مجھے غلط نہ سمجھو... اور مجھ سے خفا مت ہونا۔ میں جانتی ہوں تم جو کچھ کہتی ہو
ہے... مگر یہ تو سوچو کہ میں کر ہی کیا سکتی ہوں۔ جارج بہرحال میرا سگا بھائی ہے...
اس کے بارے میں ایسی تکلیف دہ باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتی۔"

"بس تو پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ، باربرا۔" لوسی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "اگر تم جارج
کے ہاتھوں قتل ہونا ہی پسند کرتی ہو تو پھر میں کیا کر سکتی ہوں؟ اچھی طرح جان لو کہ جارج تمہاری
جان کے درپے ہے۔ وہ کبھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا... پہلے اس نے تمہیں ہسپتال میں
داخل کروایا اور اب یہاں لا کر اس کمرے میں قید کر دیا ہے اور تمہاری نگرانی کے لیے اس نے
یہ بھولی ہوئی عورت مسلط کر دی ہے... وہ عورت... جسے تم اپنی بے وقوفی کے باعث
نرس سمجھ رہی ہو، وہ نرس ہرگز نہیں ہے۔"

"پھر وہ کون ہے؟" باربرا نے پوچھا۔ لوسی ٹہلتی ہوئی کھڑکی کی طرف گئی اور پردہ سرکا کر
باہر جھانکنے لگی۔

"وہ جارج کی محبوبہ ہے... نرس نہیں ہے... جارج نے اسے تمہاری نگرانی پر مقرر کیا ہے
عین ممکن ہے وہ نرس تمہیں زہر دے کر ہلاک کر ڈالے..."

"نہیں نہیں ... ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" باربرا چیخ اُٹھی۔ "تم ایسا بھیانک الزام
جارج نے مس ہگنز کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق صرف دیکھ بھال اور کام کاج کے لیے
"آخر تمھیں کیسے پتہ چلا کہ مس ہگنز واقعی نرس ہے؟" لوسی نے پلٹ کر سوال
"اُس لیے کہ ..." باربرا گڑبڑا گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے۔ لوسی
خود ہی فقرہ مکمل کر دیا۔ "اس لیے کہ یہ بات خود جارج نے تم سے کہی ہے اور تم نے اپنی
باعث اس کی بات پر یقین کر لیا۔ کیا ڈاکٹر نے خود تم سے کہا تھا کہ گھر میں نرس کی ضرورت
ہے؟ یقیناً نہیں کہا ہوگا۔ بس ثابت ہوا کہ مس ہگنز نرس نہیں ہے۔ تم خود اس معاملے پر
سے غور کرو، باربرا... اچھا، یہ بتاؤ اس مکان کا مالک کون ہے؟"

"مالک تو میں ہوں۔" باربرا نے کہا۔ "تم جانتی ہو، لوسی، جب والد کا انتقال ہوا تو انھوں
نے ہر چیز میری ملکیت میں دے دی تھی۔ یہ مکان بھی اُن کی وصیت کے مطابق مجھے ملا
اس میں جارج کا کوئی حصہ نہیں ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" لوسی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "قانون کے مطابق تم اس کی
مالک ہو... لیکن یہ سوچو کہ اگر خدانخواستہ تمھیں کچھ ہو گیا، تب یہ مکان اور اس کی ساری
کی ملکیت میں چلی جائیں گی؟"

باربرا نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا اور ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

"ایسی باتیں نہ کرو، لوسی، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"میں جانتی ہوں تمھیں ڈر لگ رہا ہوگا۔ مگر یہ باتیں ضروری ہیں باربرا۔ اگر تم ان
گی تو گویا اپنے ہاتھوں اپنی ہی قبر کھود دو گی... سوال یہ ہے کہ جارج کو تمھیں یہاں ایک
اندر ایک باتھ روم میں قید کر دینے کا کیا حق ہے؟ پھر مزید ظلم یہ کہ اس نے ایک عورت
پر پہرے دار کی حیثیت سے مسلط کر دیا جو دن رات تمھاری نگرانی کرے گی اور اس
کے لیے کوشاں رہے گی کہ تم تندرست نہ ہونے پاؤ... اور اگر تم اس کے ہاتھ سے
پینے سے انکار کرو، تو وہ تمھیں دوبارہ دماغی امراض کے ہسپتال بھجوانے کی دھمکی دیتی
تم نے کوئی مزاحمت نہ کی، تو سمجھ لو کہ تمھاری زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔"

"جارج میرا بھائی ہے ..." باربرا نے روتے ہوئے کہا۔ "وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا... کیا
اپنی چھوٹی اور ایک ہی بہن کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے؟"

"ضرور اتار سکتا ہے، احمق لڑکی... بلکہ اُس نے موت کے گھاٹ اتارنے کا عمل شروع
کر دیا ہے۔" لوسی نے کہا۔ "اور یہ کام اس کے لیے اب بہت آسان ہو گیا ہے۔ اُسے زیادہ سے
زیادہ یہ کرنا ہوگا کہ ہسپتال کے ڈاکٹر سے کہے کہ تم اس کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ اور یہ کہ تمھیں گھر
کی چار دیواری میں رکھنا ممکن نہیں رہا... جارج کی گواہی دینے کے لیے وہ نام نہاد مکار عورت موجود
ہے جسے تم نرس سمجھتی ہو... وہ بھی کہے گی کہ باربرا کا دماغ خراب ہو چکا ہے... اور خدشہ ہے کہ یہ کسی
لمحے کوئی غلط سلط چیز نہ کھا لے یا کھڑکی سے کود کر خودکشی نہ کر لے اور یہ بھی ڈر ہے کہ اپنے
کمروں میں آگ لگا کر بھسم نہ ہو جائے... ہزار طرح کے بہانے بنائے جا سکتے ہیں اور جب ایک
مرتبہ اس نے تمھیں پاگل ثابت کر دیا تو پھر تمھارے واحد وارث کی حیثیت سے اس جائیداد پر
قبضہ جمانا جارج کے لیے مشکل نہ ہوگا... یہ عورت، مس ہگنز، جارج کے ساتھ اس گھناؤنی
سازش میں برابر کی شریک ہے اور یہ آہستہ آہستہ تمھیں ایسی دوائیں دیتی رہے گی کہ تم اپنے حواس
کھو بیٹھو۔ ہسپتال میں یا اپنے مکان ہی پر اگر تم مر گئیں، تب بھی جارج پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔"

"پھر تم جارج سے کیوں نہیں کہتیں؟" باربرا نے کہا۔ لوسی نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"میں نہیں کہہ سکتی۔ تم جانتی ہو، باربرا، جارج مجھے پسند نہیں کرتا۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم
مجھ سے ملا جلا کرو یا میری سنو۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" باربرا نے کہا۔ "تم ہی بتاؤ کہ ان حالات میں میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم اب بھی بہت کچھ کر سکتی ہو، باربرا۔" لوسی نے آہستہ سے کہا۔ "جان بچانے کا ایک ہی طریقہ
ہے، اور وہ یہ کہ جتنی جلد ممکن ہو، اس قید خانے سے نکل بھاگو..."

"لیکن یہاں سے نکل کر میں جاؤں گی کہاں؟" باربرا نے پوچھا۔

"تم میرے ساتھ رہنا۔" لوسی نے کہا۔ "اب زیادہ عذر مت کرو، بس نکل چلو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے... مگر... تمھارے ساتھ بھی میں کتنے دن رہ سکتی ہوں۔" باربرا نے ذرا
تامل کے بعد کہا۔ "جارج مجھے آسانی سے ڈھونڈ لے گا۔ وہ سمجھ جائے گا کہ میں تمھارے ساتھ چلی

گئی ہوں۔"

"میں نے اس امر پر بھی خاصا سوچ بچار کیا ہے۔" لوسی نے کہا "میں تمہیں اپنے
کہیں اور لے چلوں گی۔ کسی گمنام جگہ ہم کمرہ کرائے پر لے لیں گے۔ اس طرح تمہیں
بحال کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ یہاں رہو گی، تو وہ نرس ہر وقت تمہیں اُلٹی سیدھی
کر سوتے رہنے پر مجبور کرے گی۔۔ اس کے علاوہ وہ تمہیں گھر سے باہر نکلنے اور گھومنے
اجازت بھی نہ دے گی۔ اُدھر جارج بھی موقع کی تلاش میں رہے گا کہ تم سے چھٹکارا پا لے
وہ تمہیں ہلاک نہ کر سکا، تو کم از کم اتنا کر سکتا ہے کہ دوبارہ پاگل خانے میں داخل کرا دے
بعد تم وہاں سے مر کر ہی نکل سکو گی۔۔۔"

باربرا کے بدن پر دوبارہ لرزہ طاری ہو گیا۔

"نہیں۔۔ نہیں۔۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔۔ مجھے بچاؤ۔۔ لوسی، مجھے بچاؤ۔"

"گھبراؤ نہیں باربرا، میں تمہیں بچانے ہی کے لیے آئی ہوں۔ بس، جو کچھ میں کہوں
عمل کرتی جاؤ۔ میرے ساتھ چلی چلو۔ میں کسی اچھے وکیل سے بات بھی کروں گی۔"

"کیا تمہارے پاس وکیل کی فیس دینے کے لیے اتنی رقم ہے؟" باربرا نے پوچھا

"میرے پاس تو نہیں، مگر تمہارے پاس ضرور ہے۔" لوسی نے کہا اور باربرا
حیرت سے اس کی صورت تکنے لگی۔ لوسی نے مسکرا کر کہا:

"کیا تم نے سو پونڈ کی رقم ایک جگہ چھپا کر نہیں رکھی؟"

باربرا دم بخود رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ راز لوسی کو کیسے معلوم ہوا
رقم بے شک اس نے اپنے کمرے میں چھپا کر رکھی ہوئی تھی۔ لیکن اس نے تو اس رقم
کسی سے نہیں کیا تھا حتیٰ کہ جارج کو بھی معلوم نہیں تھا۔۔۔ پھر لوسی کو کیسے پتہ چلا؟

"لوسی۔۔ سچ سچ بتاؤ کہ تمہیں اس رقم کا علم کیونکر ہوا۔" باربرا نے خوف زدہ

"واقعی تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہو۔" لوسی نے کہا "کیا تم بھول گئیں
تو مجھے اس رقم کے بارے میں بتایا تھا؟"

باربرا نے ذہن پر زور دیا کہ اس نے کب لوسی کو بتایا تھا۔ لگتا ہے اچھی طرح

رقم کا ذکر اس نے کبھی لوسی سے نہیں کیا تھا۔

"میں نے تمہیں کبھی نہیں بتایا۔۔۔ اور تمہیں کیا، کسی کو بھی اس رقم کے بارے میں کچھ نہیں
بتایا تھا۔" باربرا نے کہا۔

"اب تمہیں یاد نہیں آتا، تو میں کیا کروں! ذرا یہ تو سوچو کہ اگر تم نہ بتاتیں، تو بھلا مجھے کیسے
معلوم ہوتا؟ کیا تمہارا خیال ہے۔ مجھے ایسی باتیں کوئی غیبی قوت بتاتی ہے؟"

"غیبی قوت کا مجھے علم نہیں۔ میں تو اتنا جانتی ہوں کہ سو پونڈ کی رقم کا ذکر میں نے تم سے
ہرگز نہیں کیا تھا۔ بہرحال۔۔ یہ میرے پاس موجود ہے۔۔ کہو، تو لے آؤں۔"

"ارے نہیں باربرا۔۔۔ ابھی اتنی جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔۔" لوسی نے کہا "فوری طور
یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ میرا مطلب ہے دن کے اجالے میں یہاں سے جائیں گے، تو
کوئی ہمیں جاتے ہوئے ضرور دیکھ لے گا اور جارج کو خبر ہو جائے گی کہ تم میرے ساتھ بھاگ
گئی ہو۔۔ ذرا صبر سے کام لو، گڑیا۔ ایسے خطرناک کام یوں ہتھیلی پر سرسوں جمانے سے نہیں ہوا
کرتے ہمیں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا۔ اس مقصد کیلئے ہمیں ایک کار کی ضرورت
بھی پڑے گی۔"

"لیکن یہ کار آئے گی کہاں سے؟" باربرا نے پوچھا۔

"کار گیراج میں سے آئے گی۔" لوسی نے ہنس کر کہا۔ "آج ہی رات۔۔۔ جب جارج گہری
نیند کے مزے لے رہا ہوگا۔"

"اس وقت تک تم کیا کرو گی؟" باربرا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اپنے چوری چھپے
جانے کے تصور ہی سے اس پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

لوسی کی پیشانی پر غور و فکر کی شکنیں نمودار ہوئیں۔ پھر اچانک اس کا چہرہ روشن ہو گیا۔
"تمہارے برابر والے کمرے میں ٹھہروں گی۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے نرس اس
کمرے میں نہیں جاتی۔۔۔ اچھا باربرا اب میں چلتی ہوں۔۔۔ جارج کسی بھی لمحے واپس آنے والا
ہوگا۔۔۔ تم گھبرانا مت۔۔۔ میں ہر وقت تمہارے قریب ہی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ مجھے یہاں دیکھے
اور کچھ نہیں بگاڑ سکتا، البتہ تمہاری کم بختی ضرور آ جائے گی۔۔"

یہ کہہ کر لوسی نے دروازے کی طرف قدم بڑھایا۔ باربرا نے بھی بستر سے اُٹھنے
کی، لیکن لوسی نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک دیا۔ پھر وہ بولی :

"سُنو ... اُن کیپسولز کے نزدیک بھی نہ جانا ... ورنہ سارا معاملہ بگڑ جائے گا
آئندہ کیپسولز نہ کھاؤ گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں ... جو تم کہو گی، ویسا ہی کروں گی۔" باربرا نے کہا۔

"اب تم بستر پر اطمینان سے لیٹ جاؤ اور سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" لوسی نے مسکرا
اُس نے ہاتھ بڑھا کر آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ اُس کے جانے
دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ اُس کے بعد دروازہ آپ ہی آپ بند
تحیّر آمیز نظروں سے دروازے کی طرف دیکھتی رہی ... ایک ثانیے بعد اس نے
کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز بھی سُنی۔ اس نے بے چینی سے اپنے کمرے کے باتھ رو
ڈالی۔ باتھ روم کا دروازہ بھی بند تھا۔ باربرا کو یاد آیا اس بند دروازے کے پیچھے
قریب، لکڑی کی ایک چھوٹی سی الماری دھری ہے۔ الماری کی دوسری دراز میں
کی شیشی پڑی ہے اور اس میں نیلے رنگ کے کیپسول بند ہیں ... نیلے کیپسول
ہی سے اس کی روح کو تسکین سی ملنے لگی۔ کتنے کیپسول ہوں گے وہ؟ ... اس
حافظے کی مدد سے دل ہی دل میں گننے شروع کیے ... دو کیپسول تو وہ کھا چکی تھی
ایک ... دو ... تین ... چار ... پانچ ... دفعتاً اس کے ذہن میں تاریکیاں اُمڈ آ
رنگ کے ننھے ننھے چمک دار کیپسول عالمِ تصوّر سے ایک دم غائب ہو گئے
کانوں میں کار کے انجن کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی، جیسے کار باہر پورچ میں آ کر رکی
واپس آ گیا تھا۔

پھرتی سے اُٹھ کر وہ کھڑکی کے پاس گئی اور پردہ اٹھا کر باہر جھانکنے لگی۔
کہ جارج کار میں سے باہر نکل رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مکان کے اندر داخل
کھڑکی سے ہٹ گئی اور بستر پر لیٹنے کے بعد کمبل اوڑھ لیا۔ بستر سے اٹھ کر کھڑکی
اور واپس آنے ہی میں اس کا سانس بُری طرح پھُول گیا تھا۔ اُسے اپنے سانس

چاہیے ... ممکن ہے جارج سیدھا اوپر آئے ... یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ سو رہی ہے یا جاگ
رہی ہے۔ اور ادھر اُس کا سانس پھولا ہوا ہو، تب وہ کیا سمجھے گا۔ یہی کہ وہ سو نہیں رہی ہے
اور اگر جارج نے پوچھ لیا کہ وہ سوئی کیوں نہیں، تب اس کا جواب کیا ہو گا؟

اس تصوّر ہی سے وہ لرزیدہ ہونے لگی۔ تاہم اس نے کوشش کر کے اپنے سانس کی
آمد و رفت درست کر لی ... پھر اسے محسوس ہوا جیسے مکان کا نچلا بڑا دروازہ بند ہوا ہے۔ اس کے
بعد خاموشی چھا گئی۔ اس کے معنی یہ تھے کہ جارج اُسے دیکھنے کے لیے اوپر آنے کا ارادہ نہیں
رکھتا۔ اس احساس سے اُس کی بگڑی ہوئی حالت نارمل ہو گئی۔ ایک بار پھر اس نے غیر شعوری
طور پر گردن اُٹھائی اور باتھ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ بے اختیار اس کے دل میں
ایک اور کیپسول نگل لینے کی خواہش مچلنے لگی۔ اُس نے دل کو سمجھانا چاہا کہ دو کیپسول نگلنے کے
بعد تیسرے کی خواہش اچھی نہیں ... مگر جس قدر وہ یہ خواہش دباتی، اسی قدر شدّت سے تیسرا
کیپسول کھانے کا جذبہ اُبھر رہا تھا۔ اب دل کے ساتھ ساتھ اس کا دماغ بھی اس خواہش
کی تکمیل پر اصرار کرنے لگا۔ دماغ نے دلیل دی کہ تیسرا کیپسول کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے
یہ کیپسول تو قطعی بے ضرر ہیں ... اور اگر وہ پروگرام کے مطابق لوسی کے ساتھ بھاگ
گئی تب تو کیپسول کھانے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ لہٰذا کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے
ہوئے وہ ایک اور کھا لے۔

جی کڑا کر کے وہ اُٹھنے کا ارادہ باندھ ہی رہی تھی کہ اُسے دوبارہ بستر میں دبک جانا پڑا
اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے حسّاس کانوں تک سیڑھیوں پر جارج کے قدموں کی آہٹ پہنچ
چکی تھی۔ باربرا نے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے دل کی دھڑکن اگرچہ
تیز تھی، تاہم سانس کی آمد و رفت معمول کے مطابق ہی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ جارج کو کسی قسم کا
شک و شبہ نہیں ہو گا۔

قدموں کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھی، پھر باربرا نے سُنا کہ اُس کے کمرے کا دروازہ
کھلا اور جارج کی آواز آئی :

"باربرا ... باربرا ... کیا سو رہی ہو؟"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بھلا گہری نیند میں سونے والے بھی جواب
جارج نے ایک بار پھر نرم لہجے میں اُسے پکارا: "باربرا... کیا میری آواز
لیکن باربرا اپنے بھائی کی آواز سنتے ہوئے بھی نہیں سُن رہی تھی۔ چند ثانیے
اس نے دروازہ بند ہونے کی ہلکی سی آواز سُنی۔ پھر جارج کے دور ہٹتے قدموں کی
جو رفتہ رفتہ مدھم پڑتی گئی اور آخر میں بالکل معدوم — باربرا نے اپنے مجوزہ پرا
پہلی شق پر کامیابی سے عمل درآمد کر لیا تھا۔ اب وہ محفوظ تھی۔

باربرا اپنی عجیب وغریب کہانی سناتے ہوئے جب تھوڑی دیر کے لیے چپ
ڈاکٹر فاسٹر نے کہا: "تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ لوسی کون تھی۔"

"لوسی کون تھی؟" باربرا نے زیرِ لب فاسٹر کا سوال دہرایا۔ "لوسی کون تھی؟
لوسی تھی اور کون ہوتی؟"

"بے شک وہ لوسی تھی، مگر میں پوچھتا ہوں تمہارا اس سے کیا تعلق تھا؟ کیا
سہیلی تھی یا کوئی رشتے دار؟"

"ہاں ہاں — وہ میری سہیلی تھی — سہیلی ہی کہنا چاہیئے۔" باربرا نے سوچتے ہ

"کیا لوسی سے تمہارا کوئی خونی رشتہ نہیں تھا؟" فاسٹر نے پوچھا۔

اس جرح پر باربرا کسی قدر مشتعل، اُس نے تیز لہجے میں کہا: "میں نہیں سمجھتی ایسے
سوالوں سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"آخر کسی مقصد کے تحت ہی میں پوچھ رہا ہوں۔" فاسٹر نے نرمی سے کہا۔ "اگر
مدد کرنا چاہوں، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ مجھے ہر نوع کی تفصیلات کا علم ہو۔
سوالوں کا جواب دینے سے تم گریز کرتی ہو، تو مجھے بھی اصرار نہیں ہے۔"

باربرا کی آنکھوں میں پھیلی ہوئی درشتگی جاتی رہی: "لوسی، بہرحال میری ایسی سہیلی تھی
رشتے داروں سے بڑھ کر میری ہمدرد اور غمگسار تھی۔"

"ہاں... ہاں... اب میں سمجھ گیا..." فاسٹر نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔
ممکن ہے، باربرا، کہ لوسی کا خارج میں کوئی وجود ہی نہ ہو... میرا مطلب ہے کہ لوسی تمہ

اندرونی شخصیت کا ایک نام ہو... شاید..."

باربرا نے اس سوال پر بَل کھا کر فاسٹر کو جواب دینے کی بجائے میکس کی جانب دیکھا
اور کہا: "کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ شخص واقعی ڈاکٹر ہے؟ مجھے تو یہ ڈاکٹر کے بجائے بہت بڑا پاگل
نظر آتا ہے... بالکل ویسا ہی پاگل جیسے اس عمارت کے مختلف کمروں میں تم نے قید کر
رکھے ہیں۔"

میکس بے اختیار ہنس پڑا لیکن اس نے باربرا کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ فاسٹر
نے ایک لحظے بعد باربرا سے کہا: "دیکھو اس میں خفا ہونے کی کوئی بات نہیں۔ تمہاری کہانی
سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ لوسی کا حقیقت میں کوئی خارجی وجود نہ تھا۔ اُسے تم نے اپنے
لاشعور کی مدد سے تخلیق کیا... ہو سکتا ہے میں یہ اخذ کرنے میں غلطی کر رہا ہوں۔ تاہم تمہارے
لیے مناسب نہیں کہ اتنی سی بات پر ناراض ہو جاؤ۔ تم خود غور کرو گی تو حقائق کا پتہ چل سکتا ہے
آخر لوسی کو وہ راز کیسے معلوم ہو گیا جس کا ذکر تم نے کسی سے نہیں کیا تھا؟ لوسی کو یہ حیرت انگیز
قدرت کیونکر حاصل ہوئی کہ وہ تمہارے دلی رازوں تک سے آگاہ ہو جاتی تھی؟ وہ تمہارے
خیالات من وعن نہ صرف معلوم کر لیتی تھی بلکہ انہیں پوری تفصیل سے بیان بھی کر ڈالتی تھی
ان تمام حقائق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لوسی تمہارے ذہن کی ایجاد ہے۔ عملی دنیا میں تم
نے اپنی مدد کے لیے لوسی کو پیدا کر لیا تھا۔"

باربرا اس مرتبہ مشتعل ہونے کے بجائے زور سے ہنس دی: "بہت خوب... تم واقعی
بڑے باکمال ڈاکٹر ہو... اور لاجواب ماہر نفسیات بھی..." یہ کہہ کر باربرا نے نہایت بے ہودگی
سے میکس کو آنکھ کا اشارہ کیا جو فاسٹر کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکا۔ کوئی اور ہوتا، تو طیش
میں آجاتا، مگر طیش میں آنا فاسٹر کے پیشے اور وقار کے خلاف تھا۔ لہٰذا وہ چپ بیٹھا باربرا کی
صورت تکتا اور خود بھی مسکراتا رہا۔

"لوسی کے بارے میں میں اتنا اور بتا دوں کہ وہ ایک زندہ اور حقیقی کردار ہے۔" باربرا
نے کہا۔

"یعنی جسمانی طور پر بھی یہ ایک شخصیت ہے۔" فاسٹر نے کہا۔

"ہاں ... جسمانی طور پر بھی ... بالکل میری طرح۔"

"بہت خوب ... اگر تم کہتی ہو تو مَیں مانے لیتا ہوں، ورنہ میری جگہ کوئی ا
تو شاید اُسے یہ بات ماننے میں تامل رہتا۔ بہرحال، یہ طے ہو گیا کہ لُوسی تمہارے ذ
تخلیق نہیں، بلکہ ایک جیتا جاگتا اِسی دنیا کا ایک حقیقی کردار ہے، ایسا کردار جسے
اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اُس سے باتیں بھی کیں۔"

صرف مَیں نے ہی لُوسی کو نہیں دیکھا، مسٹر ...۔" باربرا نے اُس کی بات کاٹ
کہا "میرا بھائی جارج بھی اُسے خوب جانتا ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ جارج اُس لُوسی کو جانتا ہے جس لوسی کو تم جانتی ہو"
فاسٹر نے کہا۔

باربرا نے گہری آہ بھری۔ "تم ڈاکٹر لوگ بات کا بتنگڑ بنانا خوب جانتے ہو۔
پھر اگر تم مجھ سے یہ کہلوانا چاہتے ہو کہ لُوسی میرے خیالات کی پیداوار ہے، اور ج
میرے خیالات سے آگاہ ہے، لہٰذا وہ لُوسی کو بھی جانتا ہو گا۔"

فاسٹر دل ہی دل میں باربرا کی ذہانت پر عش عش کرنے لگا۔ باربرا نے سلس
جاری رکھتے ہوئے کہا :

"دنیا میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو ڈاکٹروں کے بارے میں اچھے خیالات ن
رکھتے، کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسے سب افراد میرے اپنے ذہن کی پیداوار ہیں؟"

"نہیں، باربرا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو گا۔" فاسٹر نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں
مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی بات تمہارے ذہن تک منتقل نہیں کر سکا۔ الٹا تم نے مجھے
کرلیا۔ اگر زحمت نہ ہو تو آگے چلو اور اپنی انتہائی دلچسپ داستان کا باقی حصہ سنا ڈالو۔"

"میرا خیال ہے میرے پاس مزید کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا۔" باربرا نے ب
سے کہا۔

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں، باربرا، کیا تم بھول گئیں؟"

"تم میری مدد نہیں کر سکتے، ڈاکٹر۔" باربرا کا لہجہ تلخ تھا۔ "میری مدد کوئی اچھا وکیل
سکتا ہے۔"

"میں تمہارے لیے اچھے وکیل کا بھی بندوبست کر دوں گا، بشرطیکہ تم مجھے قائل کر سکو
کہ تمہیں ڈاکٹر نہیں، وکیل ہی کی ضرورت ہے۔"

باربرا نے فاسٹر کے چہرے پر نگاہیں جما دیں جیسے وہ اس کے خیالات پڑھنے کی
کوشش کر رہی ہو۔ آخر اس نے کہا :

"میں آگے تب چلوں گی جب تم لُوسی کے بارے میں طے کر لو کہ وہ فرضی کردار نہیں بلکہ
ایک جیتی جاگتی شخصیت ہے؟"

"چلو مَیں مانے لیتا ہوں کہ لوسی ایک فرضی کردار نہیں ہے۔" فاسٹر نے کہا۔

"ہاں اب تم ڈاکٹروں والی بات کر رہے ہو۔" باربرا ہنسی اور اس نے کہانی کا بقیہ حصّہ
بیان کرنا شروع کیا۔

اُسی روز سہ پہر کے وقت باربرا نے فون کی گھنٹی کی آواز دوبارہ سُنی۔ وہ بستر میں سے
نکلی اور دبے پاؤں چل کر بیرونی گیلری کی سیڑھیوں تک پہنچ گئی۔ وہاں لکڑی کے بنے ہوئے
جنگلے کے نیچے جھک کر اس نے ہال کمرے میں دیکھا۔ جارج نے آن کر ریسیور اُٹھایا اور کان سے
لگا لیا۔

"ہاں ... مس ہگنز ... مَیں جارج ہی بول رہا ہوں۔" باربرا نے جارج کی آواز سنی "کیا کہا
تم نے؟ ہسپتال سے کسی نے فون نہیں کیا تھا! اچھا، تمہاری ماں گھر پر موجود ہے۔ اس کا کوئی
حادثہ نہیں ہُوا! عجیب بات ہے ... یہ بے ہودہ مذاق آخر کون کر سکتا ہے؟ خیر خیر ... تم
کتنی دیر میں گھر واپس آ رہی ہو؟ ... نہیں آ سکو گی ... ! مگر کیوں؟ بھئی، یہ تو سوچو باربرا
کو کون دیکھے بھالے گا۔ مجھے اُس کی طرف سے قطعی اطمینان نہیں ہے ... دیکھو مس ہگنز،
تمہارا واپس آنا بے حد ضروری ہے۔ خواہ تم رات کو کسی بھی وقت آؤ، لیکن آ ضرور جانا ... میں
باربرا کو گھر میں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا ... تم میری بات سمجھ رہی ہو نا؟ رات کو گیارہ بجے کے
لگ بھگ آخری ٹرین اُدھر سے روانہ ہوتی ہے ... تم اس ٹرین کے ذریعے آسانی سے یہاں
پہنچ سکتی ہو ... اچھا، ایسا کرو کہ کسی ٹیکسی پر یہاں آ جاؤ۔ جتنا کرایہ بنے گا، مَیں دے دوں گا۔"

باربرا کا دل بیٹھنے لگا۔ اُسے یہ جان کر خوشی ہو رہی تھی کہ نرس واپس نہیں آ
اس عرصہ میں وہ کچھ پروگرام بناتی لیکن جارج جس انداز میں اُسے واپس آنے پر زور دے رہا
تھا، وہ انداز باربرا کے لیے سخت تکلیف دہ تھا۔ اُس نے جارج کو فون پر یہ کہتے سُنا:
”ٹھیک ہے ... میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، مس ہگنز۔“
اور یہ کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا اور مڑ کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا جیسے اُسے شبہ
کہ باربرا وہاں کھڑی تو نہیں ہے۔ وہ پلک جھپکتے ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ ویسے بھی اگر وہ
تو جارج اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ باربرا کو یہ بھی پتہ تھا کہ جارج اُسے دیکھنے پھر آئے گا
کمرے میں گئی اور بستر پر لیٹ کر کمبل اوڑھ لیا۔ چند منٹ تک وہ دم سادھے نیچے سے
قدموں کی آہٹ سننے کی کوشش کرتی رہی، مگر جارج اوپر نہ آیا۔
باربرا کو اس ذہنی مشقت نے سخت تھکا دیا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے وہ لوسی کے
میں سوچنے لگی۔ لوسی کا آنا ایک طرح سے اچھا ہی ہوا۔ لوسی بہت سمجھ دار اور چالاک
اُسے خوب معلوم ہوتا ہے کہ کس وقت کیا کرنا چاہیے۔ وہ بڑے مضبوط اعصاب کی
اگر لوسی نہ آتی تو باربرا اکیلی کیا کر سکتی تھی؟
باربرا آنکھیں بند کیے انہی خیالات میں گم تھی کہ کسی نے آہستہ سے اُس کے
ہاتھ رکھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ باتھ روم کا دروازہ کھُلا تھا اور اندر
بلب جل رہا تھا۔ روشنی کی کرنیں باتھ روم سے نکل کر باربرا کے بستر تک ایک لکیر بنا
اُس نے دو تین مرتبہ پلکیں جھپکیں اور دیکھا کہ لوسی باتھ روم کے دروازے پر کھڑی
رہی ہے۔
”اُٹھ جاؤ، باربرا ... بہت سو چکیں۔“ لوسی نے باربرا کے قریب آتے ہوئے کہا۔ ”جب
میں آئی، تو تم گہری نیند سو رہی تھیں۔ میں نے تمہیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ مگر وقت تنگ
ہونے لگا۔ تو مجبوراً تمہیں جگانا پڑا۔ تمہارا بازو دبا کر میں ذرا باتھ روم میں آ گئی تھی ...“
”لیکن مجھے تو سخت نیند آ رہی ہے ... تھوڑی دیر اور سو لینے دو۔“ باربرا نے
کی، مگر لوسی نے نفی میں گردن ہلا کر کہا: ”اب سونے کا وقت نہیں، باربرا ... جاگنے کا وقت

اگر تم اس وقت نہ جاگیں، تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سوتی رہو گی۔ اس لیے اُٹھ جاؤ، اچھی بچی۔
اُٹھ کر لباس تبدیل کرو اور چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“
باربرا اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں اور آپ ہی آپ
بند ہوتی جا رہی تھیں۔
لوسی نے ذرا اونچی آواز میں کہا: ”اب اٹھتی ہو یا مجھے کوئی اور انتظام کرنا پڑے گا؟“
باربرا نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر لوسی کو خبردار کیا: ”شش ... شش۔ ذرا آہستہ بولو۔
وہ تمہاری آواز سُن لے گا۔“
”کون سُن لے گا؟ جارج؟“ لوسی نے قہقہہ لگایا۔ ”اس کی فکر نہ کرو، وہ میری نہیں سُن
سکتا۔ اس لیے کہ میں نے اُسے وہی دوا چائے میں گھول کر پلا دی ہے جو مس ہگنز تمہیں
پلانے والی تھی ... ہا ہا ہا ... جارج نے اپنے لیے چائے بنا کر رکھی تھی کہ فون کی گھنٹی بج
اُٹھی ... وہ فون سننے ہال میں گیا اور اِدھر میں نے اس کی پیالی میں دوا حل کر دی ... اب
اس وقت وہ بے ہوش پڑا ہے اور صورِ اسرافیل بھی اُسے بیدار نہیں کر سکتا۔“
باربرا سُن ہو گئی۔ دیر تک اُس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ اُسے لوسی سے
اتنی مستعدی اور ہوشیاری کی ہرگز امید نہ تھی۔
”کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ جارج سویا رہے گا؟“ باربرا نے پوچھا۔
”وہ کئی گھنٹے تک اُٹھ نہیں سکتا۔“ لوسی نے کہا۔ پھر اُس نے باربرا کو کار کی چابی دکھائی
”یہ میں نے جارج کی جیب سے نکالی ہے اور اُسے پتہ بھی نہ چلا۔“
باربرا کے بدن میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ وہ بستر سے نکل کر باتھ روم کی
طرف جانے لگی۔
”لوسی، یہ تو بتاؤ کہ مس ہگنز کے لیے تم نے کیا انتظام کیا ہے۔“
”ہمیں ہگنز کی کیا پروا؟“ لوسی نے پھر قہقہہ لگایا۔ ”جب تک وہ یہاں پہنچے گی، ہم کوسوں
میلوں دُور نکل چکی ہوں گی۔ اب تم جلدی سے کپڑے تبدیل کرو۔“
باربرا باتھ روم میں داخل ہو گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر اس نے لکڑی کی

الماری میں بنی ہوئی دوسری دراز کھولی اور یہ دیکھ کر اس کے حواس جاتے رہے کہ جس
میں نیلے کیپسول بھرے تھے وہ دراز میں نہیں ہے۔ اس نے بے تابانہ دراز کی
دیکھ ڈالیں... شیشی نہیں ملی۔ کھڑبڑ کی آواز لوسی تک پہنچ گئی تھی... فوراً ہی باتھ روم کے
دروازے پر دستک ہوئی۔ باربرا نے دروازہ کھولا، لوسی نے کہا: "کیا بات ہے ڈیئر، کیا
کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں... کچھ نہیں..." باربرا نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ "یونہی ذرا چکر سا آ گیا تھا۔"

"اس نازک موقع پر یہ چکر سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔" لوسی نے تشویش
آمیز لہجے میں کہا۔

"تم پریشان مت ہو، لوسی... میں اب ٹھیک ہو جاؤں گی۔" باربرا نے جلدی سے
یقین دلایا۔ "ایسے موقعوں پر میں نروس ہو جایا کرتی ہوں... میرے اعصاب زیادہ بوجھ برداشت
کرنے کے قابل نہیں رہے... مجھے خود کو پرسکون رکھنا چاہیے... مگر... اس کے بر

لوسی نے تیسری مرتبہ قہقہہ لگایا۔ "تمہارے برعکس میرے اعصاب بہت مضبوط ہیں
اور جب تک ہنگامہ نہ ہو، مجھے مزہ ہی نہیں آتا..."

باربرا نے ایک بار دراز میں ہاتھ ڈال کر کیپسولز کی شیشی ٹٹولی۔ لیکن اس کے
ہاتھ میں ایک لمبی سی قینچی آ گئی۔ لوسی نے قینچی دیکھ لی اور باربرا سے کہا: "مجھے اس چیز کی ضرورت
تھی۔ خوب ہوا کہ تم نے یہ مشکل آسان کر دی۔ لاؤ، یہ قینچی میرے حوالے کر دو۔"

باربرا حیرت زدہ ہو کر لوسی کی شکل تکنے لگی۔ "آخر اس قینچی کا تم کیا کرو گی؟"

لوسی نے باربرا کے ہاتھ سے قینچی چھین لی اور اسے کئی مرتبہ چلا کر دیکھا۔ بالکل نئی
تھی اور اس کے دونوں بلیڈ خاصے تیز دھار تھے۔

"میں اس کے ذریعے ٹیلی فون کے تار کاٹوں گی۔" لوسی نے باربرا کو بتایا۔ "یہ کام
ضروری ہے، ورنہ تمہارے غائب ہونے کے بعد جارج اور مس ہگنز ٹیلی فون کر کے
ادھم مچا دیں گے۔ یہ دونوں نہ جانے کہاں کہاں فون کریں گے اور ہمارے لیے پریشانی
کھڑی کر دیں گے۔"

"ہاں، یہ بات تو تم نے دور کی سوچی۔" باربرا نے کہا۔ "تار اس طرح کاٹنا کہ آسانی سے جوڑے
جا سکیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اب حال میں جا رہی ہوں... اتنی دیر میں تم کپڑے بدل لو... میں
تھوڑی دیر میں واپس آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ باتھ روم سے باہر چلی گئی۔ پھر باربرا نے دیکھا کہ لوسی نے کمرے کا
دروازہ کھولا، گیلری میں جھانکا اور نیچے اتر گئی۔

لوسی کے جاتے ہی باربرا دیوانہ وار نیلے کیپسولز کی شیشی ڈھونڈنے لگی۔ اس کی سمجھ
میں نہیں آ رہا تھا کہ شیشی گئی کدھر۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ دو کیپسول کھانے کے بعد
اس نے شیشی دوبارہ وہیں رکھ دی تھی... مگر... اب وہ وہاں نہ تھی۔ اس نے ذہن پر
زور دیا... ہو سکتا ہے اس نے شیشی دراز میں واپس رکھنے کے بجائے کہیں اور رکھ دی
ہو... یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا... وہ باتھ روم سے نکل کر بستر تک گئی اور کمبل اٹھا کر ادھر ادھر
دیکھنے لگی۔ پھر اس نے تکیہ اٹھایا اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں بے پناہ مسرت سے چمک
اٹھیں کہ شیشی تکیے کے نیچے رکھی تھی۔

قطعی غیر ارادی طور پر باربرا نے شیشی کا ڈھکنا کھولا اور تیسرا کیپسول اپنی بائیں ہتھیلی
پر الٹ لیا۔ ظاہر ہے تیسرا کیپسول کھانا اس کے لیے لازمی ہو گیا تھا، ورنہ وہ لوسی کے
ساتھ گھر سے فرار نہیں ہو سکے گی۔ اعصاب پرسکون رکھنے کے لیے تیسرا کیپسول تو کھانا ہی پڑے
گا... اس کے بعد وہ مرتے دم تک ان کیپسولز کے قریب بھی نہ پھٹکے گی۔

باربرا کے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے، تاہم جوں توں کر کے اس نے شیشی کا ڈھکنا
بند کیا اور واپس باتھ روم کی طرف گئی۔ اس مرتبہ وہ پانی کے بغیر کیپسول اپنے حلق سے
نیچے نہیں اتار سکتی تھی۔ مارے پیاس کے اس کا تالو چٹخ رہا تھا اور زبان سوکھ رہی تھی۔ پانی
کا گلاس دائیں ہاتھ میں تھام کر اس نے نیلا کیپسول منہ میں رکھنے کے لیے بایاں ہاتھ اٹھایا،
لیکن ہاتھ اس بری طرح کانپا کہ کیپسول مٹھی میں سے نکل کر باتھ روم کے بیسن میں جا گرا اور
دیکھتے ہی دیکھتے گھل گیا۔ وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے اسے پانی میں گھلتے دیکھتی رہی۔ وقت گزر رہا

تھا۔ لُوسی کسی بھی لمحے وہاں آ سکتی تھی۔ باربرا میں اب اتنی ہمت نہ تھی کہ جو تھا
سکتی۔ دفعتاً اس کے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے لوسی سیڑھیاں چڑھ رہی ہو۔
جھٹ الماری کی دراز کھولی اور شیشی اس میں رکھ دی۔ اس کے بعد وہ لرزتی
سے اپنے کمرے میں گئی اور کھونٹی پر ٹنگے ہوئے کپڑے اتارنے لگی۔ کپڑے بدلنے
پہننے میں پندرہ منٹ لگے کہ بدن اُس کے قابو ہی میں نہ تھا۔ اُسے حیرت ہو رہی تھی
آواز اُس نے سُنی تھی، وہ کیسی تھی۔ لُوسی ابھی تک نمودار نہیں ہوئی تھی اور باربرا کے
دباؤ آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ لُوسی کہاں گم ہو گئی؟ وہ اب تک ہال کمرے
رہی ہے؟ ٹیلی فون کے تار کاٹنے میں اتنی دیر تو نہیں لگنی چاہیے۔

یکایک ایک نئے خیال کے زیرِ اثر، باربرا کی چلتی ہوئی نبضیں رُک گئیں۔ کہا
کہیں ایسا تو نہیں کہ جارج نے بیدار ہو کر لُوسی کو پکڑ لیا ہو؟ یہ خیال ایسا روح فرسا
تقریباً نیم بے ہوش ہو کر بستر پر گر پڑی۔ اُس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ کا
وہ اپنی اس ابتر حالت پر قابو پانے کے لیے کسی طرح ایک اور کیپسول نگل سکتی
تک جانا اور الماری کھول کر شیشی میں سے کیپسول نکالنا اُسے پہاڑ کاٹنے کے برابر
ہو رہا تھا۔

کچھ دیر ہانپنے کے بعد وہ بستر سے اُٹھی اور لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے باہر
بیرونی گیلری تک آئی۔ ہال کمرہ سنسان پڑا تھا۔ باربرا نے اوپر ہی سے اِدھر اُدھر
دیکھا۔ لوسی کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ سارے مکان پر ایک ہولناک سناٹا طاری
اور اس سناٹے میں باربرا کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز تک صاف سنائی دے
وہ دس پندرہ منٹ وہیں بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ کوئی مانوس آواز سننے کے لیے
کان مضطرب تھے۔ لیکن کہیں سے کوئی آواز نہ آئی۔ یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے یہ
خالی پڑا ہے اور یہاں کبھی ذی روح نہیں آیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اگر وہ کچھ دیر
کیفیت میں مبتلا رہی، تو اس کا دم نکل جائے گا۔ لیکن ابھی وہ مرنا نہیں چاہتی تھی
اور زندہ رہنے کا فی الحال ایک ہی طریقہ اُسے معلوم تھا۔۔۔ یہ کہ ایک نیلا کیپسول

یا جائے۔
لوسی کی طرف سے مایوس ہو کر وہ واپس کمرے میں آئی اور باتھ روم تک پہنچنے میں
اب ہو گئی۔ اس مرتبہ وہ پختہ عزم کر کے آئی تھی کہ چوتھا کیپسول شیشی سے نکال کر کھا
ی۔ چنانچہ اس نے دراز کھولی، ہتھیلی پر کیپسول رکھا اور پھر آنکھیں بند کر کے اُسے
میں ڈال لیا۔ پانی کے بغیر کیپسول نگلنے میں اُسے سخت دِقّت ہوئی۔ لیکن یہ دقّت وہ جھیل
ایک ثانیے کے بعد اُس کی ابتر حالت میں عظیم تغیر رونما ہوا۔ ہاتھ اور پیروں کی کپکپی جاتی
رہی اور ذہن سے وہ تمام خدشے اور وسوسے خارج ہو گئے جو تھوڑی دیر پہلے اُسے
ں باختہ کیے ہوئے تھے۔

اس نے بے اختیار پلاسٹک کی شیشی دونوں ہاتھوں سے تھامی اور اُسے چوم لیا۔
"یہ کیا کر رہی ہو تم"؟ معاً اُس نے اپنے عقب میں لوسی کی کرخت آواز سُنی۔ باربرا تھر
ا۔ اُس نے سامنے لگے ہوئے آئینے میں لوسی کا عکس دیکھا۔
"میرا خیال تھا تم یہ بے ہودہ کیپسول کھانا چھوڑ چکی ہو گی۔ بلکہ تم نے خود ہی مجھے بتایا
تھا کہ اب تم یہ کیپسول نہیں کھاتیں۔" لوسی نے ناراض ہو کر کہا۔
"بس۔۔۔ ایک کیپسول کھایا ہے میں نے۔۔۔ اور وہ بھی مدّتوں بعد۔" باربرا گڑگڑائی۔
"اُس وقت میرے اعصاب قابو میں نہ تھے، اس لیے مجبوراً۔۔۔"
لُوسی نے غیظ آلود نظروں سے باربرا کو گھورتے ہوئے پلاسٹک کی شیشی اُس کے
ہاتھوں سے چھیننا چاہی۔ "اِدھر لاؤ۔۔۔ یہ شیشی مجھے دے دو۔"
باربرا نے شیشی سینے سے لگا لی اور اس پر گرفت زیادہ مضبوط کر دی۔ "لوسی، یہ کیا
بات ہے؟ اس شیشی کی مجھے اشد ضرورت ہے۔۔۔ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔ تم
خواہ مخواہ ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جاتی ہو۔۔۔ کیا غضب ہو گیا اگر میں نے ایک کیپسول
کھا لیا۔۔۔ بہرحال میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب کئی دن تک دوسرا کیپسول نہ کھاؤں گی۔۔۔"
"تم ایسا وعدہ پہلے بھی کر چکی ہو۔ لیکن ہمیشہ اس کے خلاف ہی کیا۔۔۔ اِدھر لاؤ شیشی میرے
حوالے کر دو۔" لوسی نے گرج کر کہا اور اس کی آنکھوں سے جیسے شعلے نکلنے لگے۔ باربرا نے لوسی

کو غیظ و غضب کے اس عالم میں کبھی نہیں دیکھا تھا، مگر وہ کسی قیمت پر بھی کیپسولز
شیشی اس کے حوالے نہیں کر سکتی تھی۔

"نہیں۔ یہ شیشی میں ہرگز نہ دوں گی۔" باربرا وحشیانہ انداز میں چیخی۔ "پرے
لوسی۔ پرے ہٹ جاؤ۔۔" اب اس کا پورا بدن خشک پتے کی طرح کانپنے لگا
تم نے اپنی اس حرکت سے کیپسول کا سارا اثر زائل کر دیا۔۔ اب مجھے ایک اور کھا

مگر لوسی پر جنون کی سی کیفیت طاری تھی۔ اس کا چہرہ آگ کی مانند دہک
وہ باربرا سے بھی دگنی آواز میں چلائی:

"میں کہتی ہوں شیشی مجھے دے دو۔۔۔ ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہ
آپ کو تباہ کرنے کی اجازت میں تمہیں ہرگز نہ دوں گی۔"

اور یہ کہتے ہوئے لوسی کسی درندے کی طرح جھپٹی اور باربرا کی گردن
میں جکڑ لی۔ باربرا کی آنکھیں حلقوں سے باہر آنے لگیں۔ وہ بے جان سی ہو کر
باتھ روم کے فرش پر گر گئی۔۔۔ کیپسولز کی شیشی اب لوسی کے قبضے میں تھی۔

باربرا کی آنکھیں کھلی تھیں اور جسم قطعی بے حس و حرکت۔ ایک لمحے کیلئے
کہ وہ مر چکی ہے۔۔ اُس نے اپنا ہاتھ باربرا کے سینے پر رکھا۔ دل دھڑک رہا تھا مگر
کی رفتار بے حد سُست تھی۔ لوسی نے جلدی سے شیشی کھولی اور ایک کیپسول نکال
کے منہ میں ڈال دیا۔

باربرا نے کیپسول نگل لیا اور پانچ سیکنڈ بعد ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ لوسی نے
"مرتی ہو تو مر جاؤ۔۔۔ میں جا رہی ہوں۔۔۔" یہ کہہ کر اُس نے جانے کے لیے باتھ
قدم باہر نکالا۔

باربرا تڑپ گئی اور تھرائی ہوئی آواز میں بولی، "لوسی، خدا کے لیے مجھے ایک
مت جاؤ۔۔۔ تم جو کہو گی، مانوں گی۔"

لوسی نے باربرا کے چہرے پر شیشی دے ماری۔ اس کا ڈھکنا پہلے ہی
تمام کیپسول باتھ روم کے گیلے فرش پر بکھر گئے۔

"لوسی۔۔۔ مت جاؤ۔۔۔ لوسی۔" باربرا دوبارہ چلائی۔ لیکن وہ جا چکی تھی۔ باربرا نے کمرے
دروازہ زور سے کھلنے اور بند ہونے کی آواز سُنی۔ وہ کھڑی ہوئی اور بھاگ کر دروازے
گئی۔ "لوسی، واپس آ جاؤ۔۔۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔" باربرا تیزی سے سیڑھیاں اُتر کر
میں پہنچی۔ وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔ "لوسی۔۔۔ کہاں ہو تم؟ دیکھو، میں آخری بار وعدہ کرتی
ہوں کہ اب کیپسول نہیں کھاؤں گی۔۔۔ مجھے تنہا مت چھوڑو۔"

باربرا کی فریاد کا لوسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ مکان کے باہر کار کے انجن کی آواز آئی۔
کا مطلب یہ ہے کہ لوسی، جارج کی کار میں جا رہی ہے۔ باربرا پاگلوں کی طرح باہر
دوڑی۔ "مت جاؤ، لوسی۔۔ میری بات تو سُنو۔ لوسی۔۔۔" لیکن جب وہ مکان سے باہر
نکلی، تو اس نے دیکھا کار بیرونی گیٹ سے آگے جا چکی تھی۔ باربرا وہیں بیٹھ گئی اور پھوٹ پھوٹ
کر رونے لگی۔ لان میں اندھیرا تھا جو لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر وہاں
بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔ آخر تھکے تھکے قدموں سے واپس آئی۔ دفعتاً اس نے اپنے عقب
میں قدموں کی آہٹ سُنی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ ہال کمرے کے دروازے پر ایک انسانی سایہ
حرکت کر رہا تھا۔ باربرا خوش ہو گئی۔ شاید لوسی واپس آ رہی تھی۔ وہ اس کے استقبال کے
لیے دوڑی۔۔۔ مگر ٹھٹک گئی۔۔۔ وہ لوسی نہیں تھی۔۔۔ وہ تو۔۔۔

"مس باربرا۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"۔۔۔ مس ہگنز کی آواز اس کے
سر پر ہتھوڑا بن کر گری۔

"مجھے باہر جانے۔۔ مجھے جانے دو۔۔" باربرا چیخی۔

"لیکن کیوں؟۔۔ کس لیے؟۔۔ رات کے اس وقت بھلا کون باہر جاتا ہے؟"

"میں لوسی کے پاس جا رہی ہوں۔۔۔ وہ مجھ سے روٹھ کر چلی گئی ہے۔۔۔"

"لوسی؟ کون لوسی؟"

مس ہگنز، پرے ہٹ جا۔۔۔ مجھے جانے دو۔۔ فضول جرح میں وقت ضائع نہ کرو۔۔
وہ ابھی زیادہ دُور نہیں گئی ہوگی۔ وہ ابھی ابھی جارج کی کار لے کر گئی ہے۔"

باربرا نے نرس کو دھکا دے کر دروازے سے باہر جانا چاہا، مگر مس ہگنز نے سختی سے

اس کا بازو تھام لیا۔
"ہوش میں آؤ باربرا۔۔۔ وہ تمہارے بھائی کی کار نہیں تھی۔۔۔ یہ تو وہ ٹکڑا
ابھی میں واپس آرہی ہوں۔ باہر کوئی نہیں ہے۔۔۔ چلو اوپر چلو۔۔"
"آہ۔۔ تو پھر لوسی نہیں گئی۔۔۔ وہ یہیں موجود ہے۔۔ اور خواہ مخواہ مجھے تنگ کر
باربرا نے اطمینان کا سانس لیا اور زور سے آواز دی۔
"لوسی۔۔۔ لوسی۔۔۔ کہاں چھپی ہوئی ہو؟ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم کہیں نہیں
اب آجاؤ۔۔۔"
"تمہارا بھائی جارج کہاں ہے، باربرا؟" ہگنز نے پوچھا۔
باربرا ہکا بکا رہ گئی۔ اُسے مس ہگنز کی آواز کسی اندھے کنوئیں میں سے
"جارج۔۔۔ جارج۔۔۔ ہاں، تم جارج کے بارے میں پوچھ رہی ہو نا؟ مجھے
کہاں ہے۔۔۔ ممکن ہے اپنے کمرے میں ہو۔۔ لوسی۔۔ کدھر ہو تم؟ جواب کیوں نہیں
اب یہ مذاق بند کرو اور سامنے آجاؤ۔۔۔"
یہ کہہ کر باربرا نے سیڑھیاں چڑھنی شروع کر دیں۔ وہ مسلسل لوسی کو پکار
"میرا خیال ہے یہ تمہاری سہیلی۔۔۔ ۔۔۔ لوسی۔۔ ضرور جارج کے کمرے میں
ہگنز کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔ آؤ، دیکھیں۔"
"جارج گہری نیند سو رہا ہے۔۔" باربرا نے کہا۔۔ وہ اتنی آسانی سے نہیں اٹھ
"گہری نیند سو رہا ہے؟ لیکن۔۔۔" مس ہگنز نے کہا۔
باربرا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
"ہاں ہاں۔۔ وہ اب اُٹھ نہیں سکتا۔۔ اُسے سونے دو۔ لوسی نے اُسے خواب
دے دی ہے۔"
"خواب آور دوا؟" مس ہگنز کی آواز ہچکولے کھانے لگی۔ "یہ کیا کہہ رہی
اور یہ لوسی کون ہے؟ کوئی ڈاکٹر ہے کیا؟"
"لوسی۔۔ کہاں ہو تم؟" باربرا ہسٹیریائی انداز میں چیخ رہی تھی۔ مس ہگنز

ن کا بازو اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ رکھا تھا۔
"آؤ۔۔۔ جارج کو دیکھیں۔" اس نے باربرا کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔
"جہنم میں گیا جارج!" باربرا تلملائی۔ "مجھے لوسی کی ضرورت ہے۔۔ مجھے چھوڑ دو۔۔۔ میں
ے ڈھونڈنا چاہتی ہوں۔"
"چپ رہو۔۔۔ خاموش۔۔!" مس ہگنز نے باربرا کو بُری طرح جھنجھوڑ ڈالا۔ "اب اگر تم نے
آواز نکالی، تو گلا گھونٹ دوں گی۔"
وہ سہم گئی۔ مس ہگنز اُسے دھکیلتی ہوئی جارج کے کمرے کی طرف لے جا رہی تھی۔ انہوں
نے دیکھا کہ جارج کے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ میز پر ٹیبل لیمپ روشن ہے اور قریب ہی
جارج کرسی پر بیٹھا گردن جھکائے گہری نیند سو رہا ہے۔۔ اس کا دایاں ہاتھ نیچے لٹکا ہوا تھا۔
"جارج کو مت جگانا۔" باربرا نے آہستہ سے کہا۔ "اس وقت تک نہ جگانا جب تک میں
لوسی کو نہ ڈھونڈ لوں۔"
یکایک مس ہگنز کی بھیانک چیخوں سے مکان کی فضا لرز اُٹھی۔ اُس نے دیکھا کہ جارج
کی گردن میں لمبی تیز قینچی کے دونوں بلیڈ پیوست ہیں اور خون کی دھار اس کے کپڑوں کو
سرخ کرتی ہوئی فرش پر گر رہی ہے۔ اُس نے جارج کے لٹکے ہوئے بازو کی نبض ٹٹولی۔ نبض
ساکت تھی۔
جارج میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔ وہ مر چکا تھا، مگر اس کا جسم ابھی تک گرم تھا۔
باربرا حیرت اور خوف کی ملی جلی نظروں سے ہگنز کو تک رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا
مس ہگنز کس بات پر چیخ رہی ہے اور جب اُس کی چیخیں حد سے بڑھ گئیں، تب باربرا نے
آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "چپ ہو جاؤ، نرس۔ تم دیکھتی نہیں میرا بھائی گہری نیند
میں ہے؟ ان بے ہنگم چیخوں سے اس کی آنکھ کھل جائے گی۔۔۔" لیکن مس ہگنز نے اس کی
آواز نہیں سنی اور اپنے منہ پر سے زبردستی اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔ اس کا چہرہ دہشت سے سفید تھا
پھر اُس نے باربرا کو جارج کی طرف دھکیل دیا۔ "دیکھو۔۔ اسے خوب غور سے دیکھو۔۔۔"
مس ہگنز حلق پھاڑ کر چلائی۔ "اُسے کسی نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔۔ اسے مار ڈالا ہے۔"

اور پھر باربرا نے پہلی بار دیکھا کہ جارج واقعی مر چکا ہے۔ اُس کی گردن پر
چمک دار... قینچی کے دونوں بلیڈ پوری طرح گھونپ دیے گئے تھے اور ننھے
سوراخوں سے خون ابھی تک رس رہا تھا۔ جارج کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں
اُسے اپنے قاتل کو دیکھ کر خوف کے بجائے تعجب ہُوا ہو... اس کی آنکھوں میں
بے بسی تھی... جیسے جارج نے اپنے بچاؤ کے لیے کوئی حرکت نہ کی ہو... وہ نہایت
سے موت کے گھاٹ اُتر گیا تھا... اس نے غالباً کوئی مزاحمت بھی نہ کی تھی یا وہ کسی
مدافعت کے قابل ہی نہ تھا۔

ایک بار پھر مکان کی فضا ہولناک نسوانی چیخوں سے گونج اُٹھی، مگر اس مرتبہ
مس ہگنز کے حلق سے نکلنے کے بجائے باربرا کے حلق سے برآمد ہوئی تھیں۔ لیکن
نہیں چیخ سکی... اب وہ چیخ تو رہی تھی۔ مگر آواز نہیں نکل رہی تھی۔ یوں لگتا تھا
نادیدہ طاقت نے اس کو آواز سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا ہو۔ خود باربرا کو بھی
تھا کہ اس کی چیخیں بے آواز ہیں۔ تاہم وہ ان چیخوں پر قابو نہ پا سکتی تھی... کاش
آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ سکتی... دفعتاً وہ خاموش ہو گئی... اور پھٹی پھٹی آنکھوں
مس ہگنز کو تکنے لگی جو اپنے حواس میں نہ تھی اور بار بار پولیس کو پکار رہی تھی۔

"مجھے پولیس کو اطلاع دینی چاہیے۔" اُس نے اپنے آپ سے کہا۔ "پولیس..."
ہوئے وہ جارج کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ عین اُسی لمحے باربرا نے اپنے عقب
قہقہے کی آواز سُنی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور خوف سے اُس کی آنکھیں پھیل گئیں
کے اوپر لگے ہوئے ایک بڑے آئینے میں اُسے لوسی دکھائی دی۔ باربرا کو اپنی جانب
پا کر اُس نے کھنکتی آواز میں کہا: "تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟ حالانکہ تم بخوبی جانتی
تمھیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی..."

باربرا نے لوسی کو جواب دینا چاہا۔ لیکن کوشش کے باوجود اس کی زبان
سکی۔ تب اُس نے انگلی کا اشارہ جارج کی طرف کیا۔

لوسی بے دردی... قہقہہ لگایا جو خاصا وحشیانہ تھا۔ اُس کے سفید سفید دانت

چمک رہے تھے۔

"ہاں... میں نے دیکھ لیا ہے، باربرا۔ جارج قتل ہو چکا ہے... اُسے میں نے قتل کیا
محض تمھاری خاطر... صرف اس لیے کہ تم جارج کے پھندے سے آزاد ہو سکو...
تم کس لیے خوف زدہ ہو، باربرا؟ کیا تمھیں جارج کا قتل ہونا پسند نہیں آیا؟ اگر یہ بات
ہے، تو تمھاری حماقت میں کوئی شبہ نہیں... جو کام میں نے تمھارے لیے کیا ہے، وہ تمھیں خود
کرنا چاہیے تھا، باربرا... لیکن تم نہ کر سکیں... اس لیے کہ تم میں ایسے کاموں کے لیے جرأت اور
حوصلے کی کمی ہے..."

باربرا نے دوبارہ بولنا چاہا... مگر اس مرتبہ بھی اُس کے حلق سے آواز نہ نکلی... پھر اُس
کے کانوں میں مس ہگنز کی آواز آئی۔

"ٹیلی فون کی لائن تو کٹی ہوئی ہے... باربرا... کیا تمھیں احساس نہیں کہ تم نے کیا کر دیا
ہے...؟ خدا رحم کرے..."

باربرا نے اُس کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ اُس نے جارج کو قتل نہیں کیا، بلکہ یہ
کام لوسی کا ہے، مگر نرس نے اس کی کسی بات پر یقین نہیں کیا۔ وہ مسلسل کہتی رہی کہ تمھیں اپنے
بھائی کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنے چاہئیں تھے... باربرا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام
لیا۔ سارا مکان اُسے گھومتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ مس ہگنز نے اُسے ایک کرسی پر بٹھاتے
ہوئے کہا:

"دیکھو، باربرا، یہاں بیٹھ جاؤ... میں مکان سے باہر جا رہی ہوں... پاس پڑوس میں
سے پولیس کو فون کروں گی۔ میری غیر حاضری میں تم یہاں سے مطلق جنبش نہ کرو گی، سمجھیں!
اگر تم نے یہاں سے بھاگنے کا ارادہ کیا تو اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ پولیس تمھیں ڈھونڈ
نکالے گی... جارج مر چکا ہے۔ اُسے تم نے بڑی بے رحمی سے قتل کیا ہے۔"

اور یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ باربرا پھٹی پھٹی نظروں سے جارج کی لاش تک رہی تھی اُسے
لوسی سے ایسی سفاکانہ حرکت کی بالکل توقع نہ تھی۔

"بے وقوف... اب کیا سوچ رہی ہو؟" باربرا نے یکایک لوسی کی آواز سنی۔ اُس نے

چونک کر گردن اُٹھائی۔ لوسی قریب ہی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ باربرا نے اُسے پکڑنا
لوسی اچھل کر پرے ہٹ گئی۔ "اب کیا سوچتی ہے، احمق؟ تو جو چاہتی تھی وہ میں نے
یاد رکھ اگر میں جارج کو ٹھکانے نہ لگاتی تو وہ بہت جلد تجھے ٹھکانے لگا دیتا۔ اب
آزاد ہے۔"

باربرا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو
باربرا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے رخساروں پر ڈھلک گئے
فاسٹر نے گہرا سانس لیا اور چپ چاپ باربرا کی صورت تکتا رہا۔

"اُمید ہے اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مجھے وکیل کی ضرورت کس لیے
نے آہستہ سے کہا۔ "پولیس بھی یہی کہتی ہے کہ جارج کو میں نے قتل کیا ہے۔۔۔ بھلا
میں آنے والی بات ہے؟ میں اپنے سگے بھائی کو قتل کروں گی؟ سوال یہ ہے
لیے؟ مجھے جارج سے کوئی شکایت نہ تھی۔۔۔ شکایت تھی تو لوسی کو تھی اور اسی نے

فاسٹر نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "بے شک سوال تو یہی ہے کہ لوسی نے جارج
کیوں ہلاک کیا؟ اس نے لوسی کا کیا بگاڑا تھا؟"

باربرا نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی
اُٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ چل کر کھڑکی کے قریب گئی۔ فاسٹر نے اُس کے خیالات
مداخلت کرنا مناسب نہ جانا۔ آخر باربرا نے خود کہا: "پولیس والے کہتے ہیں کہ جس
جارج کو ہلاک کیا گیا۔ اس کے اوپر میری انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں، لیکن
دانست میں اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ قینچی بہرحال میری ہی ملکیت
اس پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں ہوں گے تو پھر کس کے ہوں گے؟"

"مگر تم کہتی ہو کہ جارج کو لوسی نے قتل کیا ہے"؟ فاسٹر بول پڑا۔ "اگر لوسی نے جارج
تمہاری قینچی کے ذریعے قتل کیا، تو قینچی پر آخری نشانات لوسی کی انگلیوں کے پائے
چاہیئں۔۔۔ اس کے برعکس تمہاری انگلیوں کے نشانات اس پر ملتے ہیں، اس کا
"معلوم ہوتا ہے تم ڈاکٹر نہیں، پولیس کے گرگے ہو۔ اور مجھ سے اقبالِ جرم

ہو؟" باربرا ایک دم شیرنی کی طرح بپھر گئی۔ مارے طیش کے اس کا چہرہ انگارہ ہو رہا تھا۔ چند
لمحے فاسٹر کو گھورنے کے بعد وہ پاؤں پٹختی ہوئی آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور
اپنے عکس پر نگاہیں جما دیں۔ "دیکھو۔۔۔۔۔ خوب غور سے دیکھو۔ کیا یہ چہرہ تمھیں کسی
قاتل کا دکھائی دیتا ہے"؟ اُس نے غرّا کر فاسٹر سے کہا۔ "میں اب مزید بک بک کرنا نہیں
چاہتی۔ میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ ڈاکٹر کے بھیس میں تم کوئی بہروپیے ہو۔ خواہ مخواہ میرا وقت
برباد کیا۔۔۔ اب بہتر یہی ہے کہ اپنی منحوس صورت لے کر یہاں سے دفان ہو جاؤ، ورنہ میں
سچ مچ تمھیں قتل کر بیٹھوں گی۔ میری مشکلات کا اندازہ کوئی سمجھ دار وکیل ہی کر سکتا ہے اور
وہی جانے گا کہ جارج کو کس نے موت کے گھاٹ اتارا۔ میں نے یا لوسی نے۔۔۔"

"لیکن۔۔۔ مس باربرا۔۔۔ ذرا یہ تو سوچو۔۔۔" فاسٹر نے نرم لہجے میں کہنا شروع کیا ہی تھا کہ
باربرا نے اس کا فقرہ کاٹ دیا۔

"میں جانتی ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر لوسی نے میری قینچی سے جارج
کو قتل کیا، تو پھر قینچی پر میری انگلیوں کے نشانات کیسے آ گئے؟ یہ سوال مجھ سے کیوں کرتے ہو؟
تمہیں لوسی سے پوچھنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا۔ پوچھو اس سے۔۔۔ لوسی بھی یہاں موجود ہے۔۔۔!"

فاسٹر نے انتہائی سنجیدگی سے آئینے میں دیکھا۔ وہاں اُسے باربرا کے بجائے لوسی نظر
آ رہی تھی۔ یہ چہرہ باربرا کا نہیں تھا۔ کسی اور عورت کا تھا۔۔۔ فاسٹر پلک جھپکائے بغیر آئینے
میں لوسی کا عکس دیکھ رہا تھا۔ اُس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ اُبھر رہی تھی۔۔۔ فاسٹر نے
کچھ کہنا چاہا، مگر آواز اس کے منہ سے نہ نکلی۔ تحیّر کے ساتھ ساتھ اس پر خوف اور ہیبت
کی عجب کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ وہ اپنی آنکھوں کو جھٹلا نہیں سکتا تھا اور نہ یہ کوئی فریب
نظر تھا۔ آئینے کے آگے باربرا کھڑی تھی، لیکن اس کے اندر باربرا کا عکس نہیں تھا، بلکہ وہاں لوسی
دکھائی دے رہی تھی۔ لوسی۔۔۔ جس کے خدوخال باربرا سے مختلف تھے۔۔۔۔

اور پھر فاسٹر نے ہاتھ کے اشارے سے میکس کو آئینے کی طرف متوجہ کیا لیکن میکس تو
پہلے ہی بے حس و حرکت اپنی جگہ کھڑا آئینے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فاسٹر نے میکس کے چہرے
اور آنکھوں کے اندر پھیلے ہوئے خوف سے اندازہ لگایا کہ اس کی آنکھیں بھی باربرا کو دیکھنے

کے بجائے لُوسی ہی کو دیکھ رہی ہیں۔

یہ حالت بہت وقفے کے لیے قائم رہی۔۔ پھر فاسٹر نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ آئینے
کے اندر سے لوسی کا چہرہ مٹنے لگا اور اس کی جگہ باربرا کے نقوش واضح ہوگئے۔
میکس اور فاسٹر کی آنکھیں چار ہوئیں۔ فاسٹر نے محسوس کیا کہ میکس کا چہرہ [illegible]
ہو رہا ہے۔ دہشت سے اس کے ہونٹ لرز رہے تھے اور پیشانی پر پسینے کے ننھے [illegible]
جھلملا رہے تھے۔ میکس نے ایک بار پھر آئینے کی طرف دیکھا، مگر اس مرتبہ بھی اس کے اندر
باربرا کا عکس تھا۔ فاسٹر کی نظریں بھی میکس کی نظروں کا تعاقب کرتی ہوئی آئینے تک [illegible]
اُسے بھی باربرا ہی کا چہرہ نظر آیا۔ فاسٹر نے دروازے کی جانب قدم بڑھایا اور اس
قدموں کی آہٹ پر باربرا نے مڑ کر دیکھا۔

"تم نے لُوسی کو دیکھا؟" باربرا کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔ "اب چپ کیوں
ڈاکٹر... بولتے کیوں نہیں؟"

فاسٹر نے نفی میں گردن ہلائی۔ "بے شک میں نے ایک چہرے کو آئینے میں
دیکھا۔" اس نے مدھم آواز میں رُک رُک کر کہنا شروع کیا۔ "لیکن وہ چہرہ [illegible]
نہ تھا۔ باربرا... وہ چہرہ تو تمہارا ہی تھا... تاہم مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ تم [illegible]
اداکارہ ہو... تمھیں اپنے چہرے کے نقوش بدلنے پر قدرت ہے... پہلی نظر میں [illegible]
کھا گیا تھا... مجھے شبہ ہوا کہ یہ وہ چہرہ نہیں ہے... یعنی تمہارا چہرہ مجھے آئینے میں [illegible]
آرہا تھا۔ اس کے بجائے میں نے ایک اور چہرہ دیکھا... جو شاید... بقول تمہارے [illegible]
کا چہرہ تھا... اور میرا خیال ہے وہی چہرہ میرے دوست میکس نے بھی دیکھا۔"

فاسٹر نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا لیکن میکس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ [illegible]
پسینے سے بھیگا ہوا اپنا چہرہ پونچھ رہا تھا۔

"لُوسی کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے، باربرا۔" فاسٹر نے مسکرا کر کہا۔ "لُوسی محض [illegible]
ذہن کی تخلیق ہے۔ تم نے لوسی کی تخلیق میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس کے ساتھ
تم بہترین اداکارہ بھی ہو۔ تم نے لُوسی کی تخلیق ہی نہیں کی، اسے ایک چہرہ بھی عطا کیا۔

ذ تمہارا اپنا ہے۔ بہرحال، اس بارے میں میں تم سے پھر کسی وقت گفتگو کروں گا اور اُمید ہے
اس وقت میری باتیں سننے اور سمجھنے کے قابل ہو جاؤ گی۔ تمھیں ایک وکیل سے زیادہ ماہر
[illegible] ڈاکٹر کی ضرورت ہے، باربرا۔ ایک ڈاکٹر ہی تمہارا مسئلہ حل کر سکتا ہے۔"
باربرا نہایت سکون سے فاسٹر کی تقریر سنتی رہی۔ پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ
بکھری۔

"میرا خیال ہے تمہیں دوبارہ یہاں آنے اور مجھ سے باتیں کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔
اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ میں دوبارہ تمہاری صورت دیکھنے کی روادار نہیں۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ مجھ سے اس قدر بیزاری کی وجہ کیا ہے؟"

"وجہ ظاہر ہے" باربرا نے بے پروائی سے شانے اُچکائے۔ "تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو...
تم نے میری کسی بات پر یقین نہیں کیا۔ کیا یہ میری توہین نہیں ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، باربرا، تم نے ایسا خیال کیا۔" فاسٹر نے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں
جھوٹا سمجھا نہ تمہاری توہین کی... مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔"

"چلے جاؤ یہاں سے... فوراً نکل جاؤ۔" باربرا حلق پھاڑ کر چلائی۔ "مجھے کسی ہمدردی
کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے... میں معافی چاہتا ہوں۔" فاسٹر نے دروازے کی تاب گھمائی اور باہر
نکل آیا۔ اُس کے عقب میں میکس تھا۔ میکس نے باہر آتے ہی کسی تاخیر کے بغیر دروازہ
بند کر دیا۔

"اگر ہم زیادہ دیر وہاں رُکتے، تو وہ عورت ضرور ہم میں سے کسی پر حملہ کر دیتی۔"
میکس نے کہا۔ فاسٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دونوں راہداری میں چلتے رہے۔ باہر طوفانِ
باد و باراں اُسی رفتار سے جاری تھا۔ رات طویل سے طویل تر ہوتی جا رہی تھی۔ چلتے چلتے
فاسٹر نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔ "عجیب عورت ہے... عجیب... مجھے اس کے پاس
دوبارہ آنا پڑے گا۔"

میکس نے آہستہ سے گردن گھمائی اور فاسٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں ۔۔ میں نے اس کی پوری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" فاسٹر نے
"میں محسوس کرتا ہوں کہ باربرا ابھی اس اسٹیج تک نہیں پہنچی جہاں سے اُسے
ممکن نہ ہو۔"

"فرمایئے ... کسی اور مریض سے ملاقات کریں گے یا کچھ دیر دم لیں گے
نے موضوع بدل دیا۔ اس دوران میں وہ کنجیوں کے گچھے میں سے ایک اور کنجی
چکا تھا۔

"مجھے یہ بتاؤ، مسٹر میکس کہ کیا جارج کا بھی کوئی وجود تھا؟" فاسٹر نے اس
نظر انداز کرتے ہوئے ایک نیا سوال کر دیا۔

میکس متحیر ہو کر فاسٹر کی صورت تکنے لگا۔ "میں سمجھا نہیں، جناب آپ کیا کہ
"میں پوچھ رہا ہوں کیا واقعی جارج نام کا کوئی شخص باربرا کا بھائی تھا یا یہ
اس نے لوسی کی طرح اپنے ذہن کی مدد سے تخلیق کیا ہے؟"

میکس نے گہرا سانس لیا۔ "میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا جناب ... ہو سکتا
لوسی کی طرح جارج بھی کوئی فرضی کردار ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جیتا جاگتا شخص
جسے باربرا نے قتل کر دیا؟" فاسٹر نے اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

"میں یہ کہنے کا منصب نہیں رکھتا، جناب والا۔" میکس نے سنجیدگی سے
جارج فرضی کردار نہیں تھا، تب بھی کوئی نہ کوئی شخص قتل تو ہوا ہی ہوگا۔"

"بہر حال ... یہ بے حد پیچیدہ مسئلہ ہے۔" فاسٹر نے کہا۔ "البتہ یہ
ہے کہ لوسی کا کوئی وجود نہ تھا؟"

میکس یک لخت ہنس پڑا۔ اس کے ہنسنے پر فاسٹر کو تعجب ہوا۔ چلتے چلتے
اس نے میکس سے پوچھا۔ "اس میں آخر ہنسنے کی کیا بات تھی؟"

"کچھ نہیں جناب ... کچھ نہیں ..." میکس اب بھی ہنسی ضبط کرنے کی ناکام
کر رہا تھا۔ "بس یوں ہی ایک بات ذہن میں آئی اور ہنسی نکل گئی۔ معافی چاہتا
"لیکن تمہیں بتانا پڑے گا ..." فاسٹر نے اصرار کیا۔ "تمہاری ہنسی بلا وجہ نہ

ایک لحظہ تامل کے بعد میکس نے کہا: "آپ فرماتے ہیں کہ لوسی کا کوئی وجود نہ
تھا اور میں کہتا ہوں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ خود باربرا کا بھی کوئی وجود ہے؟"

اب فاسٹر کے متحیر ہونے کی باری تھی۔ اس نے میکس کے شانے پر ہاتھ رکھتے
ہوئے آہستہ سے کہا:

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ... غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ باربرا ڈاکٹر ٹی سٹار بھی
ہو سکتی ہے۔"

"اس کا جواب 'ہاں' میں بھی دیا جا سکتا ہے اور 'نہیں' میں بھی ..." میکس نے
مسکرا کر کہا۔ "مگر یہ مسئلہ آپ کو حل کرنا ہوگا۔ میں اس سلسلے میں کوئی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔"

فاسٹر نے محسوس کیا کہ اس کا واسطہ انتہائی زیرک اور بے حد محتاط شخص سے
ہے۔ ایسا شخص جو اُسے گمراہ تو کر سکتا ہے، صحیح راستہ دیدہ دانستہ نہیں بتا سکتا، تاہم اُس
نے دل میں پختہ عزم کر لیا تھا کہ وہ میکس کو شکست دے کر رہے گا۔ فاسٹر کو یہ اندازہ کرنے
میں بھی دقت نہ ہوئی کہ میکس ایک سدھائے اور پڑھائے فرد کا رول بڑی خوبی سے
ادا کر رہا ہے۔

میکس نے ایک بند کمرے کے قفل میں کنجی ڈالی اور اُسے گھما کر کھولنے ہی والا
تھا کہ فاسٹر نے اُسے روک دیا۔

"پہلے یہ بتاؤ اس کمرے کے اندر کون ہے؟" اس نے میکس سے پوچھا۔

"اس کمرے میں جو شخص بند ہے، وہ خود کو ڈاکٹر بائرن کہتا ہے۔" میکس نے بتایا۔
اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"ڈاکٹر بائرن؟" فاسٹر کے ذہن میں جیسے کوئی کیڑا رینگا۔

"گویا اس شخص کا نام بھی حرف 'بی' سے شروع ہوتا ہے۔"

"جی ہاں ۔ عجب اتفاق ہے۔" میکس کا لہجہ بدستور سنجیدہ تھا۔ فاسٹر چند لمحے اس کی
صورت دیکھتا رہا۔ اُسے اب یقین ہوتا جا رہا تھا کہ یہ سب کچھ سوچی سمجھی شرارت کا ایک
حصہ ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ پاگل خانے میں جتنے مریض موجود ہیں، اُن سب کے

نام حرف "بی" سے شروع ہوتے ہوں! غالباً اس شرارت کے پیچھے ڈاکٹر تھورڈ
تھا۔ تاہم فاسٹر کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس حرکت کا مقصد آخر کیا ہو سکتا ہے۔ میکس
تک قفل نہیں کھولا تھا اور وہ بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فاسٹر کے
کر رہا تھا۔

"تو گویا اب میں جس مریض سے ملاقات کرنے والا ہوں وہ ڈاکٹر بائرن
ڈاکٹر... کیا واقعی ڈاکٹر ہی ہے...؟"

"میں اس سلسلے میں یقین سے کچھ عرض کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں
والا۔" میکس نے کہا۔ "وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر ہی کہتا ہے۔"

"ٹھیک... پھر وہ ڈاکٹر ہی ہوگا۔" فاسٹر مسکرایا۔ "دروازہ کھولو، میں اُسے
میکس نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ کر فاسٹر کو اندر جانے
فاسٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اب تک جتنے کمرے وہ دیکھ چکا تھا
میں یہ کمرہ زیادہ وسیع، روشن، سجا ہوا اور خوبصورت تھا۔ فرش پر بیش قیمت
ہوا تھا، اور جا بجا صوفے اور تپائیاں پڑی تھیں۔ ایک گوشے میں لمبی سی میز دھری
پر نفیس چینی کے برتن سلیقے سے رکھے تھے۔ ایک جانب بجلی کا چولہا بھی لگا ہوا تھا
چائے کی کیتلی میں پانی کھول رہا تھا۔ کمرے کی دیواروں پر سفید روغن حال میں کیا گیا تھا
کے سامنے والی دیوار کے ساتھ شیشے کی دو الماریاں نظر آ رہی تھیں۔ ان الماریوں
قسم کے سائنسی آلات، شیشے کی نلکیاں اور اوزار وغیرہ بھرے ہوئے تھے۔ چند آلات
ایک چھوٹی سی میز پر بھی قرینے سے رکھے دکھائی دیے۔ کمرے سے زیادہ یہ ایک
تھی، جدید ترین لیبارٹری۔ کمرے کی واحد کھڑکی میں اگرچہ لوہے کی سلاخیں لگی
ان سلاخوں کو خوبصورت ریشمی پردے کے ذریعے ڈھانپنے کی کوشش کی گئی

فاسٹر نے یہ بھی دیکھا کہ شمالی جانب کمرے کی دیوار کے ساتھ تین چار بک شیلف
لگے تھے اور ان میں طب سے تعلق رکھنے والی کتابیں اوپر تلے بھری تھیں۔ ان
ہی ایک گوشے میں انسانی ڈھانچہ رکھا ہوا تھا۔ ڈھانچے کے اوپر دیوار میں تین چار جان

تھے جن پر انسانی اعضا اور دماغ کی اندرونی تصویریں بنی تھیں۔
دروازے کے عین سامنے لمبی میز کے سرے پر سفید کوٹ پہنے اور آنکھوں پر
فریم کا چشمہ چڑھائے ادھیڑ عمر کا ایک باوقار شخص کرسی پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں
تھا۔ برقی کیتلی میں پانی کھول رہا تھا۔ مگر اس شخص کو کچھ خبر نہ تھی۔ فاسٹر اور میکس کے اندر
آنے سے وہ یک لخت چونکا اور مضطرب ہو کر کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ فاسٹر نے دیکھا کہ
اس کے ہاتھ میں کھلونا نما کوئی چیز ہے۔ جسے اس نے اپنی مٹھی میں دبا رکھا تھا۔ فاسٹر اور
میکس کو دیکھ کر وہ آہستہ آہستہ ان کے استقبال کو آگے بڑھا اور مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھا لیا۔
"کیا آپ ہی کا نام بائرن ہے؟" فاسٹر نے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔
"ڈاکٹر بائرن..." بائرن نے جواب دیا "میں بائرن نہیں۔ ڈاکٹر بائرن ہوں..."
پھر اس نے میکس کی طرف دیکھتے ہوئے فاسٹر کے بارے میں پوچھا: "آپ کی تعریف؟"
"یہ ڈاکٹر فاسٹر ہیں۔" میکس نے تعارف کرایا۔ "اور آپ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے ہیں۔"
"بہت خوب... بہت..." ڈاکٹر بائرن نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے آپ سے مل کر واقعی
مسرت ہوئی۔ کیسے مزاج تو اچھے ہیں، آپ کے؟" اس نے دوبارہ گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔
"تشریف رکھیے، ڈاکٹر..." اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "مجھے ہم پیشہ افراد
سے مل کر واقعی خوشی ہوتی ہے۔ آپ یہاں کب سے کام کر رہے ہیں؟"
"میں ابھی نیا ہوں... یہاں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔" فاسٹر نے جواب دیا۔
"ڈاکٹر تھورڈ فورڈ کی مہربانی ہے کہ انہوں نے آپ سے ملاقات کا موقع فراہم کیا۔" ڈاکٹر
بائرن اس دوران میں برابر مسکراتا رہا۔ "آپ کس شعبے کے اسپیشلسٹ ہیں؟" فاسٹر نے
پوچھا۔ اس سوال پر ڈاکٹر بائرن کے لبوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس
نے اپنے بکھرے بالوں پر ہاتھ پھیرا، عینک کا زاویہ درست کیا اور سنجیدہ آواز میں کہا:
"میں فزیشن بھی ہوں اور سرجن بھی۔ اس کے علاوہ نیورو سرجن کی حیثیت سے میں ایک
خاص مقام و مرتبے کا مالک رہا ہوں۔ میں نے دماغ کے بے شمار آپریشن کیے ہیں۔ دماغ
کی پیچیدگیوں کے سلسلے میں میں زندگی بھر کے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے چند

ایک نئی تیوریاں قائم کی ہیں اور آج کل انہی تھیوریوں کو حقیقت کی شکل دے رہا
ہوں۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ میں اپنے تجربات میں بڑی حد تک کامیاب
ہوں۔ حال ہی میں میں نے ایک ایسی چیز ایجاد کی ہے جس کے نتائج دیکھ کر
عظیم انقلاب برپا ہو جائے گا۔"

"میں آپ کو اس کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" فاسٹر نے رسمی طور
اب وہ سمجھ چکا تھا کہ ڈاکٹر باٹرن کے اس پاگل خانے میں داخلے کا سبب کیا ہے
آپریشن کرتے کرتے وہ دماغی بھول بھلیوں میں گم ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی اب
بات چیت اور رویے سے یہ اندازہ کرنا محال تھا کہ وہ دماغی توازن سے محروم

"جناب چائے کا پانی تیار ہے۔" میکس نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں
بنا دوں۔"

"ارے نہیں۔۔۔ شکریہ۔ یہ کام میں خود کروں گا۔" باٹرن نے چونک کر برتن
دیکھا۔ اس پر رکھی ہوئی کیتلی کا ڈھکنا مسلسل حرکت کر رہا تھا اور اس میں سے
سسکارتی ہوئی بھاپ خارج ہو رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر ادھر گیا اور چائے بنانے لگا
بغور دیکھتا رہا۔ اسے تعجب ہو رہا تھا کہ باٹرن کو یہاں کس نے قید کر دیا۔ میکس
پینے سے معذرت کر دی جبکہ فاسٹر بخوشی رضامند ہو گیا۔ چائے عمدہ اور خوشبو
تے ہنس کر کہا: "معلوم ہوتا ہے آپ نے چائے بنانے کے فن پر بھی خاص
کی ہے۔" باٹرن نے قہقہہ لگایا اور کہا: "ہر فن ریاضت کا تقاضا کرتا ہے۔ ڈاکٹر
بنانا خود بہت بڑا آرٹ ہے۔۔۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں اپنا کھانا
تیار کرتا ہوں۔"

چائے ختم کرنے کے بعد ڈاکٹر باٹرن نے کہا: "کیا آپ میری تازہ ترین
ملاحظہ کریں گے؟"

"ضرور۔۔۔ ضرور۔" فاسٹر نے کہا۔ "یہ میرے لیے عین فخر کا مقام ہو گا۔ کیا
کی ہے آپ نے؟"

"جب آپ اسے دیکھیں گے تبھی سمجھ پائیں گے۔" باٹرن نے جواب دیا۔ اس نے
…ہنیں جانب رکھی ہوئی الماری کا دروازہ کھولا، پھر فاسٹر سے کہا: "زحمت فرما کر ذرا آ جائیے۔"
…اسٹر اٹھ کر الماری کے نزدیک گیا۔ ہر لحظہ اس کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ باٹرن نے
…ماری کے نچلے خانے کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے آپ
…لے ابھی تک ایسی عجیب و غریب چیز نہیں دیکھی ہوگی۔ یوں سمجھیے کہ یہ میری ساری زندگی کے
…تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہے۔ مجھے خود بھی توقع نہ تھی کہ اتنی جلدی کامیابی نصیب ہوگی۔"
فاسٹر نے دیکھا کہ الماری کے نچلے خانے میں چھوٹے چھوٹے انسانی مجسمے قطار
…یں کھڑے ہیں۔ مٹی سے بنے ہوئے یہ چھ سات مجسمے، بنانے والے کی انتہائی مہارت
…کا نمونہ تھے، ہاتھ پاؤں، آنکھیں، ناک، منہ، گردن، ہر عضو متناسب اور خوب صورت
تھا۔ ایسے انسانی مجسمے فاسٹر نے اکثر دکانوں پر بھی دیکھے تھے۔ مگر ان میں وہ نفاست
اور حقیقت نہ تھی جو ان مجسموں میں دکھائی دے رہی تھی۔

"بہت عمدہ مجسمے ہیں۔ کسی ماہر فن نے بنائے ہیں۔ کیسے متناسب اور صحیح اعضا ہیں۔
ان کے جیسے ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوں۔" فاسٹر نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔
ڈاکٹر باٹرن کا چہرہ بے پناہ خوشی سے روشن ہو گیا۔ اس نے زور سے گردن ہلائی اور
اور فاسٹر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا:

"مجھے یقین تھا آپ انہیں پسند کریں گے۔۔۔ ایک ڈاکٹر ہی دوسرے ڈاکٹر کے
فن کی صحیح تعریف کر سکتا ہے۔"

"کیا یہ تمام مجسمے آپ نے بنائے ہیں؟" فاسٹر نے متعجب ہو کر پوچھا۔ "خدا کی
…ناہ۔ ڈاکٹر باٹرن۔ آپ باکمال آدمی ہیں۔"

"آپ کی عنایت ہے ڈاکٹر۔۔۔ ورنہ میں کیا اور میرا کمال کیا؟ وہ دیکھیے سامنے
میز پر آپ کو گندھی ہوئی مٹی نظر آ رہی ہے نا! میں نے یہ مجسمے اسی سے بنائے ہیں۔"
فاسٹر کی سمجھ میں نہ آیا کہ مزید کیا کہے سوائے اس کے کہ مسلسل ان مجسموں کی تعریف
…زمین و آسمان کے قلابے ملاتا چلا جائے، چنانچہ اس نے کہا:

"ڈاکٹر باٹرن، مَیں حیران ہوں کہ آخر آپ کو یہ مجسمے بنانے کی کیا ضرورت
بلاشبہ اس فن میں آپ کو مہارت حاصل ہے، لیکن ۔۔۔"

ڈاکٹر باٹرن نے پھر قہقہہ لگایا اور فاسٹر کی بات کاٹتے ہوئے بولا "
مَیں سمجھ گیا۔ آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا کہ کہاں ایک فزیشن اور سرجن اور کہاں
مجسمے بنانے کا شوق! بے شک ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق
اگر ذرا غور فرمائیں گے، تو محسوس ہو گا کہ میں نے یہ مجسمے ایک خاص مقصد
بنائے ہیں۔ آپ ہر مجسمے کا چہرہ اور خدوخال غور سے دیکھیے اور پھر مجھے بتا
کیا محسوس کرتے ہیں۔"

اب فاسٹر نے ذرا اور قریب ہو کر باری باری ہر مجسمے کا جائزہ لیا۔ اسے یہ
جان کر حیرت ہوئی کہ ان کے اعضا ایک جیسے تھے کسی میں ذرا برابر فرق نہ
ہر مجسمے کا چہرہ دوسرے سے مختلف تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی
یہ چہرے شناسا سے لگ رہے تھے جیسے ان چہروں کو اس نے پہلے بھی
ہو۔۔ اس نے ذہن پر زور ڈال کر یاد کرنے کی بہتیری کوشش کی مگر کچھ یاد
تھا۔ ان مجسموں میں سے کم از کم ایک چہرہ تو ایسا تھا جسے فاسٹر نے حال ہی
نزدیک سے دیکھا تھا۔۔۔ آخر اس نے رُک رُک کر کہنا شروع کیا:

"ڈاکٹر باٹرن، مجھے اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ ان چہروں میں کوئی خاص
ہے۔ یہ چہرے عام انسانوں کے ہرگز نہیں ہیں۔۔۔ ان میں سے ایک چہرہ تو ایسا
ہے۔ جسے میں نے حال ہی میں کہیں دیکھا ہے، مگر اب یاد نہیں آتا کہ کہاں دیکھا ہے۔ بہر
ادب سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان مجسموں کے چہرے فرضی ہیں یا آپ
افراد کے چہرے دیکھ کر بنائے ہیں۔"

ڈاکٹر باٹرن اچانک سنجیدہ اور فکر مند نظر آنے لگا۔ چند لمحے تک وہ
رہا اور ان مجسموں کو ٹکٹکی باندھے تکتا رہا۔ آخر اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا
"آپ کا خیال صحیح ہے ڈاکٹر۔۔۔ میں نے ان مجسموں کے چہرے اپنے

بعض ساتھیوں کے چہروں پر بنائے ہیں۔ یہ سب کے سب ابتدا سے میرے ہم پیشہ ہی ہیں۔۔ میں نے
بعض اپنی یادداشت برقرار رکھنے کے لیے اپنے ہم پیشہ ڈاکٹروں کے چہرے ان مجسموں
کو عطا کر دیے تاکہ میں انہیں فراموش نہ کر پاؤں۔ اب آپ پوچھیں گے کہ مجھے ایسا
کرنے کی کیا ضرورت تھی، سو اس کے پیچھے ایک عجیب داستان ہے۔۔۔"

"جی ہاں۔۔ مَیں بھی ایسا ہی سمجھ رہا ہوں۔" فاسٹر نے کہا۔ "کیا آپ مہربانی کر کے
یہ داستان مجھے سنائیں گے؟ لیکن داستان سننے سے پہلے میں یہ بھی معلوم کرنا چاہوں گا
کہ مٹی کے مجسمے بنانے کی "ہابی" آپ نے کیوں منتخب کی۔ اگر کچھ حرج نہ ہو تو اس سے
بھی آگاہ کیجیے؟"

"آپ اسے میری ہابی سمجھتے ہیں؟" ڈاکٹر باٹرن کے ہونٹوں پر نہایت حزنیہ
مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "حالانکہ یہ ہابی ہرگز نہیں ہے۔ غالباً یہ بات آپ نے اس لیے
کہہ دی کہ ان مجسموں کا اچھی طرح جائزہ نہیں لیا آپ نے۔ براہِ کرم انہیں خوب غور سے
دیکھیے۔ میرا خیال ہے آپ ذہین آدمی ہیں، معلوم ہو جائے گا کہ یہ "ہابی" کے علاوہ کچھ
اور بھی ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں" فاسٹر نے فوراً کہا۔ "واقعی میں نے یہ مجسمے غور سے نہیں دیکھے۔
اب آپ کے حکم کی تعمیل میں دوبارہ دیکھے لیتا ہوں۔"

فاسٹر نے جھک کر ایک مجسمے کو گہری نظر سے جانچنا شروع کیا۔ بلاشبہ اُن مجسموں
میں کوئی خاص بات ضرور تھی۔۔۔ عجیب سی پُراسراریت۔۔۔ لیکن کوشش کے باوجود فاسٹر
یہ معلوم نہ کر پایا کہ مختلف شناسا چہروں کے علاوہ ان میں اور کیا راز چھپا ہوا ہے۔ اس
بارے میں اس نے جان بوجھ کر دیر لگا دی تاکہ ڈاکٹر کے ذہن سے یہ وہم خارج ہو
جائے کہ اس نے مجسمے اچھی طرح نہیں دیکھے۔

"کہیے جناب، آپ نے کیا رائے قائم فرمائی؟" ڈاکٹر باٹرن نے بے صبری سے
پوچھا۔ اس کی نگاہیں فاسٹر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ عرض کروں جناب؟" فاسٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "جس حقیقت کی طرف آپ

اشارہ کر رہے ہیں، وہ مجھے ان مجسموں میں محسوس ضرور ہوتی ہے۔ مگر میں اُن
کی تہہ تک پہنچنے میں ناکام رہا ہوں۔ صاف بات ہے میں کہیں نہ کہیں کچھ در
قاصر ہوں... کوئی ایسی خصوصیت جو بے حد اہم ہے..."

"آہ... سمجھا... میں سمجھا" ڈاکٹر باٹرن نے مضطرب ہو کر دونوں ہاتھ ملتے
"دراصل ایسی چیزیں چونکہ آپ پہلی بار دیکھ رہے ہیں، اس لیے اس کی تمام
نگاہ نہیں جا سکتی... ایک بار پھر انہیں غور سے ملاحظہ فرمائیے... خاص طور پر
کی آنکھیں دیکھیے... مجھے یقین ہے آپ اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے"

اور دوسرے ہی لمحے فاسٹر کے بدن میں تھرتھری سی چھوٹ گئی۔ دل
جیسے تھم رہی ہو... وہ پلکیں جھپکائے بغیر اُن مجسموں کی آنکھوں میں جھانک
پھر اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے پھوٹنے لگے۔ کوشش کے باوجود وہ
مجسموں کی آنکھوں پر سے نہ ہٹا سکا۔ اُسے صاف نظر آ رہا تھا کہ مجسموں کی آنکھوں
کی چمک اور حرارت موجود ہے... ویسی ہی چمک اور حرارت جیسے جیتے
کی آنکھوں میں موجود ہوتی ہے۔ ایک ثانیے کے لیے فاسٹر کو اپنی بصا
پر شبہ ہوا، مگر دوسرے ہی لمحے یہ شبہ دور ہو چکا تھا۔ اُس نے صریحاً دیکھا کہ ایک
ہونٹوں پر پُراسرار تبسم کی لکیر اُبھری اور اس نے پلکیں جھپکائیں، جیسے وہ ڈاکٹر
پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔

فاسٹر کا سانس رکنے لگا۔ اُس نے دیکھا کہ سبھی مجسمے زندہ ہیں۔ اُن کی
کی پتلیاں متحرک تھیں اور ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ابھی یہ مجسمے
گے۔ فاسٹر غیر شعوری طور پر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے
ٹانگیں بھی لرز رہی تھیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، ڈاکٹر باٹرن کے سوا اور کوئی
میکس اس اثنا میں وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔

"خدا کی پناہ... یہ مجسمے تو زندہ ہیں۔" فاسٹر نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا
"آہا... اب آپ انہیں دیکھنے میں کامیاب ہوئے۔" ڈاکٹر باٹرن

شاید آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے مجسموں کے اندر کسی قسم کا میکانکی نظام
پا رکھا ہے، بالکل ویسا ہی نظام جیسے چابی یا بیٹری سے چلنے والے کھلونوں میں ہوتا
ہے۔ جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... اگر ایسا ہوتا، تو اسے اس صدی کی سب سے
بی سائنسی ایجاد نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہ مجسمے 'روبوٹ' بھی نہیں ہیں جو بجلی کی لہروں کے
یے حرکت کرتے ہوں... روبوٹ، تو آج کے دور میں اسکول کا بچہ بھی آسانی سے بنا
ملتا ہے۔"

فاسٹر چپ چاپ ڈاکٹر باٹرن کی تقریر سنتا رہا۔ اُسے احساس تھا کہ ایسے موقع
ح کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باٹرن اپنی تقریر روک دے گا۔ وہ کہہ رہا تھا:
"میں نے یہ مجسمے چکنی مٹی سے بنائے ہیں۔ لیکن ان کا دماغ اور دماغی نظام ویسا
ہے جیسا انسانوں کا ہوتا ہے۔"

اُس نے فخریہ انداز میں فاسٹر کی طرف دیکھا۔ فاسٹر سمجھ گیا کہ ڈاکٹر باٹرن داد طلب
کر رہا ہے، چنانچہ اس نے کہا "آپ نے بلاشبہ اس صدی کا سب سے عظیم کارنامہ انجام دیا ہے
ڈاکٹر... لیکن میں ابھی تک سمجھ نہیں پایا کہ آپ کے بنائے ہوئے مجسمے یا ان کا دماغ کام کیسے
کرتا ہے۔"

"آہا ہا..." ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔ "تم نہیں سمجھے نا...؟ یہ ذرا تفصیل طلب معاملہ ہے۔
مختصر طور پر یوں سمجھو کہ میں ان پتلوں کا دماغ اپنے دماغ کی لہروں کے ذریعے کنٹرول کرتا ہوں۔
قوتِ متخیلہ کے زبردست کمالات سے تو تم آگاہ ہو گے۔ ایک زمانے میں میں ہپناٹزم کی
مشقیں بھی کرتا رہا ہوں۔ دماغی مریضوں کے علاج معالجے میں ہپناٹزم بہت کام دیتا ہے۔"

"بہت خوب... بہت خوب... آپ حیرت انگیز انسان ہیں، ڈاکٹر باٹرن۔" فاسٹر
نے کہا۔ "اب لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیجیے کہ آپ ان مجسموں سے کیا کام لینے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"ابھی تو میں نے نصف درجن مجسمے بنائے ہیں۔" باٹرن نے کہا۔ "رفتہ رفتہ ان کی تعداد
ھاتا جاؤں گا۔ فی الحال میں نے نر جنس کے مجسمے بنائے ہیں، عنقریب ان کے لیے
مجسمے بھی بنانے پڑیں گے اور پھر میں انہی کے ذریعے ایک نئی انسانی نسل وجود میں

لانے کا اہتمام کروں گا۔ یہ نئی نسل موجودہ نسل سے کہیں بہتر ہوگی۔"

فاسٹر انتہائی سنجیدگی سے ڈاکٹر باٹرن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عام حالات میں
باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتا اور باٹرن کے بارے میں بھی فیصلہ دے دیتا کہ اس
چولیں ڈھیلی پڑ چکی ہیں، اس لیے ایسے منصوبے سوچتا ہے۔ لیکن وہ اپنی آنکھوں
مجسموں کے اندر زندگی کے آثار دیکھ چکا تھا، اس لیے یہ معاملہ محض مذاق میں نہ
جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر باٹرن کی بے پناہ ذہانت اور دماغی صلاحیتوں پہ اُسے ایمان لانا ہے۔
اگر فی الواقع اس شخص نے ایسے جیتے جاگتے مجسّمے بنا لیے ہیں اور مستقبل قریب میں
کی نسل پڑھلانے کا اہتمام بھی کر رہا ہے، تو یہ انتہائی خوفناک بات ہوگی، ابھی وہ
میں غوطے کھا رہا تھا کہ کمرے میں ڈاکٹر باٹرن کی آواز گونجی۔ "تم نے مقدس بائبل
ہوگا کہ خداوندِ خدا نے انسان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ ڈاکٹر فاسٹر کیا تم اس بات
یقین رکھتے ہو"؟

یہ سوال اس قدر غیر متوقع اور اچانک تھا کہ فاسٹر بھونچکا رہ گیا۔ بلاشبہ
بائبل مقدس ایک زمانے میں پڑھی تھی اور اسے بچپن ہی میں بتایا گیا تھا کہ اللہ
نے مٹی سے بنایا ہے، لیکن ڈاکٹر باٹرن نے جس انداز میں سوال کیا تھا وہ ایسا نہ
فاسٹر جیسا ذہین انسان اس کا اصل مقصد نہ سمجھ سکتا۔ چنانچہ ایک لحظہ تامّل کے
تے دبی زبان سے صرف اتنا کہا :

"میں جدید سائنس کے اصولوں پر زیادہ یقین رکھتا ہوں، ڈاکٹر۔"

باٹرن یہ جواب سن کر یک لخت مشتعل ہو گیا۔ اُس نے آنکھیں نکا
کو گھورا اور دبنگ لہجے میں بولا :

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں سائنس پر یقین نہیں رکھتا اور جو چیز تم نے
دیکھی، کیا وہ سائنس کا جدید ترین کرشمہ نہیں ہے"؟

بے شک، بے شک ... یہ بھی سائنس ہی ہے"۔ فاسٹر نے جلدی سے
کیا۔ باٹرن اب کمرے میں تیزی سے ٹہل رہا تھا۔ اُس نے رک کر کہا۔ "اور تم

یں یہ بھی پڑھا ہوگا کہ خدا نے مٹی کا پتلا بنا کر اس کے نتھنوں میں زندگی کی روح پھونکی
ر دہ جیتا جاگتا انسان ہو گیا۔ سنو، اگر میں بھی مٹی کے پتلے بنا کر اُن میں زندگی کی روح
پھونک دوں، تو کیا وہ جیتے جاگتے انسان نہیں بن جائیں گے؟ بولو، جواب دو
ں نظریے کے مطابق مٹی کے پتلوں کو جاندار بنایا جا سکتا ہے۔"

جی ہاں ضرور بنایا جا سکتا ہے ... لیکن ابھی تک یہ کام خدا نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا
ہے ۔۔ کسی سائنس دان کے سپرد نہیں کیا۔" فاسٹر نے آہستہ سے جواب دیا۔

اُس کا خیال تھا کہ اس جواب پر باٹرن مزید طیش میں آئے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا
باٹرن نے دو تین مرتبہ زور سے شانے اچکائے اور دوبارہ پُرسکون ہو گیا۔ پھر اس نے
الماری کا دروازہ بند کیا اور کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ فاسٹر بغور اس کا مشاہدہ کر رہا
تھا۔ بظاہر ڈاکٹر باٹرن پاگل دکھائی نہیں دیتا تھا، لیکن ... جو شخص خدا بننے کے خبط میں
مبتلا ہو جائے، اُسے پاگل نہیں تو اور کیا کہیں گے، البتہ فاسٹر کو بار بار ان مجسموں کا تصور
پریشان کر رہا تھا۔ مٹی کے بنے ہوئے ان پتلوں کو اس نے خود بہ ہوش و حواس پلکیں
جھپکتے اور مسکراتے دیکھا تھا۔

معاً ڈاکٹر باٹرن نے دونوں آنکھیں کھول دیں اور فاسٹر کی طرف دیکھ کر دھیمے
سے ہنسا۔ اس کی ہنسی عجیب تھی۔

"دنیا میں ہر کام ممکن ہے۔" اس نے فاسٹر سے کہا۔ "ایسے تمام کام جنہیں موجودہ دور
کے لوگ ناممکن اور محال سمجھتے ہیں، سب کے سب آسانی سے کیے جا سکتے ہیں۔ شاید تم اپنے
دل میں یہ سوچ رہے ہو کہ ڈاکٹر باٹرن خدا کا انکار کرتا ہے نہیں، میرے عزیز، ایسی کوئی بات
نہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زمین پر خدا کا نائب ہونے کی حیثیت سے انسان
ہر کام کر سکتا ہے جس کی نسبت ہم خدا سے کرتے ہیں۔ خدا نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں
اور طاقتوں سے نوازا ہے۔ انسان آہستہ آہستہ کائنات کے پوشیدہ بھید جان رہا ہے
ذرا تصور کرو وہ باتیں جن کے بارے میں انسان سو سال پہلے سوچ بھی نہیں سکتا تھا،

آج وہی باتیں حقیقت بن کر سامنے آرہی ہیں۔ زمین آسمان کے فاصلے سمٹ
ستارے نزدیک آرہے ہیں۔ کوئی دن جاتا ہے کہ یہی خاکی انسان بعید از فہم
واقع سیاروں پر بھی پہنچ جائے گا اور اس لامحدود کائنات کے اسرار جب
ہوں گے تو سوائے حیرت زدہ ہونے کے وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ بہرحال یہ باتیں
سکو گے . . جو کچھ میں نے دیکھا اور سمجھا ہے۔ وہ میں تمہیں تقریر کے ذریعے
سمجھا سکوں گا۔ البتہ مشاہدہ کرادوں گا۔ تب شاید تمہاری عقل باور کرنے
کے لیے تیار ہو۔"

فاسٹر کے دل کی دھڑکنیں خود بخود تیز ہو گئیں۔ منطقی طور پر اُسے ڈاکٹر
باتوں میں خاصا ربط اور وزن محسوس ہوا۔ آخر اس نے کہا :

"اگر آپ اپنے تجربات مجھے دکھانا ہی چاہتے ہیں، تو میں بڑی خوشی سے
تیار ہوں۔"

باٹرن کرسی سے اُٹھا اور فاسٹر کا ہاتھ پکڑ کر اُس لمبی میز کے قریب لے گیا
کی شمالی دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی تھی۔ فاسٹر نے دیکھا کہ مٹی کا بنا ہوا ایک
پر پہلے سے موجود ہے۔ غالباً یہ وہی روبوٹ تھا جسے فاسٹر نے اُس نے وقت ڈاکٹر
کے ہاتھ میں دیکھا تھا جب وہ میکس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"یہ مجسمہ آپ نے حال ہی میں بنایا ہے؟" فاسٹر نے پوچھا۔

"ہاں ... اور تم اسے میرا آخری مجسمہ بھی کہہ سکتے ہو۔" ڈاکٹر باٹرن نے معنی خیز
مسکرا کر جواب دیا۔ پھر اس نے میز پر سے مجسمہ اٹھایا اور فاسٹر کو دیتے ہوئے کہا
اچھی طرح دیکھو۔"

فاسٹر نے جونہی مجسمے پر نگاہ جمائی، وہ فوراً چونک پڑا۔ اس کے چہرے کے
ڈاکٹر باٹرن سے بے حد مشابہ تھے۔

اس کا چہرہ تو آپ کے چہرے سے ملتا جلتا ہے۔" فاسٹر نے کہا۔

ڈاکٹر باٹرن نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا :

"ہاں ... یہ میرا ہی چہرہ ہے ... بلکہ یوں کہیے کہ یہ میں ہی ہوں ..."

"میں بالکل نہیں سمجھا کہ آپ کا مطلب کیا ہے۔ ذرا وضاحت کیجیے۔"

"بھئی، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جسمانی طور پر یہ مجسمہ مجھ سے صرف مشابہت ہی نہیں
رکھتا، بلکہ اس کا دماغ بھی مجھ جیسا ہی ہے۔"

فاسٹر نے گہرا سانس لیا اور مجسمہ ڈاکٹر باٹرن کو واپس کر دیا۔ اس کا جسم تو بے شک
آپ کا سا ہے۔ لیکن دماغ ..."

"یقین کرو اس کا دماغ میں نے بنایا ہے اور وہ میرا ہی دماغ ہے۔" باٹرن نے
مجسمہ دوبارہ احتیاط سے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں ابھی احساس نہیں ہو سکتا، اس
لیے کہ مجسمہ بے جان ہے۔ لیکن جونہی یہ حرکت میں آئے گا تم یقین کرو گے کہ یہ میں ہی ہوں۔
تم یہ نہ سمجھنا کہ اس کی کھوپڑی کے اندر میں نے ننھی ننھی بیٹریاں نصب کر دی ہوں گی۔
جی نہیں، یہ بیٹریوں سے چلنے والا حقیر کھلونا ہرگز نہیں ہے۔ یہ ایک جیتا جاگتا ننھا منا ڈاکٹر
باٹرن ہے۔ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی۔"

فاسٹر نے کندھے جھٹک کر پوچھا :

"اگر اس کی کھوپڑی میں بیٹریاں نصب نہیں ہیں، تو پھر اس کے اندر کیا ہے؟"

"پھر وہی احمقانہ سوال کیا تم نے!" باٹرن بھڑک اُٹھا۔ "بتا تو رہا ہوں کہ اس کے اندر
میں ہوں میں!"

فاسٹر نے مجسمہ میز پر سے اُٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا، لیکن باٹرن نے اُسے روک دیا۔

"ٹھہرو ... فی الوقت یہ روبوٹ ہی ہے ... میں نے ابھی اس کا ظاہر مکمل کیا ہے۔
باطن پر کام باقی ہے۔ یہ کام بھی میں آج یا کل تک پورا کر لوں گا۔ باطن پایۂ تکمیل تک
پہنچنے کے بعد یہ مٹی کا پتلا نہیں رہے گا ..."

"بلکہ ڈاکٹر باٹرن بن جائے گا۔" فاسٹر نے جملہ مکمل کر دیا۔ "ننھا منا ڈاکٹر باٹرن۔"

"بالکل درست۔" باٹرن نے خوش ہو کر کہا۔ "کہنے کو جسمانی طور پر یہ چھوٹا سا باٹرن ہوگا
مگر ذہنی طور پر اُتنا ہی بڑا جتنا اصل ڈاکٹر باٹرن۔" یہ کہہ کر وہ میز کے کنارے بیٹھ گیا اور اپنے

بے جان پُتلے پر نگاہ جما دی۔ "ڈاکٹر رتھ فورڈ کو میں نے اپنے تجربے سے آگاہ کیا تو
احمق کی عقل میں کوئی بات نہ آئی۔ شاید تمہیں یہ جان کر تعجب ہو کہ ڈاکٹر رتھ فورڈ میر
رہ چکا ہے۔ اب بھی وہ میرا بڑا احترام کرتا ہے۔ اس کمرے کی ظاہری آرائش و زیبائش
تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اس نے احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، لیکن اس کا
وہ مجھے پاگل سمجھتا ہے۔ وہ مجھے دھوکے سے یہاں لے آیا اور اس وقت سے اب
میں یہیں قید ہوں۔"

"یہ تو واقعی بہت ظلم ہوا آپ پر۔" فاسٹر نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں، تو میں ڈاکٹر
فورڈ سے بات کروں۔"

"کوشش کر دیکھو۔" بائرن نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا، "ویسے مجھے توقع
رتھ فورڈ تمہاری بات مانے گا۔ میں اپنے شاگرد کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ بہرحال مجھے
پروا نہیں کہ کوئی مجھے کیا سمجھتا ہے۔ میں اپنا کام کیے جا رہا ہوں اور دنیا پر جب میرے
تجربات روشن ہوں گے، تو سب جان لیں گے کہ پاگل کون تھا۔ میں یا ڈاکٹر رتھ

فاسٹر خاموش رہا۔ ویسے وہ اپنے ذہن میں ڈاکٹر رتھ فورڈ کو داد دیے جا رہا تھا
نے بر وقت کارروائی کر کے ڈاکٹر بائرن کو یہاں منتقل کر دیا۔

دفعتاً بائرن نے کہا :

"رتھ فورڈ سے ایک حماقت بھی سرزد ہوئی جو سراسر میرے حق میں جاتی ہے اور وہ
نے میرے ان مٹی کے پتلوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ سمجھتا تھا یہ فضول مشغلہ ہے۔" بائرن
آنکھوں میں وحشیانہ چمک نمودار ہوئی۔ "بہت جلد رتھ فورڈ کو اپنی حماقت کی سزا مل جا
جن پتلوں کو وہ حقیر اور بے جان خیال کرتا ہے... وہی پتلے..."

یک لخت بولتے بولتے وہ رک گیا۔ فاسٹر نے اپنے عقب میں کمرے کا دروازہ
کی آواز سنی۔ اُس نے گردن گھما کر دیکھا۔ میکس اندر آ رہا تھا۔ غالباً اُسے دیکھ کر ہی با
خاموش ہوا تھا۔ "آپ کو ڈاکٹر رتھ فورڈ بلا رہے ہیں۔" میکس نے فاسٹر سے کہا۔ اد
فاسٹر جواب میں کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ ڈاکٹر بائرن مشتعل ہو کر چلّایا :

"جاؤ! فوراً یہاں سے چلے جاؤ! اُسی احمق کے پاس جو خود کو ڈاکٹر رتھ فورڈ کہتا
ہے۔ کوئی شخص سچائی اور حقیقت کی تاب نہیں لا سکتا، خواہ وہ سائنسدان ہی کیوں نہ ہو۔"

فاسٹر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بائرن سے کہا :

"ڈاکٹر! کاش تم احساس کر سکو کہ تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے۔ تم خدا بننے کی کوشش کر
رہے ہو... جبکہ انسان ... خدا نہیں بن سکتا... تم مٹی کے پتلے بنا کر اُن میں جان ڈالنا چاہتے ہو۔"

"ہاں، ہاں میں خدا بننا چاہتا ہوں۔" بائرن پھر چلّایا۔ "میں پوچھتا ہوں اس میں حرج ہی
کیا ہے؟ اگر ایک انسان دوسرے انسان کو ہلاک کرنے پر قادر ہے تو کیا وہ زندگی دینے
پر قدرت نہیں رکھتا۔ خدا بھی تو مارتا اور جِلاتا ہے۔ تم لوگ آخر یہ کیوں سمجھتے ہو کہ انسان صرف
مارنے ہی کا کام کر سکتا ہے، کسی بے جان میں جان نہیں ڈال سکتا؟"

"کوئی انسان دوسرے انسان کو ہلاک کرنے پر قادر نہیں ہے، ڈاکٹر بائرن۔" فاسٹر
نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "سب کچھ خدا کی طرف سے ہے ... بہرحال آپ جو چاہیں، کہیں میں
آپ کا نظریہ تسلیم نہیں کرتا۔ آپ جتنی جلد یہ ناپاک خیالات اپنے ذہن سے خارج کر دیں، اُتنا
ہی آپ کے حق میں بہتر ہے اور اب میں جا رہا ہوں، پھر ملاقات ہو گی۔"

"قطعی نہیں ... تم فرسودہ خیالات رکھنے والے شخص ہو اور مجھے ایسے لوگوں سے سخت
نفرت ہے۔" بائرن نے کہا۔ "میں مٹی کے ان پتلوں کو زندگی عطا کرنے میں کامیاب ہو چکا
ہوں اور بہت جلد تم یہ بھی دیکھ لو گے کہ میں انہی پتلوں کے ذریعے موت پر بھی قدرت
حاصل کر لوں گا۔ رتھ فورڈ سے جا کر کہہ دو کہ اس کا وقت قریب ہے۔"

فاسٹر مسکرایا :

"میں آپ کا پیغام ڈاکٹر رتھ فورڈ تک ضرور پہنچا دوں گا۔"

پھر اُس نے اپنے عقب میں ڈاکٹر بائرن کے منہ سے نکلی ہوئی مغلّظات کی بوچھار
سنی۔ میکس اس اثنا میں دروازے کے قریب ہی کھڑا رہا۔ فاسٹر کے باہر راہداری میں قدم
رکھتے ہی میکس نے جلدی سے دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا۔ فاسٹر کی جان میں جان آئی۔
میکس بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ فاسٹر نے کہا :

"ڈاکٹر بائرن کے ارادے اچھے معلوم نہیں ہوتے ... وہ رُتھ فورڈ کو ہلاک کرنے کی فکر میں ہے۔"

"جی ہاں ... ڈاکٹر رتھ فورڈ بھی اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔" میکس نے آہستہ سے کہا۔ "شاید آپ یہ سن کر حیران ہوں کہ ڈاکٹر بائرن پہلے بھی کئی افراد کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔"

فاسٹر چلتے چلتے رُک گیا۔

"اگر تم یہ بات مجھے پہلے بتا دیتے، تو میں ڈاکٹر کے کمرے میں ہرگز نہ جاتا۔ اب بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ اس کے کمرے میں احتیاط سے داخل ہُوا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی میری عقل سے باہر ہے کہ تم لوگوں نے آخر کس بنا پر ڈاکٹر بائرن کو اتنا بڑا اور بے شک کمرہ دے رکھا ہے۔ کیا وہ واقعی پاگل اور قاتل ہے یا اس نے محض بہروپ بھر رکھا ہے؟"

میکس مسکرایا۔ "ڈاکٹر بائرن فی الواقع ڈاکٹر رُتھ فورڈ کا استاد ہے ... اور واقعی دماغی توازن سے محروم ہو چکا ہے ... آپ نے دیکھا نہیں کہ وہ مٹی کے بے جان پتلوں میں جان ڈالنے کے درپے ہے اور یہ کام وہ بے حد انہماک اور سنجیدگی سے کر رہا ہے۔ یہ پاگل پن کی علامت نہیں، تو اور کیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے وہ پاگل ہو ..." فاسٹر نے کہا۔ "لیکن جہاں تک بے جان پتلیوں میں جان ڈالنے کا سوال ہے، میں نے خود محسوس کیا کہ اس کی بنائی ہوئی پتلیاں پلکیں جھپکا رہی تھیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ ڈاکٹر بائرن نے ان پتلیوں کے اندر میکانکی نظام چھپا رکھا ہو اور یہ نظام بیٹری سیل کے ذریعے کام کرتا ہو؟" میکس نے پوچھا۔

"بالکل ممکن ہے ... مگر میں پوچھتا ہوں کہ یہ بیٹری سیل اس پاگل خانے میں ڈاکٹر کے پاس کیسے آئے؟ جی نہیں، یہ توجیہہ میرا ذہن قبول نہیں کرتا ... پھر یہ تو سوچو کہ آخر ڈاکٹر کو جیسے آدمی کو مٹی کے بے جان پتلے بیٹری سیل سے متحرک کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی؟"

میکس حیران ہو کر فاسٹر کی شکل تکنے لگا۔ "پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر بائرن پتلیوں کے اندر جان ڈالنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

"یہ میں نے کب کہا ہے؟ ڈاکٹر بائرن ہپناٹزم کا بھی ماہر ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے ہپناٹزم کے ذریعے میرے دماغ کو باور کرایا ہو کہ پتلے پلکیں جھپک رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ڈاکٹر بائرن کی قوتِ متخیلہ بہت بڑھی ہوئی ہے اور یہ ایسی قوت ہے جس سے حیران کن اور لرزہ خیز کرشمے دکھائے جا سکتے ہیں۔"

"کیا قوتِ متخیلہ مادّی اشیا پر بھی حاوی ہو سکتی ہے؟" میکس نے سوال کیا۔

فاسٹر نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "ہو سکتی نہیں، ہوتی ہے ... قوّتِ متخیلہ کے کمالات ابھی تم نے دیکھے ہی نہیں ... اور ..." اس نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا اور پلٹ کر میکس سے پوچھا:

"لیکن تم تو محض ایک اردلی ہو ... پھر یہ علمی نوعیت کے سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"بے شک، میں ایک اردلی ہوں۔" میکس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔ "مگر پاگل خانے میں پاگلوں اور ڈاکٹروں کے ساتھ دن رات رہتے رہتے ایسی باتوں کا شوق ہو گیا ہے۔"

"خیر خیر ... میں نے تمہاری بات کا بُرا تو نہیں مانا۔ بلکہ تمہارا یہ علمی ذوق دیکھ کر میں خوش ہوا ہوں۔" فاسٹر نے جلدی سے کہا۔ "اب بتاؤ ... کتنے مریض ایسے باقی ہیں جن سے مجھے ملاقات کرنی ہو گی۔ ابھی تک میں دو خواتین سے ملا ہوں، لونی اور باربرا سے۔ اور ان دونوں میں ڈاکٹر بی سٹار کوئی نہیں ہے۔ یہ بات میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں۔"

"ابھی کئی عالی مرتبت پاگل یہاں موجود ہیں، جناب، جن سے آپ آئندہ ملیں گے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی۔ خاص طور پر پروفیسر برنارڈ کا مطالعہ آپ کے لیے بے حد دلچسپی اور حیرانی کا باعث ہو گا۔ دراصل مجھے پہلے ہی آپ کو پروفیسر برنارڈ کے پاس لے جانا چاہیے تھا۔ لیکن کوتاہی ہو گئی۔ بہرحال ... پھر سہی۔"

"یہ پروفیسر برنارڈ کون ہے؟" فاسٹر نے پوچھا۔ "کچھ پیشگی تعارف کرا دو تو اچھا ہے۔ ویسے نام تو ان کا بھی حرف 'بی' ہی سے شروع ہوتا ہے۔"

"میں صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ پروفیسر برنارڈ صرف ایک ہفتہ قبل یہاں لایا گیا۔ ساٹھ سال کی عمر کا آدمی ہے ... سارا دن اپنے کمرے میں کچھ لکھتا رہتا ہے۔ کسی سے بات چیت نہیں کرتا۔"

"بہت خوب! میں اُسے ضرور ملوں گا۔ پہلے ڈاکٹر رتھ فورڈ سے تو مل لوں۔"

وہ دونوں اس بند دروازے کے پاس آئے جو پاگل خانے کو نچلی منزل سے
کرتا تھا۔ میکس نے انٹرکام بکس کا ڈھکنا کھولا اور ایک بٹن دبا دیا۔ بکس کے اندر لگے
متعدد نیلے پیلے اور سرخ بلبوں میں سے نیلے رنگ کا ایک بلب بٹن دباتے ہی روشن
انٹرکام کے اندر سے عجیب ... مدھم سی آواز آنے لگی۔ جیسے کوئی شخص منہ سے سیٹی بجا رہا

"فرمائیے جناب! میں ڈاکٹر رتھ فورڈ سے کیا کہوں" میکس نے فاسٹر سے پوچھا۔

"یہی کہو کہ میں ان سے ملنے کے لیے آرہا ہوں۔"

یکایک انٹرکام کے سپیکر پر ڈاکٹر رتھ فورڈ کی آواز اُبھری۔ "ہاں۔۔ میکس کیا بات ہے"

"سر! وہ آپ نے حکم دیا تھا کہ ڈاکٹر فاسٹر کو نیچے بھیج دو، اس لیے وہ نیچے آرہے ہیں"
میکس نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں۔۔ ان سے کہو آجائیں ... میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اور چند لمحوں کے بعد آہنی دروازہ ایک گونج دار آواز کے ساتھ آہستہ آہستہ

"آپ نیچے تشریف لے جا سکتے ہیں، جناب" میکس نے فاسٹر سے کہا۔ فاسٹر نے
کے لیے ہاتھ بڑھا لیا۔ "تمہارا شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے، مسٹر میکس ... تم اچھے آدمی ہو
میں تمہارے بارے میں تعریفی کلمات ڈاکٹر رتھ فورڈ سے کہوں گا۔ ہو سکتا ہے میں
اوپر آجاؤں۔ پروفیسر برنارڈ سے ملاقات کا اشتیاق تم نے میرے دل میں پیدا کر دیا ہے

"میں ہر وقت آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہوں گا، جناب والا۔" میکس
مسکرا کر معنی خیز انداز میں یہ جملہ کہا اور فاسٹر جواب دیے بغیر جلدی سے سیڑھیاں
سیڑھیاں اُترتے ہوئے فاسٹر انتہائی سنجیدگی سے میکس کے بارے میں سوچ رہا تھا
اس کے بارے میں کون سے الفاظ ڈاکٹر رتھ فورڈ سے کہے گا۔

سیڑھیاں اترنے سے پہلے فاسٹر نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے
بنی ہوئی چھوٹی سی کھڑکی میں اُسے میکس کا چہرہ نظر آیا۔ میکس اُسے نیچے جاتے ہوئے
رہا تھا۔ فاسٹر نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اس نے گردن کے اشارے سے اس کا جواب

فاسٹر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ ایک لمحے کے بعد انٹرکام کے بکس میں سے گونج دار
آواز اُبھری ہوئی ... میکس نے ایک بٹن دبا دیا۔ "ہاں ڈاکٹر؟" اس نے کہا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہے؟"
میکس کی یہ آواز کھڑکی میں سے ہوتی ہوئی فاسٹر کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اس کا
قدم آخری نچلی سیڑھی پر تھا۔ فاسٹر وہیں رک گیا۔ انٹرکام کے اندر لگے ہوئے سپیکر پر اُسے
ڈاکٹر رتھ فورڈ کی ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی وہ میکس سے کہہ رہا تھا:

"سات بج چکے ہیں کیا ڈنر تیار ہے؟"

"میرا خیال ہے، کھانا چند لمحوں میں اوپر پہنچنے والا ہوگا بہرحال، میں چیک کیے لیتا
ہوں۔" میکس نے جواب دیا۔

"ہاں ۔ چیک کرو ... کھانا وقت پر ... شیڈول کے مطابق ملنا چاہیئے ... جیسا کہ
یہاں کا دستور ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔ آپ کے ارشاد کی تکمیل ہوگی۔" میکس نے کہا۔

فاسٹر نے سوچا "عجیب بات ہے ... یہ کس ڈنر کا ذکر ہو رہا ہے ... شاید پاگلوں کو
سات بجے کا کھانا دیا جاتا ہوگا ... یا ... یہ بھی ان دونوں کے مابین کوئی خفیہ گفتگو تھی۔"
اس نے معنی خیز انداز میں اپنی گردن ہلائی۔ پھر آخری سیڑھی اتر کر راہداری میں اُس
جانب مڑ گیا جدھر ڈاکٹر رتھ فورڈ کا آفس تھا۔

ڈاکٹر رتھ فورڈ کا پیغام انٹرکام پر وصول کرنے کے بعد میکس نے اُس میکنزم کی آواز
سنی جس کے ذریعے کھانا اوپر پہنچایا جاتا تھا۔ میکس کو اطمینان ہُوا، کھانا وقت پر ... اپنے
شیڈول کے عین مطابق آرہا تھا ... اُس نے دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کا ایک اور
بٹن دبایا۔ دو سیکنڈ بعد دیوار شق ہوئی اور اس میں ایک فٹ لمبا اور ڈیڑھ فٹ چوڑا چوکھٹا
نمودار ہُوا۔ میکس نے چوکھٹے کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایلومونیم کی بنی ہوئی ایک ٹرے
اٹھائی۔ ٹرے میں چاولوں کی ایک پلیٹ، روسٹ کیے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا، چند
سلائس اور دو سیب پڑے تھے۔ میکس نے ٹرے اٹھا کر بٹن دبا دیا۔ دیوار میں بننے والا سوراخ
برابر ہو گیا۔ میکس یہ ٹرے اٹھائے ڈاکٹر بائرن کے کمرے کی طرف چلنے لگا۔ ٹرے فرش پر

رکھ کر اس نے جیب سے کنجیوں کا گچھا نکالا، ایک کنجی منتخب کی اور اسے قفل میں ... کی طرف مڑا۔ تب پتلا اُچھل کر آگے بڑھا اور اس بٹن کے عین نیچے
آہستہ سے گھمایا۔ پھر دھیمے سے دروازہ کھولا اور فرش پر رکھی ہوئی کھانے کی ... بونی کے کمرے ... میکس نے دیوار میں ایک فٹ لمبا اور ڈیڑھ فٹ چوڑا سوراخ بنا ہوا تھا۔
کر کمرے میں داخل ہوا۔ اُسے دیکھ کر سخت تعجب ہُوا کہ ڈاکٹر اس وقت معمول ... جسے دبا کر ... پتلے کی پہنچ سے خاصا دور تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے پتلے نے اِدھر اُدھر
اپنے کشادہ اور آرام دہ بستر پہ لیٹا گہری نیند سو رہا ہے۔ ایک لمحے کے ... دیکھا۔ دیوار کے ساتھ ہی اُسے لوہے کا پتلا سا پائپ دکھائی دیا۔ یہ وہ پائپ تھا
بائرن کے قریب پہنچ کر رُکا اور جھک کر اس کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ وہ سو رہا ... کے ذریعے پانی نچلی منزل سے اوپر کی منزل پر آتا تھا۔ پتلے نے اس پائپ پر ننھے
سوچا؛ ڈاکٹر کو جگا دینا چاہیے ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا اور ٹھنڈا کھانا ... کی طرح چڑھنا شروع کیا۔ ایک دو بار وہ پائپ پر سے پھسل بھی گیا۔ لیکن پتلے
کو پسند نہ تھا۔ اُس کی جھڑکیاں سننے کی تاب میکس میں نہ تھی۔ ویسے بھی فارسٹ ... نے ہمت نہ ہاری۔ تیسری کوشش میں اس کا چھوٹا سا ہاتھ اور چھوٹے سے ہاتھ کی باریک
تو نوکری میں ہو چکی تھی۔ لیکن ڈاکٹر کو جگانے کی پھر بھی اُسے جرأت نہ ہوئی ... انگلی کا سرا دیوار پر لگے بٹن تک جا پہنچا۔ پتلے نے کسی تاخیر کے بغیر اُنگلی کا دباؤ
گرم بھی کیا جا سکتا ہے ... بہتر ہے ڈاکٹر کو سونے دیا جائے۔ میکس نے کھانا ... ڈال دیا۔ ایک ثانیے کے بعد دیوار میں وہی سوراخ نمودار ہوا۔ مگر اس مرتبہ اس
پر لی میز پر رکھنے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس دوران میں اُسے کچھ خبر نہ ہوئی کہ کمرے ... کھانے کی ٹرے موجود نہیں تھی۔ مٹی کے پتلے کو معلوم نہ تھا کہ تیسری ٹرے آنے میں کتنا
اور ڈاکٹر بائرن کے علاوہ ایک اور جاندار شے بھی موجود ہے۔ یہ وہ ننھا سا ... ہوگا۔ تاہم وہ جست کر کے اس سوراخ کے اندر داخل ہوا۔ اس نے میکانکی انداز میں
جو ڈاکٹر نے الماری سے باہر اس میز پر رکھ دیا تھا۔ جہاں اس کے سائنسی ... جھکا کر دیکھا۔ اس کے سامنے گہرا اور تاریک خلا تھا۔ جس کے اندر بجلی کے دو تین
بکھرے ہوئے تھے اور یہی وہ پتلا تھا جس کے بارے میں ڈاکٹر نے فاسٹر کو ... موٹے تاروں اور ایک آہنی پلیٹ فارم کے سوا کچھ نہ تھا۔ مٹی کا پتلا فریم کے اندر
کا ظاہر مکمل ہو چکا ہے، البتہ باطن کا مرحلہ باقی ہے۔ میکس یہ نہیں دیکھ پایا ... گیا۔ پندرہ سیکنڈ بعد نیچے سے کھانے کی تیسری ٹرے اوپر آئی اور عین اُسی لمحے
پتلا مشینی انداز میں میز پر سے چھلانگ لگا کر فرش پر بچھے قالین تک پہنچ چکا ... وہاں نمودار ہوا۔ اس نے آہنی پلیٹ فارم پر رکھی ہوئی ٹرے اٹھائی اور بٹن دبا کر
ایک ایک انچ سرکتا ہُوا اس دروازے کی طرف بڑھا جسے میکس اندر آتے ... سوراخ بند کر دیا۔ مٹی کا پتلا تیزی سے اُچھل کر نیچے جاتے ہوئے آہنی پلیٹ فارم پر
کرنا بھول گیا تھا۔ اُدھر میکس نے کھانے کی ٹرے میز پر رکھی۔ اِدھر مٹی کا پتلا ... پلیٹ فارم پر آہستہ آہستہ خلا میں گر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد یہ آہستہ سے رُک
سے باہر نکل گیا تھا اور جب میکس کمرے سے باہر آ کر دروازہ مقفل کر رہا تھا ... مٹی کے پتلے نے چھلانگ لگائی اور دیوار میں بنے ہوئے ایک فٹ لمبے اور ڈیڑھ فٹ
مٹی کا پتلا راہداری کے آخری سرے تک پہنچ چکا تھا۔ ... کے سوراخ میں سے باہر نکل آیا۔

میکس سیدھا اس میکنزم کے قریب پہنچا جہاں سے اس نے کھانے کی ... نچلی منزل میں غیر معمولی سناٹا تھا۔ جیسے وہاں کوئی ذی روح کبھی نہیں آیا۔ فاسٹر کے
ننھی بٹن دبایا، دیوار میں وہی سوراخ نمودار ہوا۔ اس نے اندر ہاتھ ڈال کر ... ایک چھوٹی سی راہداری تھی۔ جس کے دائیں جانب ڈاکٹر رتھ فورڈ کا آفس تھا۔ فاسٹر
نکالی۔ بٹن دبا کر سوراخ بند کر دیا۔ ٹرے لے کر بونی کے کمرے کی طرف روانہ ہوا ... پاؤں چلتا ہُوا آفس کے نزدیک پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا وہ دروازے پر دستک
اُس کے بالکل پیچھے دیوار کے ساتھ بے حس و حرکت کھڑا رہا جب میکس راہداری ... دینے والا تھا کہ اس کے کانوں میں کسی کے قدموں کی آہٹ آئی۔ فاسٹر نے چونک

۱۹۰

کر اُدھر دیکھا۔ سفید یونیفارم پہنے وہی نرس آ رہی تھی جسے پہلی بار فاسٹر نے
اندر آتے ہوئے دیکھا تھا۔ نرس نے سوالیہ نگاہوں سے فاسٹر کی طرف دیکھا
مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر رُتھ فورڈ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میکس نے انہیں بتا دیا ہے کہ
نیچے آ رہا ہوں۔"

نرس نے کچھ کہے بغیر اثبات میں گردن ہلائی اور واپس اُدھر مڑ گئی جدھر
تھی۔ فاسٹر نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی پھر دھکا دے کر دروازہ کھولا
داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر رُتھ فورڈ اسی طرح اپنی میز کے پیچھے بیٹھا دکھائی دیا جس طرح
نے اُسے پیچھے دیکھا تھا۔ وہ سر جھکائے کاغذات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ فاسٹر کے آ
پائی تو اس نے مُنہ اوپر اُٹھایا۔ اتنے میں فاسٹر دروازہ اندر سے بند کر کے رُتھ
قریب آ چکا تھا۔

"کہیے، مریضوں سے ملاقات کیسی رہی؟" اس نے مسکراتے ہوئے
فاسٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ جواب میں خود بھی مسکرایا۔ رُتھ فورڈ کے ہو
یک لخت غائب ہو گئی۔ چند لمحے دونوں ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے
رُتھ فورڈ نے پھر کہا:

"سنائیے ڈاکٹر فاسٹر، مریضوں کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

"ابھی تمام مریضوں کو مل نہیں دیکھ پایا۔" فاسٹر نے کہا "تاہم جن لوگوں سے
ہوں اُن کی حالت دیکھ کر رنج ہُوا...."

رُتھ فورڈ کی بھویں سکڑ گئیں۔ "رنج ہُوا؟" اُس نے فاسٹر کے الفاظ
دہرائے۔ "آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ ان قابلِ رحم مریضوں کو آپ نے چار دیواری کے اندر....
کے پیچھے قید کر رکھا ہے جبکہ جدید ترین...."

"مَیں سمجھ گیا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں....." رُتھ فورڈ نے اُس کی بات

پاس بھی وہی ہے جو آپ کا ہے ... جدید ترین سائنسی طریقے اپناتے ہوئے ہم
شک ایسا ماحول پیدا کر سکتے ہیں۔ جہاں یہ مریض زیادہ دماغی سکون اور خوشی پا سکیں
ن حقیقت یہ ہے کہ ہم کوشش کے باوجود ایسا نہیں کر سکے ... ان میں سے ہر مریض انتہائی
یہ نوعیت کا پاگل ہی نہیں، خوفناک اور سفاک قاتل بھی ہے ... اگر ہم انہیں آزاد
وڑ دیں، تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہاں کیا ہو جائے۔ عین ممکن ہے یہ ایک دوسرے ہی
مار ڈالیں۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں"... فاسٹر نے کہا۔ "مگر آپ کم از کم اس قدیم اور فرسودہ عمارت
بجائے ان مریضوں کو کسی نئی عمارت میں بھی تو منتقل کر سکتے تھے۔ آپ جانتے ہی ہیں
ماحول کس قدر انسان کے ذہن پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اچھے ماحول میں بُرا ذہن بھی اچھا ہو
ہے اور بُرا ماحول ملے، تو اچھے خاصے صحت مند افراد ذہنی مریض بن جاتے ہیں۔"

رُتھ فورڈ کی مسکراہٹ بحال ہو گئی: "آہا ... آپ ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ فنکارانہ
ذہن بھی رکھتے ہیں، مسٹر فاسٹر ... بے شک فنکارانہ تصورات بھی اپنی جگہ قیمتی چیز ہیں،
لیکن حقیقت کی دنیا میں ان سے پائیدار کام نہیں لیا جا سکتا۔ ہمارے ہاں اس وقت جتنے
مریض داخل ہیں، نفسیاتی ماہرین نے اُن سب کو معاشرے کیلیے بے حد خطرناک قرار دیا ہے۔
اور ان ماہرین کی تائید ہماری عدالتوں نے بھی اپنے فیصلوں میں کر دی ہے۔ ان میں سے
ہر شخص کو قانون آسانی سے موت کی سزا دے سکتا تھا۔ لیکن محض اسی سبب سے اُن کی
جانیں بچ گئیں کہ ڈاکٹروں نے انہیں پاگل اور لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ ذرا سوچیے اُن
لوگوں کے درمیان دن رات رہ کر ہماری کیفیت کیا ہوتی ہوگی؟"

"مجھے یہ سُن کر حیرت ہوئی کہ آپ بھی ان بے چاروں کو لاعلاج سمجھتے ہیں، حالانکہ میری
رائے یہ ہے کہ ان میں سے ہر مریض صحت مند ہو سکتا ہے۔"

"یہ محض آپ کا خیالِ خام ہے، ڈاکٹر..." رُتھ فورڈ نے سنجیدگی سے کہا "یہ لوگ
ٹھیک نہیں ہو سکتے اور زندگی کے آخری سانس تک ایسے ہی رہیں گے۔"

"...مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ ڈاکٹر اور ماہرین

۱۹۲

نفسیات نے اُنہیں لاعلاج قرار دے دیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز
کا فیصلہ گویا حرفِ آخر ہے۔ آپ براہِ کرم مجھے اُن میں سے صرف ایک مریض
میں ہی بتا دیجئے کہ وہ کیسے لاعلاج ہے۔" فاسٹر نے بلند آواز میں کہا۔

ڈاکٹر رُتھ فورڈ گہری سوچ میں گم ہوگیا۔ اگرچہ اس کی نگاہیں فاسٹر
جمی ہوئی تھیں، تاہم اُس کے بُشرے پر جو آثار پھیلے ہوئے تھے۔ ان سے پتہ
سخت ذہنی کشمکش سے دوچار ہے۔ کمرے میں گھمبیر سناٹا طاری تھا۔ آخر رُتھ
شروع کیا :

"میں آپ کو ڈاکٹر باٹرن کی مثال دیتا ہوں۔ بھلا بتائیے کیا آپ اس شخص
سے یہ وہم خارج کر سکتے ہیں کہ وہ خود ساختہ مٹی کے پتلوں میں جان ڈالنے
ہے۔ اس کے دماغ کی آخری گہرائیوں تک یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ وہ خدا کی
پُتلا بنا کر اُس میں روح پھونک سکتا ہے، اور پھر اُس پتلے کو حکم دے کر اسے جہاں
چاہے، لے سکتا ہے۔ بولیے۔ اس شخص کا علاج آپ کیونکر کریں گے۔ آپ
سے مل کر آ رہے ہیں۔"

"ڈاکٹر باٹرن کا مرض اتنا پیچیدہ ہرگز نہیں جتنا آپ لوگ سمجھے ہوئے ہیں
کہا۔ "دراصل یہ ایک عام نفسیاتی کیس ہے۔ جدید سائنس نے ثابت کر دیا کہ
اندر ایسی خفیہ صلاحیتیں یا طاقتیں موجود ہیں جن کے کمالات انتہائی حیران کن
قوتیں مادے پر بہرحال حاوی ہو سکتی ہیں۔ میں اس ضمن میں ایک دو نہیں
مثالیں دے سکتا ہوں۔ انسان بھی بلاشبہ ایک مادی چیز ہے۔ مگر اس کے
خفیہ قوت ایک خاص تربیت کے تحت کام کر رہی ہے، اُسے اگر بروئے کار لایا
بے جان اور بے روح مادی اشیاء میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ مینا
وغیرہ ایسی عظیم قوت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ آپ اسے یوں سمجھیں کہ جب
لامتناہی ہیں جو ایک کثیف اور شکل بدل لینے والا عنصر ہے تب سوچیے کہ روح
لطیف ہے اس کے کرشمے کس قدر عظیم ہوں گے۔ ڈاکٹر باٹرن خدا نہیں بننا

اس نے اپنے بیان میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ وہ خدا بننا چاہتا ہے۔ بلکہ وہ تو
یہ کہتا ہے کہ جو قوتِ خیالیہ اس کے اندر موجود تھی۔ اُس نے اُسے دریافت کر لیا ہے
اب وہ اس قابل ہے کہ اپنی یہ قوت عارضی طور پر کسی بھی بے جان اور بے روح مادی
کے اندر منتقل کر سکتا ہے۔"

"بہرحال ...... وہ لاعلاج ہے۔" رتھ فورڈ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "البتہ ہم
ایک تجربہ ضرور کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر باٹرن بلاشبہ غیر معمولی دماغی قوتوں کا مالک ہے
مجھے اُس کا قرب حاصل رہا ہے، اُس زمانے میں جبکہ وہ دماغی توازن سے محروم نہیں ہوا
یہی سبب ہے کہ میں نے اُسے اس عمارت کے سب سے اچھے کمرے میں رکھا
اس کے آرام و آسائش کی تمام چیزیں بہم پہنچائی ہیں۔ مجھے اس کا بھی ذرہ برابر افسوس
کہ وہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہمارا تجربہ کامیاب رہا، تو شاید
اسے واپس لا سکیں۔"

یہ کہہ کر رُتھ فورڈ نے اپنی میز پر رکھا ہوا چمڑے کا ایک خوبصورت ڈبا اٹھایا۔
نے کھولا۔ فاسٹر نے دیکھا کہ ڈبے کے اندر ایک لمبی اور انتہائی چمک دار سرجیکل آری رکھی
ہے۔ فاسٹر کو یہ جاننے میں دیر نہ لگی کہ یہ وہ آری ہے جس سے انسانی کھوپڑیاں آپریشن کے
وقت کاٹی جاتی ہیں"۔

ڈاکٹر ہونے کے باوجود، یہ خوفناک چمکدار آری دیکھ کر فاسٹر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
"خدا کی پناہ!" وہ بدحواس ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "کیا آپ ڈاکٹر باٹرن کی کھوپڑی چیرنے کا ارادہ
کر رہے ہیں؟"

"یہ آخری تجربہ ہوگا ..." رُتھ فورڈ نے اطمینان سے کہا۔ "میں خود بھی چاہتا ہوں کہ
ڈاکٹر باٹرن ٹھیک ہو جائے۔ ایسا قابل اور تجربہ کار ڈاکٹر ہمارے ہاں کوئی اور نہیں۔"
"اور اگر یہ تجربہ ناکام ہو گیا، تب؟" فاسٹر نے پوچھا۔ "کیا آپ نے ڈاکٹر باٹرن کے لواحقین
سے آپریشن کی اجازت لے لی ہے؟"
"ڈاکٹر باٹرن دُنیا میں تن تنہا شخص ہے۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی ... اپنے

ایک پرانے وصیت نامے کی رو سے وہ ساری جائیداد اور نقد روپیہ وغیرہ ہمارے
کے نام کر چکا ہے ... اگر تجربہ ناکام رہا، تب بھی ہم نقصان میں نہیں رہیں گے کیو
فرد سے نجات مل جائے گی جو بے جان پتلوں میں زندگی کی روح پھونک کر تمام دنیا
ہولناک خطرے کا کسی بھی وقت سبب بن سکتا ہے۔"

فاسٹر مبہوت اور دہشت زدہ ہو کر رتھ فورڈ کی طرف تکتا رہا۔ پھر اس کی نگ
پڑی جو ابھی تک رتھ فورڈ کے ہاتھ میں تھی اور وہ اسے محبت آمیز نظروں اور شیطا
کے ساتھ دیکھتے ہوئے بار بار دستے کے ذریعے گردش دے رہا تھا۔

"میرا خیال ہے، ڈاکٹر بائرن کا علاج نفسیاتی طریق پر زیادہ آسانی سے کیا جا
فاسٹر نے آخر کار آہستہ سے کہا۔

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔ مگر میں اس پر بوجوہ عمل نہیں کر سکتا۔"
کا لہجہ بے حد سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ "میں نے آج تک دماغ کے جتنے بھی آپریشن کیے
ایک آدھ کے سوا سب کے سب کامیاب رہے ... اگر ڈاکٹر بائرن کی زندگی کے دن
ابھی باقی ہیں تو ..."

دروازے پر دستک سنائی دی۔ رتھ فورڈ نے چونک کر دروازے کی طرف
مسلسل جاری تھی۔

"کون ہے؟ اندر آجاؤ!" رتھ فورڈ نے پکار کر کہا۔ دروازہ آہستہ سے کھلا اور
چھوٹی سی خوبصورت ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی۔ ٹرالی کے اوپر کھانے پینے کی چیز
ٹرے میں سجی ہوئی تھیں۔ رتھ فورڈ نے نرس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا، "ہر چیز
مطابق ہونی چاہیے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں ... ٹھیک ہے ... تم جا سکتی ہو
میں خود کر لوں گا۔"

نرس الٹے قدموں لوٹ گئی۔ جاتے ہوئے اس نے دروازہ اچھی طرح بند کر
نے ہاتھ بڑھا کر ٹرالی اپنے نزدیک کر لی۔ ایک کیتلی میں گرم گرم چائے بھری تھی
میں، سینڈوچز تھے اور ایک میں سلائس، خالی پلیٹیں، چمچے، چائے کی پرچیاں

ان کے علاوہ تھا۔ رتھ فورڈ نے اپنی گھومنے والی کرسی موڑی اور چائے بنانے
بناتے ہوئے بولا: "ہاں ڈاکٹر، تو تم یہاں کام کرو گے۔"

اب فاسٹر کے حیران ہونے کی باری تھی۔ اس نے ہنس کر کہا۔ "کیا میرے خیالات جاننے
کے بعد آپ اپنے ادارے میں مجھے رکھنے پر تیار ہیں؟"

"کیوں نہیں؟ اس میں آخر حرج ہی کیا ہے۔" رتھ فورڈ بھی ہنسا، مگر اس کی ہنسی کا انداز
پسند نہ آیا۔ یہ مصنوعی اور کھوکھلی ہنسی تھی جس کے پیچھے یقیناً کوئی شرارت یا تحقیر پوشیدہ
سب لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور ہمارے مابین بھی علمی نوعیت کا اختلاف
لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں آپ کی قابلیت، اعلیٰ صلاحیت یا تجربے کا منکر ہوں۔
ممکن ہے کچھ عرصے بعد میں آپ کے خیالات سے اتفاق کرنے لگوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے
آپ مجھ سے متفق ہو جائیں۔ بہرحال ... میں صاف کہہ دینا پسند کرتا ہوں کہ اگر آپ یہاں
تو میں نہ صرف خوشی محسوس کروں گا۔ بلکہ مجھے اطمینان رہے گا کہ میں نے صحیح کام کے لیے
آدمی منتخب کیا ہے۔"

اس نے چائے کی پیالی بنا کر فاسٹر کے آگے رکھی، پھر سینڈوچز کی پلیٹ آگے بڑھائی۔
فاسٹر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک سینڈوچ اٹھا لیا۔

"میں ان خیالات کے لیے آپ کا ازحد ممنون ہوں، ڈاکٹر رتھ فورڈ ... یقیناً آپ
دل اور حوصلہ مند آدمی ہیں کہ میری باتیں سننے کے باوجود مجھے اس ادارے میں ملازمت
دینے پر تیار ہو گئے، تاہم مجھے افسوس سے کہنا پڑے گا کہ میں خود کو یہاں کیلیے مناسب نہیں سمجھتا۔"

رتھ فورڈ نے گہرا سانس لیا اور آہستہ سے بولا: "آپ نے مجھے مایوس کیا ہے ڈاکٹر فاسٹر!
میں سمجھ رہا تھا کہ آپ میں آگے بڑھنے کا عزم ہے ..."

"عزم تو ہے ... مگر یہاں کام کرنے کا نہیں۔"

"آپ ذہنی طور پر شکست کھا گئے شاید۔" رتھ فورڈ طنز پر اتر آیا۔

"شکست؟" فاسٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ ذرا بات
واضح کیجیے۔"

رُتھ فورڈ ہنسا: "آپ بھول گئے ... مَیں یاد دلاتا ہوں۔ جب آپ اوپر کی [illegible]
جا رہے تھے، تو مَیں نے بطورِ امتحان ایک شرط عاید کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ [illegible]
کو شناخت کریں گے ... مگر آپ اُنہیں شناخت کرنے میں ناکام رہے ... مَیں جا[illegible]
کہ آپ اُنہیں شناخت نہیں کر پائیں گے، تاہم مَیں نے آپ کے نیچے آجانے کے [illegible]
کہ یہ ذکر اس لیے نہیں چھیڑا تھا کہ آپ خواہ مخواہ نادم ہوں گے ... آپ کی ذہنی [illegible]
ناکامی کا ثبوت ہے۔"

رُتھ فورڈ کو مطلق خبر نہ تھی کہ وہ ٹرالی جو نرس دھکیل کر کمرے میں لائی تھی، اس [illegible]
نچلے خانے میں ڈاکٹر بارٹن کا بنایا ہوا مٹّی کا جاندار پتلا چھپا ہوا ہے۔ وہ ایک بڑے [illegible]
نیپکن میں لپٹا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ پتلے نے نیپکن سے خود کو آزاد کیا اور نہایت خامو[شی سے]
ٹرالی کے اگلے پہیے پر چڑھ گیا۔

"ڈاکٹر فاسٹر، اب خاموش کیوں ہو؟ جواب دو!" رُتھ فورڈ کی آواز کمرے کی فضا [میں گونج]
رہی تھی۔ "تم یہاں اسی لیے رہنا نہیں چاہتے کہ جو کام مَیں نے تمہارے سپرد کیا تھا، وہ تم خو[ش اسلوبی]
سے نہیں کر پاتے ... تم پہلے ہی امتحان میں فیل ہو گئے۔"

"امتحان"! فاسٹر اب اپنے غصّے پر قابو نہ پا سکا۔ "آپ کون ہوتے ہیں میرا امتحان لینے [والے؟]
یہ حق آپ کو دیا کس نے کہ میرا امتحان لیں۔ معاف فرمایئے ڈاکٹر رُتھ فورڈ! میں بھی آپ [کی]
سطح کا ایک ڈاکٹر ہوں۔ آپ مجھ سے عمر، تعلیم یا تجربے میں کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔ کیا [آپ]
نے مجھے اسکول کا کوئی لڑکا سمجھا ہے؟ میں اپنے پیشے میں خاص شہرت اور مقام کا مالک [ہوں۔]
یہ اور بات کہ آپ اس سے بے خبر ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مَیں نے یہاں [آکر]
سخت غلطی کی۔ آپ خطاب کے لائق ہی نہیں ہیں۔"

مٹّی کا پتلا رفتہ رفتہ ... کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر ... ٹرالی کے بڑے سے پہیے [پر چڑھتا]
جا رہا تھا۔

"تم خود کو کوالیفائڈ ڈاکٹر سمجھتے ہو؟" رُتھ فورڈ نے حقارت سے منہ بناتے ہو[ئے کہا۔]
"ٹھیک ہے ... یقیناً تم کوالیفائڈ ڈاکٹر ہو گے۔ مگر اس ادارے کے لیے تم جاہل مطلق [ہو۔]

[میں تمہاری کوال]یفکیشن تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں ... مَیں تمہارے بارے میں مزید تحقیق کروں گا۔
[مجھے شبہ ہے کہ تم نے اپنی جو سندیں اور سرٹیفکیٹ وغیرہ پیش کیے ہیں وہ بھی جعلی ہوں گے ..."
[فاسٹر غصّے اور] طیش میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ "مسٹر رُتھ فورڈ! زبان سنبھال
[کر گفت]گو کیجیے۔ مَیں آپ کے پاگل خانے کا کوئی مریض یا میکس نہیں ہوں، اگر اب آپ نے کوئی
[بیہ]ودہ لفظ اپنی زبان سے میرے بارے میں نکالا، تو مَیں آپ کی زبان گدّی سے کھینچ لوں گا۔
[آپ] جس قدر طرح دیے جاتا ہوں، اسی قدر آپ منہ زوری کرتے جاتے ہیں۔"
مٹّی کا پتلا اس دوران میں پہیے کے عین اُوپر پہنچ چکا تھا۔ اُس نے اپنے ننھّے ننھّے دونوں
[ہاتھ] اُوپر اُٹھاتے اور رُتھ فورڈ کی لمبی چوڑی میز کا کنارہ سختی سے تھام لیا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ زور
[لگا کر] اوپر اُٹھا اور اپنا چھوٹا سا سر میز کے کنارے تک لانے میں کامیاب ہو گیا۔
رُتھ فورڈ سکون سے اپنی کرسی پر بیٹھا فاسٹر کی صورت تک رہا تھا۔ اس کے رویے سے
[ظ]اہر ہوتا تھا کہ فاسٹر کے اشتعال میں آنے سے اسے اندرونی مسرّت ہو رہی ہے۔ فاسٹر
[ک]ے پاس اب اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ یہاں سے رخصت ہو جائے۔ یہ سوچ کر
[ا]س نے جانے کے لیے دروازے کی طرف قدم بڑھایا۔
رُتھ فورڈ نے آہستہ سے کہا: "مجھے افسوس ہے کہ میرے منہ سے بعض جملے ایسے
[نِ]کل گئے جو مناسب نہ تھے۔ اُمید ہے تم معاف کر دو گے۔"
فاسٹر کے اُٹھے ہوئے قدم رُک گئے۔ اس نے پلٹ کر رُتھ فورڈ کی طرف دیکھا اور
کہا: "مجھے بھی آپ سے کوئی پرخاش نہیں، لیکن میں یہاں اب ٹھہرنا نہیں چاہتا۔"
"ٹھیک ہے ... مَیں تمھیں زبردستی روکنا نہیں چاہتا۔"
رُتھ فورڈ نے کہا "لیکن میری خواہش یہ ہے کہ تم کم از کم چائے کی پیالی تو ختم کرتے
[ج]اؤ۔ بیٹھو ... بیٹھو ... غصّہ تھوک دو۔"
فاسٹر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ رُتھ فورڈ نے سینڈوچز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
کہا: "ایک اور کھاؤ ... ابھی ہمیں کچھ اور ضروری باتیں کرنی ہیں۔"
فاسٹر نے ایک اور سینڈوچ اُٹھا لیا۔ رُتھ فورڈ نے اُس کے لیے چائے کی دوسری
پیالی بنائی۔ فاسٹر دل ہی دل میں اُس کے بدلے ہوئے رویّے پر متعجب تھا۔

"تمہاری رائے میں ان مریضوں کے ساتھ ہمیں کیا سلوک کرنا چاہیے؟" رتھ فورڈ
"دیکھیے، میں صرف ایک بات جانتا ہوں، اور وہ یہ کہ ان مریضوں کو تھراپی طریقہ علاج
کی سخت ضرورت ہے اور یہ علاج کچھ مشکل نہیں..."
مٹی کا پُتلا بڑی بڑی کتابوں اور موٹی موٹی فائلوں کے پیچھے چپ چاپ حرکت
کرتا ہوا رتھ فورڈ کی میز کے کنارے آخری سرے تک پہنچ چکا تھا۔ اب اس کے اور
دھار چمکیلی آری کے درمیان مشکل سے دو فٹ کا فاصلہ ہوگا۔ ڈاکٹر رتھ فورڈ نے آری کو
کے کیس میں دوبارہ بند کرنے کے بجائے یونہی ایک طرف رکھ دی تھی۔
"گویا تمہیں یقین ہے کہ تھراپی کے ذریعے یہ خطرناک اور قاتل مریض ٹھیک ہو
ہیں۔" رتھ فورڈ نے پوچھا۔
"کوشش کرنے میں آخر حرج ہی کیا ہے" فاسٹر نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ
انھیں ہر ممکن حد تک ذہنی اور جسمانی آزادی دیجیے۔ انہیں یہ مت بتائیے کہ وہ دماغی عد
توازن کا شکار ہو چکے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے۔ اگر آپ ایک صحیح الدماغ شخص سے با
یہ کہتے رہیں کہ وہ پاگل ہو گیا ہے، تو ایک نہ ایک لمحہ ایسا ضرور آجائے گا جب وہ سچ مچ
پاگل ہو جائے گا۔ ذہنی مریض اس بات سے بے حد چڑتے ہیں کہ انہیں پاگل کہا یا سمجھا
یا ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جائے جس سے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ وہ عام
کے ساتھ رہنے اور ان میں اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ یہ طرز عمل
بھی ہے اور خطرناک بھی... اسے بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں نے اوپر جن چند
سے گفتگو کی ہے، یقین فرمایئے، ان میں ایک مریض بھی لاعلاج نہیں ہے۔ آپ انہیں جس
قدر سہولتیں اور راحتیں فراہم کر سکتے ہیں۔ وہ فراہم کیجیے۔ اُن کا دماغی توازن اعتدال پر
رتھ فورڈ نہایت غور سے فاسٹر کی تقریر سن رہا تھا۔ ایک دو مرتبہ اس کے ہونٹوں
تبسم کی خفیف سی لکیر نمودار ہوئی۔ فاسٹر چپ ہوا تو وہ کہنے لگا:
"بے شک، میں ان باتوں سے اتفاق کرتا ہوں اور تم نے محسوس کیا ہوگا کہ میں
امکانی حد تک مریضوں کو آزادی دی ہے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر بائرن کو دیکھیے

"ڈاکٹر بائرن غیر معمولی قوتوں اور خوبیوں کا آدمی ہے......" فاسٹر نے کہا۔ "ایسا
حیرت انگیز آدمی میں نے ابھی تک کوئی اور نہیں دیکھا۔ اس کا ذہن ایک عجوبہ ہے۔۔ بد قسمتی
ہے کہ وہ عدم توازن کا شکار ہو گیا، تاہم میں اس کی حالت سے مایوس نہیں ہوں۔ ڈاکٹر
بائرن محض پٹڑی سے اُتر گیا ہے، اُسے معمولی توجہ کے بعد پٹڑی پر لایا جا سکتا ہے۔"
"یقیناً وہ غیر معمولی دماغ رکھتا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔" رتھ فورڈ نے کہا۔ "لیکن اس کا
ذہن خطرناک منصوبے بنا رہا ہے۔ جسے روکنا ضروری ہے۔"
مٹی کا پتلا آہستہ آہستہ آری کی طرف بڑھ رہا تھا... اور پھر اُس نے آری کا دستہ تھام کر
اسے اُٹھا لیا... آری اس کے وزن سے بھاری تھی... مٹی کا پتلا ایک مرتبہ لڑکھڑایا لیکن
فوراً ہی سنبھل گیا۔ اُس نے اپنے دونوں ننھے مُنے ہاتھوں میں آری مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔
"خطرناک منصوبے؟" فاسٹر کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر بائرن کے خطرناک منصوبوں سے آپ کی
کیا مراد ہے؟"
"وہی مٹی کے پتلے جن میں وہ جان ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔" رتھ فورڈ نے کہا۔
فاسٹر ضبط کے باوجود ہنس دیا۔ "دیکھیے، اس میں کوئی خطرناک منصوبہ نہیں ہے۔ میں
نے خود بائرن کے بنائے ہوئے پتلوں کو مسکراتے اور پلکیں جھپکاتے دیکھا ہے۔ یہ شعبدہ
ایسا ہے کہ ذرا سی مشق کے بعد ہر شخص دکھا سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ ذہن اور نفسیات
کا علم رکھنے کے باوجود اس سے بے خبر ہیں۔ واقعہ صرف اتنا ہے کہ ڈاکٹر بائرن کے دماغ کی
لہریں ان افراد کے دماغ کی لہروں پر حاوی ہو جاتی ہیں جنہیں وہ اپنے بنائے ہوئے مٹی
کے پتلے دکھاتا ہے۔ ڈاکٹر بائرن یہ چاہتا ہے کہ اس کے بنائے ہوئے پتلے دوسروں کو جاندار
دکھائی دیں اور وہ اُنہیں جاندار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں وہ بے جان
ہی ہوتے ہیں۔ پہلے پہل میں خود بھی چکرایا تھا لیکن جب سنجیدگی سے غور کیا تو بھید کھل گیا۔"
مٹی کا پتلا تیز دھار آری دونوں ہاتھوں میں تلوار کی طرح سنبھالے اب میز سے اُتر کر
ٹرالی کے پہیئے پر قدم رکھ چکا تھا اور نیچے اُتر رہا تھا۔
رتھ فورڈ نے تیسرا سینڈوچ اُٹھایا۔ "بہرحال میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر بائرن کا آپریشن
ضرور کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ مٹی کے تمام پتلے بھی توڑ دوں گا۔"

"آپریشن کا مشورہ مَیں نہیں دُوں گا؛ البتہ پتلے توڑنے کا آپ کو اختیار حاصل ہے
نے کہا۔

رُتھ فورڈ نے سینڈوچ دانت سے کاٹ کر چبانا شروع کیا۔ عین اُسی لمحے
دیکھا کہ ننھا سا مٹی کا پُتلا رُتھ فورڈ کی کرسی کے عین پیچھے نمودار ہُوا۔ فاسٹر کو اپنی
پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت اپنی کُرسی پر بیٹھا پلک جھپکائے بغیر اور
ہوئے اس متحرک مٹی کے پُتلے کو دیکھ رہا تھا۔ معاً فاسٹر کی نگاہ چمکدار اور خنجر کی سی
دھار رکھنے والی آری پر پڑی جسے پتلے نے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا رکھا تھا۔

"ڈاکٹر رُتھ فورڈ خبردار!..." فاسٹر ایک دہشت زدہ آواز میں چلایا: "ا
جان بچاؤ۔"

لیکن فاسٹر نے پہلے ہی دیر کر دی تھی۔ ابھی یہ جملہ مشکل اس کے ہونٹوں سے
ہی تھا کہ پتلے نے آری فورڈ کی گدّی میں گھونپ دی۔ رُتھ فورڈ کے حلق سے ہلکی
چیخ نکلی اور اس کا سر جُھک کر میز پر رکھے لیمپ سے ٹکرایا اور سینڈوچ کا آدھا ٹکڑا
ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی چائے کی پیالی پرچ سمیت لڑھکتی ہوئی فرش
گری اور دونوں چیزیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ رُتھ فورڈ کی گدّی میں تیز دھار آری دس
اُتر چکی تھی اور فاسٹر نے دیکھا کہ سُرخ سُرخ خون کا فوّارہ اس کی کٹی ہوئی گردن سے
رہا ہے۔ رتھ فورڈ نے ہلکا سا جھٹکا کھایا۔ جیسے گردن اُٹھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ مگر فوراً
جھٹکے سے لڑھکتا ہُوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ فاسٹر کو یوں محسوس ہوا جیسے خود اس کے بدن
سے جان نکل چکی ہے۔ پوری قوّت صرف کر کے وہ چلّایا:

"نرس!... نرس!..."

پھر فاسٹر نے دیکھا کہ مٹّی کے پتلے نے رُتھ فورڈ کی کُرسی کے ہتھے سے فرش
چھلانگ لگائی اور دروازے کی طرف بھاگا جو اسی لمحے کھلا تھا اور نرس اندر آ رہی تھی
فاسٹر نے وحشیانہ انداز میں اُچھل کر پتلے کو دائیں ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ لیا۔ فاسٹر کی گرفت
میں آ کر پُتلا تلملایا اور آزاد ہونے کی جدوجہد کرنے لگا۔ فاسٹر کی گرفت اور مضبوط ہو گئی

نے پتلے کو اپنے چہرے کے قریب کیا اور غور سے اُس کی شکل دیکھی شکل دیکھتے ہی
کی روح کھنچ کر جیسے آنکھوں میں آ گئی ہو۔
پتلے کی شکل اور ڈاکٹر باٹرن کی شکل میں ذرّہ برابر فرق نہ تھا۔ فاسٹر کو یوں لگا جیسے
باٹرن ہی سکڑ کر اتنا مختصر ہو گیا ہے۔
"شیطان" ـــ فاسٹر نے دانت پیس کر پتلے سے کہا۔ "دیکھ، مَیں تیرا کیا حشر کرتا ہوں"۔
اور یہ کہتے ہی فاسٹر نے پتلے کو اپنے بدن کی تمام تر قوت کے ساتھ فرش پر دے مارا
ش پر گرتے ہی پتلا یوں بے حس و حرکت ہو گیا جیسے اُس میں جان نہ رہی ہو لیکن ایک
نے بعد ہی وہ اُٹھ کر کمرے کے ایک گوشے میں بھاگا۔ فاسٹر نے لپک کر اس پر
یادایاں پاؤں رکھا اور زور سے دبا دیا۔ اس کے مضبوط جوتے تلے مٹی کا پتلا بُری
طرح کچلا جا چکا تھا۔ فاسٹر کے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے انسانی جسم پھٹ رہا ہو۔ پاش
پاش ہو رہا ہو۔ اُس نے بُری طرح ہانپتے ہوئے اپنا پاؤں کچلے ہوئے پتلے پر سے ہٹایا۔
بلاشبہ اس کے اعضا بکھر گئے تھے۔ فاسٹر دھڑام سے کرسی پر گر گیا اور دونوں ہاتھوں سے
اپنا چہرہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگا۔
"کیا بات ہے ڈاکٹر... یہاں کیا ہُوا؟" اُس نے اپنے عقب میں نرس کی آواز سُنی۔
فاسٹر نے گردن اٹھائی اور عین اُسی لمحے نرس کی نگاہ ڈاکٹر رتھ فورڈ کی خون میں نہائی ہوئی
لاش پر پڑی۔ وہ میز کے بالکل برابر میں اوندھے منہ گرا تھا اور اُس کی گدّی میں اس وقت
بھی وہ آری دستے تک پیوست تھی۔
نرس کا بدن تھرتھرایا... اور وہ فرش پر گرنے ہی والی تھی کہ فاسٹر نے اُسے سہارا دے کر
گرنے سے بچا لیا۔
"کیا ہوا ڈاکٹر رُتھ فورڈ کو؟" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔
"ایک خوفناک حادثہ ابھی ابھی رونما ہُوا ہے۔" فاسٹر نے اُسے بتایا۔ "جلدی کرو...
اوپر کی منزل کا دروازہ کھولو... میں اس میکنزم سے ناواقف ہوں۔ ایک ایک لمحہ بے حد
قیمتی ہے... کنٹرول سسٹم کا بٹن دباؤ..."

"لیکن ... ڈاکٹر رتھ فورڈ ... انھیں دیکھیے ... شاید یہ ابھی زندہ ہوں" ...
نے کہا۔

"نہیں ... بہت دیر ہو چکی ... وہ مر چکے ہیں ... جلدی کرو ... اوپر کا آہنی دروازہ
نرس! ... ورنہ ہم سب اسی طرح مارے جائیں گے ..." فاسٹر چلایا ... "جیسا میں کہا
ویسا کرو ... اوپر ... قاتلوں کی ایک فوج تیار ہو رہی ہے ... اور مجھے اس فوج کو ہر صو
میں تباہ کرنا ہے ..."

نرس پہلے تو مبہوت ہو کر فاسٹر کی شکل دیکھتی رہی۔ پھر جیسے سب کچھ اس پر
ہو گیا۔ وہ ڈیسک کی طرف لپکی۔

"بزر مسلسل بجاتی رہو ..." فاسٹر نے ہانپتے ہوئے کہا اور دیوانوں کی طرح بھاگتا
کمرے سے نکل کر اوپر جانے والی راہداری کی جانب مڑ گیا۔

ایک ایک دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا وہ اوپر جا رہا تھا۔ اب اس کے کا
میں بزر کی آواز بھی آ رہی تھی۔ نرس نے فاسٹر کی ہدایات پر پورا عمل کیا تھا ... سیڑھیاں طے
ہوئیں اور اوپر کی منزل کا پہلا برآمدہ طے کر کے وہ آہنی دروازے کے نزدیک پہنچ گیا
اس نے دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی فاسٹر نے اند
کے اندر لگا ہوا وہی بٹن دبایا جسے وہ میکس کو دباتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ پھر اس
مائکروفون میں چیخ کر کہا۔ "نرس، میں اوپر کی منزل میں داخل ہو چکا ہوں۔ اب تم دروازہ
بند کر سکتی ہو۔" بزر کی گونج دار آواز یک لخت تھم گئی اور آہنی دروازہ آہستہ آہستہ بند ہو
انٹرکام بند کر کے فاسٹر جونہی مڑا، اس نے دیکھا کہ میکس اپنے کمرے کے باہر کھڑا حیرت
اُسے دیکھ رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ میکس کچھ کہے فاسٹر چلایا۔ "میکس! جلدی کرو ...
بائرن ... ہمیں فوراً ڈاکٹر بائرن کو روکنا ہے ..."

میکس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے آثار بھی پھیل گئے۔ وہ دوڑتا
ہوا فاسٹر کے پاس آیا۔ اور اپنی جیب سے کنجیوں کا گچھا نکال لیا۔

"خیر تو ہے؟ کیا ہوا؟" اس نے مضطرب لہجے میں فاسٹر سے پوچھا۔

"خیر ہی تو نہیں ہے؟" فاسٹر نے راہداری میں دوڑتے ہوئے جواب دیا۔ "ڈاکٹر بائرن
کے کمرے کا دروازہ کھولو ... ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے میکس!"

وہ دونوں آگے پیچھے بائرن کے کمرے کے قریب پہنچے۔ دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ میکس
نے تاخیر کیے بغیر قفل میں کنجی ڈالی اور دروازہ کھول دیا۔ پہلے فاسٹر اندر داخل ہوا، بعد ازاں
میکس۔ فاسٹر نے اپنے عقب میں میکس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: "ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی
ڈاکٹر سویا ہے ... وہ دیکھیے ... اپنے بستر پر پڑا سو رہا ہے ..."

لیکن ڈاکٹر بائرن سو نہیں رہا تھا، بلکہ مر چکا تھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کا
جسم بُری طرح کچلا ہوا نظر آتا تھا۔ جیسے کسی زبردست قوت نے اُسے مسلنے کی کوشش کی ہو۔
بائرن کی ہڈیاں اور پسلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں، ٹانگیں باقی بدن سے قریباً الگ ہو چکی تھیں
اور ایک بازو ٹوٹ کر پرے جا گرا تھا۔

"خدا کی پناہ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں" میکس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز برآمد ہوئی۔
"بائرن کا یہ حشر کس نے کیا ہے؟"

"میں نے کیا ہے ... میں نے ..." فاسٹر نے کہا۔ "ہاں ... بے شک ... وہ بائرن ہی تو تھا
جس پر میں نے اپنے پاؤں کا پورا دباؤ ڈالا تھا۔ میں نے اُسے ہلاک کیا ہے ... اگر میں
ایسا نہ کرتا، تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیسی بھیانک بلا دُنیا پر مسلط ہو جاتی ... میکس، اسے
میں نے مارا ہے ... میں نے ..."

"آپ نے؟" میکس نے فاسٹر کو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ "آپ بھلا کس طرح ڈاکٹر بائرن کو مار
سکتے تھے؟ نہیں" اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "ڈاکٹر بائرن کا کمرہ میں نے خود مقفل کیا تھا اور
اس کی کنجی میرے پاس تھی ... اس دوران میں میرے علاوہ کوئی شخص ڈاکٹر کے کمرے میں داخل
نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا ... اور آپ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر کو آپ نے ہلاک کیا ہے ... میں پوچھتا
ہوں اگر یہ سچ ہے تو کیسے؟ آپ ڈاکٹر کے کمرے میں کیونکر داخل ہوئے اور اسے ہلاک
کرنے سے آپ کا مقصد کیا تھا؟"

یک لخت فاسٹر کو محسوس ہوا جیسے اُس کی جسمانی طاقت زائل ہو رہی ہے۔ اسے کمرہ گھومتا

ہوا نظر آیا۔ وہ جلدی سے ڈاکٹر بائرن کی کرسی پر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر
"دراصل بات یہ ہوئی میکس!... ڈاکٹر بائرن کے بناتے ہوئے مٹی کے ایک پتلے میں
پڑ گئی تھی... اور وہ کسی نہ کسی طرح یہاں پہنچ گیا تھا..."

میکس نے انتہائی مشکوک نگاہوں سے فاسٹر کو گھورا اور کہنے لگا:

"ڈاکٹر، آپ نے آج کئی ذہنی مریضوں کی ڈراؤنی اور طویل کہانیاں سنی ہیں۔
خیال ہے آپ خاصے تھکے ہوئے ہیں... بہتر ہے آپ آرام کر لیں..."

فاسٹر نے گردن اٹھا کر شعلہ بار نظروں سے میکس کو دیکھا اور کہا: "نہیں نہیں۔
بالکل ٹھیک ہوں... میرے حواس صحیح کام کر رہے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں کہ بائرن کا بنا
لیکن پتلا قطعی اُس کا ہم شکل تھا اور بائرن نے اس کے بے جان جسم میں اپنی روح منتقل
دی تھی؟ یہ پتلا اس کمرے سے نکل کر ڈاکٹر رتھ فورڈ کو قتل کرنے نچلی منزل میں واقع
کمرے تک پہنچ گیا۔ چائے کی اُس ٹرالی کے ذریعے جو نرس ڈاکٹر کے کمرے میں لائی
پھر اُس پتلے نے میری آنکھوں کے سامنے آپریشن کرنے والی تیز دھار آری سے ڈاکٹر
فورڈ کی گردن کاٹ ڈالی... اور وہ فوراً ہلاک ہو گئے۔ یہ سب کچھ میرے سامنے ہوا میکس

"ڈاکٹر رتھ فورڈ ہلاک ہو گئے؟" میکس کی آواز بھی اب کانپ رہی تھی۔

ہاں ہاں... میں جو کہتا ہوں۔ اُسی پتلے نے اُنہیں قتل کیا جو بائرن نے اپنی شکل
بنایا تھا۔" فاسٹر نے کہا: "میری بات پر یقین نہیں آتا تمہیں۔"

میکس نے فوراً کچھ نہ کہا، بلکہ مسلسل ٹکٹکی باندھے فاسٹر کو گھورتا رہا۔ آخر اُس
آہستہ سے کہا:

"ڈاکٹر، آپ کی بیان کردہ کہانی پر بس تو کیا کوئی بھی فرد بشرطِ ہوش و حواس
نہیں کرے گا۔"

"اوہو، پھر وہی بحث۔ میں کہتا ہوں ایسا ہی ہوا ہے... میں نے خود اس
کو دیکھا... اُس نے آپریشن کرنے والی آری اٹھائی اور ڈاکٹر رتھ فورڈ کی گردن میں
بلکہ... ان کی گُدّی میں گھونپ دی... پھر میں نے اُس پتلے کو پکڑ لیا... وہ میرے ہا

نت میں اس طرح تلملا رہا تھا جیسے کوئی چوہا پائینڈ ٹک... پھر میں نے اس کا چہرہ دیکھا...
ین کرد... وہ ہو بہو ڈاکٹر بائرن تھا۔ ذرا بھی فرق نہ ہوگا۔ اس وقت مجھ پر ایسی کیفیت
اری ہوئی کہ میں غصے سے بے قابو ہو گیا۔ میں نے اس شیطانی پتلے کو فرش پر دے مارا اور
ے پاؤں سے کچل دیا... اب خیال آتا ہے کہ میں نے غلطی کی۔ مجھے اس پتلے کو ہلاک
یں کرنا چاہیے تھا... میں اُسے زندہ رکھتا تو بہتر تھا..."

میکس نے ڈاکٹر بائرن کی کچلی ہوئی لاش پر نگاہ ڈالی۔ پھر اس نے گردن گھما کر فاسٹر
ی طرف دیکھا۔

"ڈاکٹر میری رائے یہ ہے کہ آپ ذہنی اور جسمانی طور پر شدید تھکن کا شکار ہیں...
یں ایک کمرہ آپ کے لیے کھولے دیتا ہوں، اُس میں آرام فرمائیں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" فاسٹر دھاڑا... "کیا تمہارا خیال ہے میں غلط کہہ رہا ہوں۔
کیا میں پاگل ہو چکا ہوں... یہ واقعہ پیش نہیں آیا؟"

"نہیں جناب، میرا یہ مقصد نہیں تھا" میکس نے جلدی سے کہا۔ "بلکہ... میں تو صرف
یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آپ کچھ دیر آرام کر لیتے تو..."

"میرے پاس آرام کا وقت نہیں ہے۔" فاسٹر نے ناراض ہو کر کہا "ابھی مجھے بہت
کام کرنا ہے..."

اور یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ میکس اُس کے تعاقب میں آیا۔ باہر
آ کر میکس دروازے میں قفل ڈالنے کے لیے رُکا۔ فاسٹر غرّایا:

"اب اس کمرے کو مقفل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ڈاکٹر بائرن مر چکا ہے...
وہ یہاں سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا..."

اور اس کے ساتھ ہی فاسٹر کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نمودار ہوئی۔ وہ دانت
نکال کر ہنسا اور کہنے لگا۔

"وہ صرف ڈاکٹر بائرن ہی نہیں تھا میکس!... بلکہ اصل میں ڈاکٹر بائرن سٹار تھا۔
ڈاکٹر بی سٹار..."

میکس نے انتہائی سنجیدگی سے فاسٹر کی طرف دیکھا۔ چند ثانیے تک اس نے
جواب نہ دیا، پھر آہستہ سے بولا :

"یہ گمان آپ کو کیسے ہوا کہ ڈاکٹر باٹرن ہی ڈاکٹر بی سٹار تھا؟"

"صاف ظاہر ہے۔ ڈاکٹر باٹرن نے خود مجھ سے کہا تھا کہ ... رُتھ فورڈ نے اسے
قید کر رکھا ہے۔ رُتھ فورڈ کے لیے باٹرن کے دل میں نفرت اور حقارت کے سوا کچھ
جبکہ میں نے دوسرے مریضوں سے بھی ملاقات کی اور ان میں سے کسی نے رُتھ فورڈ
بارے میں مجھ سے شکایت نہیں کی۔ رتھ فورڈ نے محض مجھے دھوکا دینے کے لیے کہا
تھا کہ ڈاکٹر بی سٹار مرد نہیں، عورت ہے"...

میکس حقارت آمیز انداز میں مسکرایا، لیکن زبان سے اُس نے کچھ نہ کہا۔ فاسٹر
اپنی تقریر جاری رکھی :

" اور تم بھی ڈاکٹر رُتھ فورڈ سے ملے ہوئے تھے... تم نے بھی مجھے بہکانے اور
فریب دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ تاہم میں تمھیں قطعی قصور وار نہیں ٹھہراتا
تم بہر حال ایک اردلی ہو اور اپنے آقا کا حکم بجا لانا تمہارے فرائض میں داخل ہے۔
بولو، کیا میں غلط کہتا ہوں ۔ ڈاکٹر باٹرن ہی ڈاکٹر بی سٹار تھا؟"

میکس نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا اور کمرہ مقفل کر کے آگے بڑھ گیا۔ فاسٹر
کے ساتھ چل رہا تھا۔ یکایک میکس نے اس سے پوچھا :

" ڈاکٹر اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"میں تمہارے آفس میں جا کر پولیس کو فون کروں گا۔" فاسٹر نے جواب دیا۔ "یہاں قتل
کی واردات ہوئی ہے اور پولیس کو اطلاع دینا میرا فرض ہے۔"

لیکن میکس نے اپنے کمرے کے دروازے پر فاسٹر کو روک دیا اور کہا :

"ڈاکٹر، پولیس کو فون کرنے کے کیا نتائج نکلیں گے۔ ان پر آپ نے غور کر لیا
"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا میکس ! ... کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔"

" ڈاکٹر، ذرا سوچو، پولیس کو فون کر کے آپ اُسے کیا بتائیں گے۔ یہی کہ ڈاکٹر رتھ فورڈ
کو ایک ننھے مُنّے مٹی کے پتلے نے قتل کر دیا ہے"

ہاں، میں یہی بتاؤں گا۔" فاسٹر نے کہا۔ "یہی حقیقت ہے۔ اس کے سوا اور میں کیا
سکتا ہوں ؟"

میکس کے ہونٹوں پر پھر وہی حقارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "اس لیے تو میں
پ کو کچھ دیر کسی کمرے میں آرام کا مشورہ دے رہا تھا۔ آپ ذہنی طور پر اس وقت اپنے
پے میں نہیں ہیں۔ جب آپ پولیس سے یہ کہیں گے کہ مٹی کے ایک حقیر پتلے نے ڈاکٹر رتھ فورڈ
و مار ڈالا ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں، پولیس اس بیان پر یقین کر لے گی ؟"

فاسٹر بھونچکا ہو کر میکس کی صورت تکنے لگا۔

میکس نے فاسٹر کو مزید بولنے کا موقع دیے بغیر کہا : "ایک ایسا مٹی کا پتلا جسے ایک
پاگل شخص ڈاکٹر باٹرن نے بنایا تھا اور بقول آپ کے اس پتلے میں ڈاکٹر نے جان
ڈال دی تھی۔"

"لیکن ... لیکن ... یہ سب کچھ حقیقت ہے ... میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"
فاسٹر نے کہا۔

"صرف آپ نے دیکھا یا کسی اور نے بھی دیکھا؟" میکس نے سوال کیا۔ "کیا پولیس
سے درست مان لے گی ؟ قانون اسے تسلیم کر لے گا ؟ نہیں ڈاکٹر فاسٹر نہیں... ایسا
مضحکہ خیز بیان دے کر آپ اپنے بارے میں پولیس کو یہ تاثر دیں گے کہ آپ دماغی
توازن سے محروم ہو چکے ہیں۔ بھلا مجھے بتایئے کوئی صحیح الدماغ آدمی آپ کی اس کہانی پر
یقین کر لے گا ! کیا آپ نے بونی، باربرا یا برُدلو کی بیان کردہ کہانیوں پر یقین کر لیا تھا ؟"

"پھر وہی بکواس !" فاسٹر چلایا۔ "میں نے یہ واقعہ خود دیکھا ہے ... میں چشم دید گواہ
ہوں اس واردات کا۔ میرے سامنے مٹی کے پتلے نے ڈاکٹر رُتھ فورڈ کو ہلاک کیا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ نہیں مانتے، تو پھر شوق سے پولیس کو فون کر دیجیے۔" میکس نے شانے
اُچکا کر کہا۔ "وہ سیدھے آپ کو پاگل خانے لے جائیں گے اور کیا عجب مجھے آپ کو بھی یہیں
بند کر دینے کا حکم مل جائے... آیئے میرے کمرے سے ٹیلی فون کر لیجیے پولیس کو۔"

میکس نے فاسٹر کا راستہ چھوڑ دیا اور کمرے کی طرف اشارہ کیا، مگر فاسٹر اپنی جگہ سے

نہ ہلا۔ اُسے احساس ہوا کہ میکس صحیح کہہ رہا ہے۔ فاسٹر کی بیان کردہ کہانی پر کوئی
یقین نہیں کرے گا۔ بھلا مٹی کا ایک چھوٹا سا پتلا ڈاکٹر رتھ فورڈ کو کیسے قتل کر
یکایک اُسے پتلے کا خیال آیا جو ابھی تک کھلی ہوئی حالت میں وہیں ڈاکٹر رتھ فورڈ
آفس میں فرش پر پڑا ہو گا۔ اس نے میکس سے کہا: "وہ پتلا تو موجود ہے... میں اسے
شہادت پیش کر سکتا ہوں۔"

"آپ واقعی اپنے حواس میں نہیں ہیں ڈاکٹر۔" میکس نے اُسے قابلِ رحم نظروں
دیکھتے ہوئے کہا۔ "مٹی کے ایک پتلے کو بطور شہادت پیش کریں گے اور کہیں گے کہ
وہ کھلونا جس نے ڈاکٹر رتھ فورڈ کو کھوپڑی چیرنے والی آری کے ذریعے قتل کیا۔"

"لیکن نرس نے بھی یہ واقعہ دیکھا ہے..." فاسٹر نے کہنا چاہا مگر رُک گیا۔ اسے
آیا کہ نرس نے یہ واقعہ نہیں دیکھا۔ وہ تو بعد میں آئی تھی۔

"پولیس اُن واقعات اور معاملات پر غور کرتی ہے جو اسی دنیا میں پیش آتے ہ
جن کے بارے میں یہ شبہ نہ ہو کہ یہ کسی فوق الفطرت ہستی کے کارنامے ہیں۔" میکس ن
"مٹی کے پتلے قتل کی وارداتیں نہیں کیا کرتے۔ پولیس تو یہ دیکھے گی کہ ڈاکٹر رتھ فورڈ
اپنے آفس میں قتل ہوا، تو اس وقت اس کے پاس کون تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اس
پر آپ ڈاکٹر رتھ فورڈ کے کمرے میں موجود تھے۔ آپ کے سوا کوئی اور فرد وہاں نہ تھا۔
پولیس یہ منطقی نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہو گی کہ ڈاکٹر رتھ فورڈ کو آپ نے قتل کیا۔
لاکھ کہتے رہیں کہ یہ کام مٹی کے پتلے کا ہے۔ مگر کوئی آپ کی بات پر کان نہ دھرے گا۔
اب آپ میرا کہنا مانیے۔ میں اس منزل میں ایک کمرہ آپ کے لیے کھولے دیتا
وہاں آرام فرمائیے... باقی معاملات مجھ پر چھوڑ دیجیے... میں سنبھال لوں گا..."

"نہیں... ہرگز نہیں... تم مجھے پاگل بنا کر ایک کمرے میں قید کر دینا چاہتے
فاسٹر حلق پھاڑ کر چلایا۔ "ایسا کبھی نہیں ہو سکتا خواہ انجام کیسا ہو۔ میں پولیس کو سب
تم مجھے باز نہیں رکھ سکتے۔ پرے ہٹ جاؤ... میں پولیس کو فون کر رہا ہوں..."
یہ کہہ کر اس نے میکس کو دھکا دے کر پرے ہٹایا اور کمرے میں گھس گیا۔

سا کمرہ تھا۔ ایک گوشے میں لوہے کی الماری کھڑی تھی۔ الماری کے ساتھ ہی میز پڑی تھی۔ م
بوں اور قلم دان کے علاوہ ایک کونے میں ٹیلی فون بھی رکھا تھا۔ فاسٹر نے ٹیلی فون کا
اٹھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اس کی نظر ایک لمبی ٹرالی پر پڑی۔ ایسی ٹرالیاں ہسپتالوں
ریضوں کو لانے لے جانے کے کام آتی ہیں۔ ٹرالی پر سفید چادر اوڑھے کوئی سو رہا تھا۔ فاسٹر
رت سے ٹرالی پر سوئے ہوئے اس آدمی کو دیکھا۔ سر سے پاؤں تک اس نے چادر اوڑھ
تی۔ فاسٹر نے سوالیہ نظروں سے میکس کی طرف دیکھا: "کون ہے یہ؟" میکس نے جواب
انت نکال دیے۔ فاسٹر نے ریسیور واپس کریڈل پر پٹخا اور بڑھ کر سفید چادر ہٹا دی۔
نوجوان کی لاش تھی۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ فاسٹر نے اندازہ کیا کہ اُسے مرے ہوئے چوبیس
گزر چکے ہیں۔

وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ اس نے اس اثنا میں یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ نوجوان کی گردن پر
کا گہرا نشان اُبھرا ہوا ہے۔ غالباً اس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈال کر ہلاک کیا گیا تھا۔
سٹر نے میکس سے پوچھا: "کیا اسے پھندہ ڈال کر مارا گیا ہے؟"

"جی ہاں، جناب! آپ کا اندازہ درست ہے۔" میکس نے اطمینان سے جواب دیا۔
روز ہوئے اسے ہلاک کیا گیا تھا... مجھے اتفاق سے لاش ٹھکانے لگانے کا موقع نہ مل سکا۔"

"کیا کہتے ہو؟" فاسٹر ٹھٹھرا گیا۔ "کون ہے یہ اور اسے کس لیے ہلاک کیا گیا؟"

"جناب، اس کا نام میکس ہے... اور میں نے اسے ہلاک کیا، یہ میرا اردلی تھا۔"

فاسٹر کی کنپٹیاں تپنے لگیں۔ اس کے کانوں میں میکس کی آواز جیسے بہت دور سے
ہی ہو۔

"خدا رحم کرے! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" فاسٹر نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ میکس ہے...
را اردلی... اور تم کون ہو؟"

میکس پھر دانت نکال کر ہنسا۔ "معافی چاہتا ہوں، ڈاکٹر! میں نے خواہ مخواہ آپ
پریشان کیا... تاہم آپ کا قیاس غلط ثابت ہوا... ڈاکٹر باٹرن... ڈاکٹر بی۔ سٹارنہ
ڈاکٹر بی۔ سٹار تو میں خود ہوں..."

فاسٹر کے دل کی حرکت ایک لمحے کے لیے بند ہوئی۔ اس کے بدن کا لہو منجمد
ہو رہا تھا۔ اُس نے صرف اتنا دیکھا کہ میکس اُسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے
اور اس سے پیشتر کہ فاسٹر اپنے بچاؤ کے لیے کوئی حرکت کرے، میکس کا گھونسا پوری
سے فاسٹر کی ناک پر پڑا۔ ضرب اتنی زبردست تھی کہ فاسٹر سنبھل نہ سکا۔ یک بیک
چکرایا اور دھڑام سے فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

فاسٹر کی آنکھیں بہت مشکل سے کھلیں، یا یوں کہیے کہ آنکھیں تو کھل چکی تھیں
یہی سمجھتا رہا کہ آنکھیں نہیں کھلیں اور اس مغالطے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کے اردگرد
اندھیرا اور اعصاب شکن سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ فاسٹر خاصی دیر، بے حس و حرکت وہیں
یہ سوچنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ آخر ہے کہاں، لیکن اُسے کچھ یاد نہ آ رہا تھا۔ اس کا ذ
ماؤف تھا۔ اُس نے کہنیوں کا سہارا لے کر اُٹھنا چاہا، لیکن ناکام رہا۔ اس کے بازو ا
ٹانگوں نے جنبش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے فاسٹر کو یوں لگا جیسے ا
کا تمام بدن مفلوج ہو چکا ہے۔ یہ تصور اس قدر دہشت انگیز تھا کہ اُسے اپنے دل کی حرکت
ہوتی محسوس ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ شعور و احساس کی وہ قوت واپس آنے لگی جس کے با
میں وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید ہمیشہ کے لیے زائل ہو چکی ہے۔ یہ قوت زائل نہیں ہوئی تھ
کے اندر موجود تھی۔ اب اس کے حواسِ خمسہ میں سے دو حواس پوری طرح بیدار ہو چکے
دیکھنے اور سننے کے حواس۔ اس کی بصارت اس گہری تاریکی میں اپنے آس پاس مختل
اشیا دیکھنے کے قابل ہو رہی تھی اور سماعت میں دُور۔۔۔ بہت دور سے ہوا کی س
سائیں اور کچھ ایسا شور برابر آ رہا تھا جیسے جنگل میں مینہ برس رہا ہو۔ فاسٹر نے یہ بھی محس
کیا کہ وہ ننگے اور ٹھنڈے فرش پر پڑا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کی حسِ لمس
نہیں ہوئی تھی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر اُسے یاد آنے لگا کہ وہ کہاں ہے او
واقعہ پیش آیا تھا۔ ڈاکٹر بی سٹار۔۔۔ میکس۔۔۔ ڈاکٹر باٹرن، ڈاکٹر رُتھ فورڈ۔۔۔ اور۔۔۔
وہ مٹی کا قاتل پتلا۔۔۔ جس نے آری کے ایک ہی وار سے ڈاکٹر رُتھ فورڈ کو مار ڈالا
کی پناہ! کیا وہ کوئی بھیانک خواب تھا؟ فاسٹر نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ پھر خو

دیا۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ خواب ہرگز نہ تھا۔۔۔ ایک جیتی جاگتی حقیقت میرے سامنے تھی۔۔۔
باٹرن کے بناتے ہوئے مٹی کے اس ننھے مُنّے پتلے نے میری آنکھوں کے سامنے آری
ی اور رُتھ فورڈ کی گدی میں گھونپ دی تھی اور۔۔۔ پھر۔۔۔ پھر کیا ہوا تھا؟ ہاں۔۔۔ یاد آیا۔
س نہیں تھا۔ وہ تو ڈاکٹر بی سٹار تھا۔۔۔ اُس نے اپنے اردلی میکس کو قتل کر دیا تھا۔۔۔ میں
یکس کی لاش بھی ٹرالی پر پڑی دیکھی تھی۔۔۔

فاسٹر اس سے زیادہ نہ سوچ سکا۔ اس کا سر بُری طرح چکرایا اور آنکھوں کے آگے
لخت ایک بار پھر گھپ اندھیرا چھا گیا۔ اُس کے بدن پر زبردست نقاہت طاری
رہی تھی۔ فاسٹر نے چیخنے کی کوشش کی۔ مگر آواز حلق سے نہ نکلی۔ وہ دوبارہ بے ہوش
رہا تھا۔ انتہائی اذیت سے دوچار ہوتے ہوئے اس نے اپنی ناک پر ہاتھ لگایا۔ درد
سخت لہر اُس کے تن بدن میں دوڑ گئی۔ اس کو یاد آیا کہ اس کی ناک پر میکس۔۔۔ نہیں۔۔۔
اکٹر بی سٹار نے زوردار گھونسا مارا تھا۔۔۔ شاید اس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔۔۔ اُس نے
ناک اچھی طرح ٹٹولی۔ بانسہ ابھی سلامت تھا، البتہ ناک کے اوپر ہونٹوں کے آس پاس خون
جما ہوا تھا۔ یہ خون ابھی خشک نہیں ہوا تھا۔ اس سے فاسٹر کو یہ اندازہ کرنے میں آسانی ہوئی کہ
اُسے اس تاریک جگہ میں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری۔ ہو سکتا ہے دو یا تین
گھنٹے ہوئے ہوں یا اس سے کچھ زیادہ۔۔۔ باہر سے آنے والی بارش اور ہوا کی مدھم آوازوں
سے بھی یہی پتہ چلتا تھا کہ بارش ابھی رکی نہیں اور یقیناً وہ اسی ہیبت ناک منحوس پاگل خانے
ہی کے اندر کہیں قید کر دیا گیا ہے۔ اس احساس نے جیسے فاسٹر کو واقعی پاگل کر دیا۔ آخر
کسی کو کیا حق ہے اُسے یوں قید کر دینے کا؟ اس نے کوئی جرم نہیں کیا، کسی کو نقصان نہیں
پہنچایا۔ وہ قطعی نارمل ہے۔ اس کا ذہن صحیح کام کر رہا ہے۔۔۔ پھر یہ کیا مذاق ہے؟ فاسٹر نے
فرش سے اُٹھنے کی جدوجہد شروع کی اور اب اُسے پہلی بار معلوم ہوا کہ اس کے بازو اور ٹانگیں
مفلوج نہیں ہوئیں۔ بلکہ رسیوں سے بندھی ہوئی ہیں۔ اس نے دیوانہ وار چلانا شروع کیا
کمرے میں اس کی اپنی آواز گونج رہی تھی۔ جس قدر وہ چیختا، اُتنی ہی شدت سے اس کی آواز
دیواروں سے ٹکرا کر واپس آتی۔ ایک لمحے کے لیے وہ چُپ ہوا اور سوچنے لگا شاید

اُسے کسی تہہ خانے میں پھینک دیا گیا ہے، ورنہ آواز کی ایسی گونج عام سے کمرے میں نہیں ہو سکتی۔ ضرور یہی بات ہے ۔۔ تاہم اس وقت یہ غور کرنے کا موقع نہ تھا کہ وہ تہہ خانہ ہے یا کہیں اور۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ بازوؤں اور ٹانگوں پر بندھی ہوئی رسیاں کیونکر کھولی جائیں۔

نہ جانے کتنی دیر وہ انہیں کھولنے اور آزاد ہونے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ نڈھال ہو کر اس نے یہ سعی ترک کر دی۔ یہ تصور نہایت بھیانک تھا کہ اگر وہ اسی طرح بندھا پڑا رہا اور کوئی اُس کی مدد کرنے نہ آیا، تب کیا ہوگا؟ کیا وہ یہیں اسی حالت میں رگڑ رگڑ کر مر جائے گا؟ یہ موت کس قدر تکلیف دہ ہوگی ۔۔۔ فاسٹر کا سر یکبارگی زور سے چکرایا اور وہ نیم بے ہوش سا ہو گیا۔ اُس کی کمر کے نیچے فرش خاصا ٹھنڈا تھا اور یہ ٹھنڈک اُس کے رگ و پے میں سرایت کرتی جا رہی تھی۔

دفعتاً اس نے ایک عجیب سی آواز سُنی۔ یہ آواز اس کے دائیں ہاتھ کی طرف سے آئی تھی۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں اور گردن گھما کر اُدھر دیکھا روشنی کی چند کرنیں راہ راستہ بنا کر اس تک پہنچ رہی تھیں۔ فاسٹر پلکیں جھپکائے بغیر اُدھر دیکھتا رہا۔ آہستہ آہستہ دیوار کا یہ خلا پھیلتا گیا۔ روشنی کچھ اور بڑھ گئی۔ پھر فاسٹر نے دیکھا کہ دیوار میں نصف فٹ لمبا اور اتنا ہی چوڑا ایک چوکور سوراخ سا بن گیا۔ روشنی اس حلقے سے باہر تھی۔ غالباً دیوار میں یہ کوئی چھوٹی سی خفیہ کھڑکی تھی اور کھڑکی سے باہر کوئی برآمدہ ہوگا۔ جہاں روشنی پھیلی تھی۔ فاسٹر کے دل کی دھڑکنیں آپ ہی آپ تیز ہو گئیں۔ اس کی نظریں ابھی تک اسی چوکور سوراخ پر جمی ہوئی تھیں۔ چند ثانیے بعد سوراخ میں سے روشنی غائب ہو گئی اور فاسٹر کو ایک چہرہ نظر آیا۔ اس چہرے پر دو چمکیلی آنکھیں اور طوطے کی خمدار چونچ جیسی ناک صاف دکھائی دے رہی تھی۔

فاسٹر نے اپنی آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ باہر سے اس کا جائزہ لیا جا رہا تھا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش ہو رہی تھی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ اتنے میں کسی نے اس کا نام لیا۔
"ڈاکٹر فاسٹر ۔۔۔ ڈاکٹر فاسٹر ۔۔۔ کیا آپ ہوش میں ہیں؟ ڈاکٹر فاسٹر ۔۔۔ کیا آپ

سُن رہے ہیں؟"

فاسٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا دماغ اس وقت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اگر وہ جواب دے، تب کیا ہوگا؟ آواز دینے والا یہ شخص یا تو خود کسی راستے یا دروازے سے کمرے کے اندر آئے گا یا کسی اور کو جا کر آگاہ کرے گا کہ فاسٹر جواب نہیں دیتا۔ بہرحال کوئی نہ کوئی دریافت حال کے لیے آئے گا ضرور اور وہی بہترین موقع ہوگا جب وہ کوئی کارروائی کر سکے گا۔ لیکن اپنے اس منصوبے پر آپ ہی آپ ۔۔۔ دل ہی دل میں ۔۔۔ ہنس دیا ۔۔۔ بھلا وہ کیا کارروائی کر سکتا ہے؟ اس کے تو ہاتھ پاؤں رسیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تاہم یہ توقع تو تھی کہ آنے والا جو کوئی بھی ہوگا، اس کی شناخت ہو جائے گی۔ ایک بار پھر فاسٹر کے کانوں میں وہی آواز آئی۔ "ڈاکٹر ۔۔۔ ڈاکٹر فاسٹر ۔۔۔ کیا آپ میری آواز سنتے ہیں، ڈاکٹر ۔۔۔؟"

فاسٹر کی آنکھیں بند تھیں اور جسم بے حس و حرکت ۔۔۔ اس نے تصور کی آنکھ سے دیکھا کہ دو پراسرار چمکیلی آنکھیں برابر اس کا جائزہ لے رہی ہیں۔ دو یا تین منٹ بعد فاسٹر نے اپنی دائیں آنکھ ذرا سی کھولی اور ادھر دیکھا۔ روشنی مکمل طور پر غائب ہو چکی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فاسٹر کی طرف سے جواب نہ ملنے کے بعد آواز دینے والا، چھوٹا سا چوکور سوراخ بند کر کے جا چکا ہے۔ لیکن فوراً ہی سوراخ دوبارہ کھلا۔ روشنی کمرے میں آئی۔ اس مرتبہ فاسٹر نے اپنی نصف آنکھ کھلی رکھی۔ البتہ بدن کو حرکت نہ دی۔ ایک بار پھر دو انسانی آنکھیں اُسے گھور رہی تھیں۔ فاسٹر نے اندازہ کیا کہ اس کے اور ان دو آنکھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ مشکل سے آٹھ نو فٹ کا فاصلہ ہوگا ۔۔۔ وہ دم سادھے پڑا رہا ۔۔۔ معاً اس کے کانوں میں ایک جانی پہچانی آواز آئی۔

"ڈاکٹر فاسٹر ۔۔۔ کیا آپ سو رہے ہیں؟ اگر سو رہے ہیں تو مہربانی کر کے اُٹھ جائیے ۔۔ اگر سو نہیں رہے، تب بھی آنکھیں کھول دیجیے۔ یقین کیجیے ہم آپ کو صدمہ پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے ۔۔ ویسے آپ کو ذہنی آرام اور جسمانی سکون کی شدید ضرورت ہے ۔۔ ابھی وقت ضائع نہیں ہوا ۔۔ آپ ٹھیک ہو سکتے ۔۔۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گے ۔۔ اور پھر ہمارے ساتھ کام کر سکیں گے ۔۔۔"

یہ میکس کی آواز تھی ... یا ... ڈاکٹر بی سٹار کی ... ؟ فاسٹر نے دونوں آنکھیں کھ
"خدا کا شکر ہے آپ بیدار ہو گئے ..." ڈاکٹر بی سٹار کی آواز سنائی دی۔ "مجھے افسوس ہ
ایک بے وقوف آدمی نے میری ہدایات کے قطعی برعکس آپ کو اس کمرے میں پہنچا دیا
مَیں نے اُسے کہا تھا کہ انہیں اس کمرے میں لے جاؤ جو ڈاکٹر باٹرن ... آنجہانی ڈاکٹر با
قبضے میں تھا ... کیا آپ وہاں جانا پسند کریں گے، ڈاکٹر فاسٹر ...؟"

فاسٹر سے اَب ضبط نہ ہو سکا۔ اُس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا: "ڈاکٹر بی سٹار، ی
کہ تم خود کہتے ہو ... تمہارا یہ رویّہ انتہائی غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے ... اور میرا خیال ہے تم
اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا ... جتنا جلد تم مجھے آزاد کر دو، اُتنا ہی تمہارے حق میں بہتر
تم نے پہلے مجھ پر ہاتھ اُٹھایا اور پھر رسیّوں میں جکڑ کر یہاں قید کر دیا ..."

"آہا ...! آپ خفا ہو گئے ڈاکٹر ..." ڈاکٹر بی سٹار نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "بخدا یقین ک
سب کچھ غیر شعوری طور پر ہُوا ... آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے اس ادارے میں آپ
آمد کے فوراً بعد کیسی بھیانک وارداتیں ہوئی ہیں ... قتل کی وارداتیں ... پہلے ڈاکٹر با
کا قتل، پھر ڈاکٹر رُتھ فورڈ کا وحشیانہ قتل ... اور عجیب بات ہے کہ ان دونوں آدمیوں
آخری ملاقات کرنے والے آپ ہی تھے۔ اس سے آپ یہ مطلب ہرگز نہ لیں کہ ان دونو
آپ نے قتل کیا ہے ... ہرگز نہیں ... آپ کی بھلا اُن سے کیا دشمنی تھی؟ اور آپ کا
بھی درست ہی ہو گا کہ ڈاکٹر رُتھ فورڈ کو مٹی کے اُس پتلے نے قتل کیا جسے ڈاکٹر باٹر
تخلیق کیا تھا ... میں ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے آپ کی بات سمجھ سکتا ہُوں، ڈاکٹ
لیکن پولیس یا عدالتوں کے جج صاحبان نہیں سمجھ سکتے ... آپ میری بات سمجھ رہے ہیں
اس لیے میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ آپ کو چند روز کے لیے اپنا مہمان بناؤں
پولیس اپنی تفتیش ختم کرے گی تب آپ باہر آجایئے گا ... اور ہاں ... ایک بار پھر
کو آگاہ کرتا ہوں کہ کسی پولیس افسر کے سامنے یہ نہ کہہ بیٹھئے گا کہ ڈاکٹر رتھ فورڈ کو مٹی
پتلے نے قتل کیا ہے ... یہ کہنے کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں ..."

غصّے کے مارے فاسٹر کا خون کھول گیا: "یہ کیا بکواس ہے؟ ڈاکٹر رُتھ فورڈ کو

نے قتل نہیں کیا، تو پھر کس نے کیا ہے؟ میں نے کیا؟" وہ چلایا۔
"یہ مَیں نے کب کہا، ڈاکٹر فاسٹر ...!" بی سٹار کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ "آپ ذرا
ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے کی کوشش کریں گے، تو ساری حقیقت آپ
عیاں ہو جائے گی۔ جذبات سے مغلوب ہو کر بھڑکنے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اچھا یہ
بتایئے کیا آپ کو اس عمارت میں داخل ہوتے ہوئے کسی نے دیکھا تھا۔ یا آپ جب
وہاں سے چلے تو کسی کو بتا کر آئے تھے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

فاسٹر کے ذہن کو یک لخت جھٹکا سا لگا۔ وہ کوئی تلخ جواب دینے ہی والا تھا کہ
سنبھل گیا۔ بی سٹار یا میکس، جو کوئی بھی یہ شخص ہے۔ فی الحال ٹھیک ہی کہتا ہے ... مٹی
کے بے جان پتلے کسی کو آری سے قتل نہیں کیا کرتے، لیکن فاسٹر کا مشاہدہ تو یہی تھا۔
اپنے مشاہدے کو وہ کیسے جھُٹلا دیتا؟ اس کے علاوہ ڈاکٹر باٹرن کی پُراسرار حالات میں
موت ... یہ بھی نرالا واقعہ تھا۔ فاسٹر کو یاد آیا کہ اُس نے اپنے پاؤں تلے مٹی کے پتلے کو
دبا کر ریزہ ریزہ کر دیا تھا اور بعد ازاں جب اس نے ڈاکٹر باٹرن کی لاش دیکھی، تو وہ
بھی اس بُری طرح مسخ ہو چکی تھی جیسے اُسے کسی بھاری مشین کے نیچے رکھ کر کچلا گیا ہو۔
یہ کام بڑے سے بڑا طاقتور انسان بھی سرانجام نہیں دے سکتا تھا ... آخر یہ کیا معمّا ہے؟

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا، ڈاکٹر فاسٹر ..." اس کے کانوں میں
ڈاکٹر بی سٹار کی آواز آئی۔ "بہرحال آپ خوب سوچ بچار کر لیجئے اور مجھے اپنا دوست سمجھیے ..."
"میں بھی آپ کا دشمن نہیں۔" فاسٹر نے جواب دیا۔ "لیکن اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ
اس وقت تک جو رویہ آپ نے میرے ساتھ روا رکھا ہے، وہ آپ کی شانِ شایاں ہے نہ میرے
مراتب کے مطابق ... آخر مَیں بھی آپ ہی کے درجے کا ایک ڈاکٹر ہوں۔ خواہ عمر اور
تجربے میں کمتر ہی سہی۔ مگر ہُوں تو ایک ڈاکٹر ... اور آپ ہی کی دعوت پر یہاں آیا
تھا۔ یہ میری بدنصیبی تھی کہ مَیں ڈاکٹر رتھ فورڈ کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے مجھ سے نہ صرف
غلط بیانیاں کیں، بلکہ مجھے ایک جان لیوا آزمائش میں بھی ڈال دیا۔ بہرحال ... میں آپ
کا شکرگزار ہُوں ... اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ رسیاں کھلوا دیں اور مجھے کسی اچھی

جگہ منتقل کیے جانے کا حکم صادر فرمائیں مَیں یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ آپ کہیں
اس کے مطابق عمل کروں گا۔"

"مجھے آپ سے ایسے ہی اخلاق کی توقع تھی، مسٹر فاسٹر!" بی سٹار نے کہا۔ "آ
تھوڑی دیر توقف کیجیے، مَیں آپ کی ساری تکالیف کا ازالہ کر دوں گا۔"

فاسٹر کو بہت جلد ایک صاف ستھرے اور روشن کمرے میں منتقل کر
یہ کمرہ بھی پاگل خانے کی دوسری منزل پر سب سے آخری کونے میں بنا ہوا تھا۔ کمرہ اگر
چھوٹا سا تھا مگر اس میں ضرورت اور آرام کی ہر شے موجود تھی۔ تکلیف تھی تو صرف
قدر کہ اس کا ایک ہی دروازہ تھا جو ہر وقت باہر سے مقفل رکھا جاتا تھا اور کم
شمالی دیوار میں بنی ہوئی چھوٹی سی کھڑکی میں نصف انچ قطر کی آہنی سلاخیں لگی ہ
فاسٹر کو اجازت تھی کہ وہ جب چاہے، اس کھڑکی کے پٹ کھول کر نیچے لان کا نظ
کر سکتا ہے۔ مگر لان میں اُگے ہوئے جھاڑ جھنکاڑ، لمبی لمبی گھاس، اُس میں سرسرا
ہوئے نیولوں، سانپوں اور دوسرے حشرات الارض کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ڈاکٹر بی
نے اُسے بتایا کہ لان میں مختلف قسم کے سانپ پالے جا رہے ہیں اور ان کے
پر پاگل خانے ہی کی لیبارٹری میں تجربات کیے جاتے ہیں۔ سانپوں کی بعض اقس
ہیں جن سے پاگل پن دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس نے فاسٹر کو ابھی تک یہ نہیں
تھا کہ اس نے ڈاکٹر بائرن اور ڈاکٹر رتھ فورڈ کی لاشیں کس طرح ٹھکانے لگائیں او
کو اس سلسلے میں کیا رپورٹ دی۔ فاسٹر کو انتظار تھا کہ ایک آدھ دن میں کوئی نہ
تفتیشی آفیسر آئے گا اور سوال و جواب کرے گا لیکن جب پانچ دن گزر گئے اور ک
نہ آیا تو فاسٹر کے اضطراب میں اضافہ ہونے لگا۔ ڈاکٹر بی سٹار پچھلے دو دنوں سے نہ
آیا تھا اور اس کے بجائے پاگل خانے کی وہی نرس فاسٹر کا ناشتہ اور کھانا لے کر آتی
اس نے پہلے دن دیکھا تھا اور جو ڈاکٹر رتھ فورڈ کے قتل کے دن چائے اور سینڈوچ
آفس میں آئی تھی۔ نرس کمرے کے اندر نہیں آتی تھی بلکہ وہ باہر ہی دروازے کی نچلی
کے راستے ٹرے کمرے میں دھکیل دیتی۔ فاسٹر نے کئی بار اس سے بات کرنے کی ک

مگر وہ سنی ان سنی کر کے چلی جاتی یا کبھی کبھار معنی خیز انداز میں مسکرا دیتی۔
چھٹا دن تھا اور فاسٹر بپھرے ہوئے چیتے کی طرح کمرے میں گھوم رہا تھا کہ اچانک
زہ کھلا اور ڈاکٹر بی سٹار اندر آیا۔ فاسٹر نے دیکھا کہ ڈاکٹر کے عقب میں ایک قوی ہیکل
مؤدب کھڑا ہے۔ اس کا قد چھ فٹ چار انچ ہے۔ جسم کسی گینڈے کی طرح گٹھا
در بے حد مضبوط۔ اُس کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور ٹھوڑی پر چھوٹی سی گنجان
ی۔ پہلی نظر میں فاسٹر کو یہ دیو قامت شخص روسی معلوم ہوا، لیکن ڈاکٹر بی سٹار نے جب
ف کرایا تو پتہ چلا کہ اس کا نام آئیوان ہے اور وہ ہنگری کا باشندہ ہے۔ آئیوان
ی انگریزی جانتا تھا۔ ڈاکٹر بی سٹار نے فاسٹر کو بتایا کہ میکس کی خالی جگہ پڑی تھی اُسے
تنومند اور اَن تھک شخص کی تلاش تھی جو میکس کی جگہ لے سکے۔ چنانچہ آئیوان نے اس
ت کی حامی بھری ہے۔ وہ پہلے بھی مختلف پاگل خانوں میں محافظ کی حیثیت سے کام
چکا ہے اور خطرناک سے خطرناک پاگلوں کو قابو میں کرنے کے فن سے خوب آگاہ ہے۔
فاسٹر کو آئیوان کی شکل و صورت میں ایک بھیانک اور وحشی قاتل نظر آیا جو اپنے آقا
ڈاکٹر بی سٹار کے ذرا سے اشارے پر کسی بھی مریض کی گردن توڑ سکتا تھا۔ فاسٹر نے یہ محسوس
یا کہ آئیوان سے تعارف کرانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ فاسٹر پر اس کا رعب بیٹھ جائے اور
ڈاکٹر بی سٹار اپنے اس مقصد میں سو فیصدی کامیاب رہا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں، میں دو دن غیر حاضر رہا۔" ڈاکٹر بی سٹار نے کہنا شروع کیا۔ "دراصل
ری تفتیش تھا... ڈاکٹر بائرن اور ڈاکٹر رتھ فورڈ کی موت کا۔ میری کوشش یہ تھی کہ کوئی شخص
یہاں آن کر تم سے پوچھ گچھ نہ کرے، ورنہ بات بڑھ بھی سکتی تھی۔ خدا کا شکر کہ میں نے خوش اسلوبی
سے یہ معاملہ ختم کرا دیا۔ اب تم بے فکر ہو جاؤ...."

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ڈاکٹر— آپ واقعی مخلص آدمی ہیں۔" فاسٹر نے اب
مصلحت سے کام لینا ہی مناسب جانا۔ "اور مجھے اس بات کی بھی سخت ندامت ہے کہ میں
آپ کے بارے میں شدید غلط فہمی میں مبتلا رہا۔ .. اُمید ہے آپ میری معذرت قبول کریں گے۔
میں ابھی اس شعبے میں نیا نیا آیا ہوں، زیادہ تجربہ ہے نہ مشاہدہ— اب ایسا موقع قدرت

نے فراہم کر دیا ہے کہ میں آپ سے کچھ سیکھ سکوں گا — مجھے آپ نے بتایا تھا کہ ابھی کئی ذہنی مریض ایسے ہیں جن سے میری ملاقات ہوگی ... مگر ...“

”ہاں ہاں ... مجھے معلوم ہے ... میں یہ موقع فراہم کروں گا۔ شاید تم اُن کی حالت میں کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن بہت جلد تمہاری ملاقات ایک ایسے مریض سے کراؤں گا جس حیرت انگیز ہے۔ وہ بظاہر پاگل نہیں۔ لیکن حقیقت میں اس کا ذہنی توازن اس قدر بگڑ ہے کہ اسے درست کرنا ممکن نہیں دکھائی دیتا۔“

”غالباً آپ ڈاکٹر برنارڈ کا ذکر کر رہے ہیں جو ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔“ فاسٹر نے کہا۔

”ڈاکٹر برنارڈ؟ ہاں ... وہ بھی عجیب و غریب کیس ہے ...“ بی سٹار نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ”لیکن تم پہلے مسٹر فوربس سے مل لو ... ڈاکٹر برنارڈ سے پھر کبھی ملنا۔“

”فوربس؟“ فاسٹر نے سوالیہ انداز میں کہا اور بے اختیار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ بی سٹار نے حیران ہو کر کہا:

”اس کا نام فوربس ہی ہے ... مگر تم مسکرائے کیوں؟“

”اس لیے کہ اس پاگل خانے کا یہ پہلا مریض ہے جس کا نام حرف بی سے شروع نہیں ہوتا۔“

”آہا ... بہت خوب ...“ بی سٹار نے قہقہہ لگایا۔ ”بہت خوب ... لیکن یہ بھی اتفاق ہے کہ یہاں اکثر مریض مردوں اور عورتوں کے نام حرف بی سے شروع ہوتے ہیں۔ بہرحال مسٹر فوربس سے کب ملنا پسند کرو گے ...؟ ویسے وہ ... بے ضرر آدمی ہے ... اور اس کی داستان اتنی پیچیدہ ہے کہ بایدو شاید ...!“

”اگر آج ہی مسٹر فوربس کے نیاز حاصل ہو جائیں تو میری کئی دن کی بوریت دور ہو جائے گی۔“ فاسٹر نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے ... دوپہر کو کھانے کے بعد آئیوان آئے گا اور تمہیں فوربس کے پاس پہنچا دے گا۔ مجھے یقین ہے تم اس سے مل کر خوش ہو گے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو؟“

”مجھے ہر طرح کا آرام ہے ...“ فاسٹر نے جھوٹ بولا۔ ”البتہ میں یہ کہنا بھول گیا کہ میری ... باہر پورچ میں کھڑی ہوگی۔ اُسے کسی نامناسب جگہ رکھوا دیں، تو اچھا ہے۔“

”اپنی کار کی فکر نہ کرو۔ وہ تو ہم نے پہلے ہی دن گیراج میں بند کروا دی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر میں آئیوان تمہارا کھانا لے کر آئے گا۔ کھانے کے بعد تم فوربس سے ملنے چلے جانا۔“

”بہت بہت شکریہ — ویسے میں اب خاصا ذہنی سکون محسوس کر رہا ہوں۔“

”تم ٹھیک ہو جاؤ گے ڈاکٹر ... بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے ... مجھے دراصل تمہاری بڑی سخت ضرورت ہے۔ ڈاکٹر رتھ فورڈ کے مارے جانے کے بعد میں سنجیدگی سے اس پر غور کر رہا ہوں کہ تمہیں اس کی کرسی پر بٹھا دوں ... تم اس ادارے کو اچھی طرح سنبھال سکتے ہو ...“

”مجھے آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں، جناب!“ فاسٹر نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ”لیکن ڈاکٹر رتھ فورڈ کی طرح مجھے بھی مٹی کے کسی پتلے نے قتل کر دیا تو؟“

ڈاکٹر بی سٹار بھونچکا ہو کر فاسٹر کی صورت تکنے لگا۔ فاسٹر کو اس کی آنکھوں میں خوف کی ہلکی سی جھلک نظر آئی۔ لیکن جلد ہی غائب ہو گئی۔ بی سٹار نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی اور مسکرا کر کہنے لگا۔ ”گھبراؤ مت، فاسٹر ... ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے ... اگر تم مر گئے، تو ڈاکٹر رتھ فورڈ کی خالی جگہ کبھی پُر نہ ہو سکے گی۔“

یہ کہہ کر وہ مڑا اور اس نے قوی ہیکل آئیوان کو کچھ اشارہ کیا۔ آئیوان ادب سے پرے ہٹ گیا۔ ڈاکٹر بی سٹار کمرے سے باہر نکلا اور اس کے نکلتے ہی آئیوان نے دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا۔

فاسٹر نے گہرا سانس لیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا لوہے کے اس پلنگ پر جا بیٹھا جو کمرے کے ایک گوشے میں پڑا تھا۔ یہ پلنگ خاصا پرانا، لیکن مضبوط تھا اور یقیناً کسی کباڑ خانے سے خرید کر لایا گیا ہوگا۔ اس پر ایک موٹا سا گدا اور گدے پر گلابی رنگ کی چادر بچھی تھی۔ اس پلنگ کے علاوہ کمرے میں رکھی ہوئی دوسری چیزوں میں دو کرسیاں، ایک ٹوٹے پایوں کی میز اور ایک بک شیلف بھی تھیں۔ بک شیلف میں تیس چالیس کتابیں پڑی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے ان کتابوں کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کتابیں گرد میں

ٹی ہوئی تھیں اور اُن کے اوپر مکڑیوں نے جالے بُن دیے تھے۔ فاسٹر نے وقت گزاری کے
لیے ایک کتاب نکالی۔ کتاب اتنی بوسیدہ ہو چکی تھی کہ اسے کھولتے ہی دو تین ورق ٹوٹ کر
کمرے کے فرش پر بکھر گئے۔ کتاب میں سے عجیب سی بدبو اُٹھ رہی تھی۔ فاسٹر نے گھبرا کر کتاب
جہاں سے اُٹھائی تھی، وہیں رکھ دی۔ اس کے ہاتھ گرد آلود ہو گئے تھے۔ کمرے کے
دوسرے گوشے میں لگے ہوئے بیسن کے نزدیک جا کر اس نے ٹونٹی گھمائی۔ پانی کی پتلی
سی دھار برآمد ہوئی۔ فاسٹر نے ہاتھ دھوئے اور پھر کھانے کا انتظار کرنے لگا لیکن کھانے
سے زیادہ اُسے صرف ہنگرین دیو قامت شخص آئیوان کے تصور سے دہشت ہو رہی
تھی۔ اُس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ عنقریب کوئی اور غیر معمولی واقعہ یا حادثہ پیش آنے
والا ہے۔ اس کے علاوہ اسے یہ احساس بھی ستا رہا تھا کہ آئیوان کے بارے میں ڈاکٹر
نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ کسی نئے آدمی کو وہ اپنے پاگل خانے میں ایسی ذمے داری کی
جگہ نہیں سونپ سکتا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ آئیوان یہاں کا پُرانا آدمی ہوگا اور کسی مصلحت
کے تحت ڈاکٹر بی سٹار نے یہ ظاہر کیا کہ وہ نیا نیا آیا ہے۔ فاسٹر کو اس خطرناک عمارت سے
نکلنے کے لیے بے حد احتیاط اور حاضر دماغی سے کام لینے کی ضرورت تھی اور جلد بازی سے
بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا، بلکہ اُس کی جان کے لالے بھی پڑ سکتے تھے۔ اس نے طے کیا کہ وہ آئیوان
کو رام کر کے اُس سے راز اُگلوانے کی پوری پوری کوشش کرے گا اور اسے بی سٹار کی یہ بات
بھی درست معلوم نہ ہوتی تھی کہ آئیوان انگریزی زبان نہیں جانتا۔"

دروازہ دوبارہ کھلا اور اس مرتبہ اتنی آہستگی سے کھلا کہ فاسٹر کو قطعی خبر نہ ہوئی۔ وہ
اپنے خیالات میں اتنا محو تھا کہ جب آئیوان اُس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ تب فاسٹر نے سر
اٹھا کر اُسے دیکھا۔ آئیوان کا چہرہ سنجیدہ تھا اور وہ بالکل مشینی انسان کی طرح حرکت کر رہا
تھا۔ فاسٹر سے کچھ کہے بغیر اس نے کھانے کی ٹرے آہستہ سے میز پر رکھ دی اور باہر جا کر
دروازہ پھر بند کر دیا۔ آئیوان کے جانے کے بعد دو منٹ تک فاسٹر نے انتظار کیا، پھر
دبے پاؤں چل کر دروازے تک گیا اور کان لگا کر کوئی بیرونی آواز سننے کی کوشش کرنے
لگا۔ باہر خاموشی تھی۔ فاسٹر نے یہ جاننے کے لیے کہ دروازہ یونہی بند ہے یا آئیوان

مقفل کر دیا ہے، اُنگلی کی مدد سے دروازے کو باہر کی طرف دھکا دیا۔ دروازہ بند
پھر فاسٹر نے مزید ہمت کر کے ہتھیلی کا دباؤ دروازے پر ڈالا۔ دروازہ ٹس سے مس
نہ ہوا، تب اُسے یہ جاننے میں دقت نہ ہوئی کہ آئیوان نے دروازہ مقفل کر دیا ہے فاسٹر
واپس آیا، اور اب پہلی بار اُسے شدید بھوک اور پیاس کا احساس بھی ہوا۔ اس نے ٹرے
کا ڈھکن ہٹا دیا۔ ایک پلیٹ میں پانچ سات سلائس تھے۔ ایک پیالے میں کسی سبزی کا سوپ
اور دوسری پلیٹ میں بیف کے روسٹ کیے ہوئے چند ٹکڑے اور دو اُبلے ہوئے انڈے
رکھے تھے۔ بظاہر تمام چیزیں تازہ ہی نظر آتی تھیں۔ کھانے کے ساتھ پانی نہیں تھا
فاسٹر نے پہلا ہی لقمہ لیا تھا کہ دروازہ پھر کھلا اور اس مرتبہ آئیوان پانی کی دو بوتلیں ہاتھ
میں تھامے اندر آیا۔ اُس نے پہلے جیسے مشینی انداز میں دونوں بوتلیں میز پر رکھیں اور باہر
جا کر دروازہ مقفل کر دیا۔ فاسٹر نے اس سے بات کرنے کے لیے پہلے سے جو جملے سوچ رکھے
تھے، وہ دل ہی دل میں رہ گئے۔ آئیوان نے اسے بات کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔

کھانا لذیذ تھا اور کم از کم اس معاملے میں فاسٹر کو ڈاکٹر بی سٹار کا شکر گزار ہونا پڑا۔
کھانے سے فارغ ہو کر فاسٹر پلنگ پر لیٹ گیا اور پاگل خانے سے بھاگ نکلنے کی ممکنہ
تدبیروں پر غور کرنے لگا، لیکن کوئی ایسی تدبیر ذہن میں نہ آئی۔ اوپر کی منزل کے ہر کمرے میں
پاگل مرد اور عورتیں بند تھیں۔ اور بیرونی کھڑکیوں پر آہنی سلاخیں لگا کر اُنہیں قطعی محفوظ
بنا دیا گیا تھا۔ سب سے بڑی رکاوٹ وہ آہنی دروازہ تھا جو ایک خصوصی کنٹرول سسٹم
کے ذریعے کھلتا اور بند ہوتا اور یہ کنٹرول نچلی منزل میں ڈاکٹر بی سٹار کے آفس میں سے کیا جاتا
تھا گویا یہ ڈاکٹر بی سٹار کی مرضی پر منحصر تھا کہ وہ کس کو نیچے آنے یا اوپر جانے کی اجازت دیتا
ہے۔ اس سسٹم کے تحت دیو قامت آئیوان کو بھی وہ اپنے آفس ہی سے انٹر کام کے
ذریعے کنٹرول کرتا تھا۔

آدھ گھنٹے بعد آئیوان کمرے میں داخل ہوا اور اس نے مشینی انداز میں کاغذ کا ایک
پُرزہ فاسٹر کی طرف بڑھایا۔ اس پر چند سطریں لکھی تھیں۔

"اب تم آئیوان کے ساتھ فورلس سے ملنے جا سکتے ہو... بظاہر وہ بے ضرر آدمی ہے

لیکن کبھی کبھی مشتعل بھی ہو جاتا ہے۔ آئیوان سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ یہ شخص میرے
کا تابع ہے، اور تم اس سے اپنی پسند کے مطابق کوئی کام نہیں لے سکتے۔۔۔ زیادہ سو
بند کر دو۔۔۔ سوچنے سے تمہارا ذہنی توازن دوبارہ بگڑ سکتا ہے۔۔۔ تم جب تک یہ
پاس ہو، ہر طرح محفوظ رہو گے اور یہاں سے اِس وقت تمہارا جانا خود تمہارے لیے
پریشانیوں کا باعث بن جائے گا۔ مَیں تمہارے آرام و راحت کا ہر طرح خیال رکھوں
اور یہی بات آئیوان کو سمجھائی گئی ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ کیا پسند کرتے ہو۔ آخر م
پھر واضح کر دوں کہ آئیوان کو ناراض مت کرنا۔۔۔ یہ اچھا آدمی نہیں۔۔ مَیں تمہیں دھمکی نہ
دے رہا۔۔ صرف دوستانہ طور پر آگاہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

اس تحریر کے نیچے ڈاکٹر بی سٹار کے دستخط تھے۔ ایک لمحے کے لیے فاسٹر سنا
میں آ گیا اور بلاشبہ اُس کا ذہنی توازن جواب دینے لگا۔ آئیوان بے حس و حرکت د
ہاتھ سینے پر باندھے اپنی جگہ کھڑا تھا۔ فاسٹر نے دُزدیدہ نظروں سے آئیوان کا جائزہ
وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آئیوان کے چہرے یا آنکھوں میں کس قسم کے تاثرات ہیں
اُس کو اپنے اس مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ آئیوان کے سُرخ چہرے پر کسی قسم
تاثر نہ تھا۔ اُس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ سامنے دیوار پر کسی غیر مرئی شے کو گھور
تھا۔ فاسٹر کو یہ دیکھ کر بے حد تعجب ہُوا کہ آئیوان نے اتنے عرصے میں ایک بار
اپنی پلکیں نہیں جھپکائیں۔ فاسٹر، فوربس کو بھول کر آئیوان کے جائزے اور مشاہدے
میں کھو گیا۔ فی الوقت دو باتیں فاسٹر کے دماغ میں آئیں۔ ایک یہ کہ آئیوان اس کر
ارضی کی مخلوق نہیں۔۔۔ یا کم از کم اس دنیا کا انسان نہیں، ورنہ کون ہے جو پلکیں نہیں جھ
شعوری اور غیر شعوری طور پر ہر انسان جاگتے ہوئے ہزاروں بار یہ عمل دہراتا ہے۔ د
جو بات فاسٹر کے دماغ میں آئی۔ اُس نے فاسٹر کی رگوں کا خون تقریباً خشک کر دیا۔
آئیوان اسی کرۂ ارضی کا انسان ہے تو یقینی بات ہے کہ اس کا سَر میں اوّل تو اپنا د
موجود نہیں، دوم اگر موجود ہے، تو وہ کسی اور کے کنٹرول میں ہے۔ دوسری توجیہہ علم نفسیا
اور جدید ترین سائنس کی روشنی میں قابلِ قبول نظر آئی۔ پھر فاسٹر کا دھیان کاغذ کے پُر

رف گیا جو آئیوان کے ہاتھ ڈاکٹر بی سٹار نے بھیجا تھا۔ اُس میں بعض الفاظ ایسے تھے
ن سے فاسٹر کو گمان نہیں، یقین ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر بی سٹار غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کا
ی ہے اور وہ دوسرے انسانوں کے خیالات بعینہٖ پڑھنے کے قابل ہے۔ آئیوان کے
نے سے پہلے فاسٹر اس عمارت سے نکل بھاگنے کے طریقوں پر غور کر رہا تھا اور اُسے قطعی
اس نہ ہُوا کہ اس کے خیالات کی لہریں ڈاکٹر بی سٹار کے ذہن تک پہنچ رہی ہیں۔ اس کا
طلب یہ تھا کہ ڈاکٹر بی سٹار، ٹیلی پیتھی کا زبردست ماہر ہے۔ اس تصوّر ہی سے فاسٹر کا بدن
سینے میں بھیگ گیا اور اس میں حرکت کرنے کی سکت نہ رہی۔

آئیوان بدستور اپنی جگہ کسی مشینی آدمی کی طرح سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا اپنے سامنے
وار پر کوئی غیر مرئی شے کو پلکیں جھپکائے بغیر گھور رہا تھا۔ فاسٹر کو اب آئیوان کی موجودگی سے
ف محسوس ہونے لگا۔ اپنی تمام تر قوتِ ارادی جمع کر کے وہ اُٹھ کھڑا ہُوا اور آئیوان سے
خاطب ہو کر بولا: "مہربانی کر کے مجھے فوربس کے پاس لے چلو۔"

اُس کا خیال تھا کہ آئیوان اب تو جواب میں کچھ کہے گا، لیکن اُس نے کچھ نہ کہا،
چُپ چاپ وہ مڑا اور دروازہ کھول کر ایک طرف کھڑا رہا۔ فاسٹر کمرے سے باہر آیا اور آئیوان
نے دروازہ مقفل کر دیا، پھر وہ راہداری میں چل پڑا۔ فاسٹر اس کے عقب میں تھا۔ آئیوان نے
ایک بار بھی مڑ کر نہ دیکھا کہ فاسٹر آ رہا ہے یا نہیں۔ جیسے اُسے یقین تھا کہ فاسٹر ضرور آ رہا ہو گا۔
فاسٹر نے دیکھا کہ آئیوان کے قدم راہداری کے فرش پر ایک ہی انداز میں پڑ رہے ہیں، نپے
تلے قدم۔۔ جن میں حیرت انگیز تسلسل قائم تھا۔ وہ تیر کی طرح سیدھا ہو کر چل رہا تھا۔ ایک
ثانیے کے لیے فاسٹر کو یوں لگا جیسے آئیوان چابی سے چلنے والا بہت بڑا کھلونا ہو اور یہ
کھلونا ڈاکٹر بی سٹار نے ایجاد کیا ہو۔

راہداری سے نکل کر آئیوان اُسی رفتار کے ساتھ ایک اور لمبی غلام گردش میں داخل
ہُوا۔ یہاں ہلکی ہلکی تاریکی تھی۔ روشنی سے ایک دم اندھیرے میں آن کر فاسٹر کو کچھ دکھائی
نہیں دے رہا تھا۔ وہ اندھوں کی طرح راستہ ٹٹول کر چلنے لگا۔ پھر اس کی آنکھیں گرد و پیش
کا منظر دیکھنے کے قابل ہو گئیں۔ آئیوان ایک جگہ رُک کر فاسٹر کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر کچھ

کیے بغیر اُس نے دیوار میں بنا ہُوا ایک چھوٹا سا دروازہ کھولا اور فاسٹر کو اندر جانے
کیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب فاسٹر نے اس مشینی انسان کو کوئی اشارہ کرتے دیکھا۔ اس
آنکھیں اب بھی ہر قسم کے تاثرات اور جذبات سے یکسر خالی تھیں۔ فاسٹر نے ایک
کی کہ شاید اس مرتبہ آئیوان اپنا منہ کھولے اور وہ اس کی آواز سُن سکے۔

"فوربس کے پاس شاید مجھے کچھ دیر لگ جائے گی۔ تم واپس جانا چاہو تو چلے
آئیوان نے کوئی جواب نہ دیا اور دوبارہ فاسٹر کو کمرے میں داخل ہونے کا
فاسٹر نے تعمیل کی اور کمرے میں قدم رکھا۔ اس نے اپنے عقب میں دروازہ بند ہونے
کی آواز سُنی۔ پھر آئیوان کے بھاری قدموں کی چاپ آہستہ آہستہ دُور ہوتی گئی۔ فا
جگہ دم بخود کھڑا رہا۔ دفعتاً اُسے یاد آیا کہ جب وہ تہہ خانے میں پڑا تھا، تب وہ کو
تھا جو اُسے چوکور سوراخ میں سے جھانک کر آوازیں دے رہا تھا کیا وہ آئیو
یا کوئی اور؟ اگر وہ آئیوان ہی تھا تو اب اُسے کیا ہُوا جو گونگا بن گیا۔ آواز دینے وا
ڈاکٹر بی ستار بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کی اور آواز دینے والے آدمی کی آواز میں
فرق تھا۔ لامحالہ وہ آئیوان ہی کی آواز ہوگی۔ فاسٹر کی ذہنی قوتیں پھر ماؤف ہونے
اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مکمل پاگل ہو چکا تھا۔

جہاں وہ کھڑا تھا وہاں بھی تاریکی تھی، لیکن اتنی نہیں کہ اُسے نظر نہ آسکے، البتہ
کہنا درست نہ تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی، مشکل سے سات آٹھ فٹ لمبی ا
فٹ چوڑی اس میں کوئی کھڑکی نہ تھی، چھت کے نزدیک ایک چھوٹا سا روشندان
جس میں روشنی کی ہلکی ہلکی کرنیں اندر آنے کی کوشش کر رہی تھیں اور کبھی کبھا
ایک دو جھونکے بھی آجاتے تھے۔ فاسٹر نے دیکھا کہ دروازے کے ساتھ ہی ایک
پر بجلی کا سوئچ لگا ہے۔ بجلی کا یہ سوئچ دیکھ کر فاسٹر کو حیرانی ہوئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر
آن کر دیا۔ چھت میں لگا ہُوا ایک کمزور بلب فوراً روشن ہُوا اور اس کی مدھم زر
میں فاسٹر کو ایک ٹوٹا پھوٹا، بوسیدہ سا لوہے کا پلنگ نظر آیا جس پر ایک سال
گہری نیند سو رہا تھا۔

پہلی نگاہ میں فاسٹر کو یہ آدمی مردہ نظر آیا کہ اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد تھا اور گردن
گیں اُبھری ہوئی تھیں۔ اُس کی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال خاصے بڑھے اور الجھے
ئے تھے۔ جیسے بہت دنوں سے اُن کی اصلاح نہ کی گئی ہو۔ وہ دبلا پتلا اور بہت ہی
ف و نزار شخص تھا۔ فاسٹر نے دبے پاؤں آگے بڑھ کر قریب سے اُس کا جائزہ لیا۔ سوئے
ئے آدمی کے سینے میں سانس کی بہت معمولی آمد و رفت نہ ہوتی تو فاسٹر واقعی اُسے مردہ
خیال کرتا۔ اس کے بدن پر پھٹی پرانی قمیص تھی اور وہ سیاہ رنگ کی پتلون پہنے ہوئے تھا۔
لون بھی گھٹنوں اور پائنچوں سے پھٹی ہوئی تھی۔ سونے والے کا منہ سختی سے بھنچا ہُوا تھا،
ن اُس کے ہونٹوں کے کناروں سے سفید سفید جھاگ نکل رہی تھی۔ فاسٹر کو اس شخص پر
پ ہی آپ ترس آنے لگا۔ اُسے خیال نہیں تھا کہ فوربس ایسی حالت میں ملے گا۔ فاسٹر نے
ربس سے نظریں ہٹا کر کوٹھری کا جائزہ لیا۔ اِدھر اُدھر چند برتن پڑے تھے۔ غالباً ان برتنوں
یں فوربس کو کھانا پانی وغیرہ دیا جاتا ہوگا۔ ان برتنوں کے علاوہ وہاں کوئی اور چیز نہ تھی۔
فاسٹر کو اپنے بیٹھنے کے لیے بھی کوئی جگہ دکھائی نہ دی، لیکن وہ زیادہ دیر کھڑا بھی
نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے احتیاط سے کام لیتے ہوئے وہ فوربس کی پائینتی بیٹھ گیا اور اس
کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ یکایک فوربس کا سانس تیز تیز چلنے لگا اور سینے کے زیر و بم
میں نمایاں فرق نمودار ہُوا۔ فاسٹر ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھ رہا تھا۔ سونے والے کے انداز سے
فاسٹر کو یہ معلوم کرنے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہے۔ پھر فوربس کا
بھنچا ہُوا منہ کھلا اور وہ نیند میں بڑبڑانے لگا۔ پہلے پہل فاسٹر اُس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ
سمجھ نہیں پایا لیکن رفتہ رفتہ فوربس کی آواز اونچی ہوتی گئی۔ اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں
مگر وہ یوں بول رہا تھا۔ جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو:

"قتل ۔۔ قتل ۔۔۔ بچاؤ ۔۔۔ پکڑلو ۔۔۔ قتل ۔۔۔ مَیں نے اُسے نہیں مارا ۔۔۔ مَیں اُسے کیوں قتل
کرتا ۔۔۔ مَیں تو اُس سے محبّت کرتا تھا ۔۔۔"

فوربس کے دانت بجنے لگے اور اُن کے بجنے سے ایسی بھیانک آواز کوٹھری میں
گونجنے لگی جس نے فاسٹر کے اعصاب شکستہ کر دیے۔ فوربس ابھی تک نیند میں بڑبڑا رہا

تھا۔ معاً اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور اپنی گردن پر رکھ لیا۔ پھر اس کے بدن پر لرز
طاری ہوا جس کے بعد اس کا بایاں ہاتھ بھی حرکت کر کے گردن پر آ گیا۔ فاسٹر کو یوں
جیسے فوربس خواب میں کسی کو اپنا گلا گھونٹتے ہوئے دیکھ رہا ہو اور اس وقت سخت
اذیت سے دوچار ہو۔ بولتے بولتے اس کی آواز مدھم پڑ گئی۔ یہاں تک کہ قریب بیٹھے ہو
فاسٹر کو بھی اچھی طرح وہ الفاظ سنائی نہیں دے رہے تھے جو فوربس کے منہ سے ادا ہو
تھے۔ فاسٹر نے بڑھ کر اپنا کان فوربس کے منہ سے لگا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "بھوری آنکھ
بائیں آنکھ کے اوپر تل ہے۔ کالا تل ... سنہری بال ... لمبے لمبے ... ان بالوں میں سونے کی
لگی ہوئی ہے ... ہاں ہاں اماں ... تم ٹھیک کہتی ہو ... یہ تو وہی صورت ہے ... وہی
سفید سفید بازو ... چھوٹے چھوٹے ہاتھ ... اور ... لمبی لمبی انگلیاں ... ناخنوں پر پالش
سرخ رنگ کی پالش ... آہ ... اس کے ہاتھ میں خنجر ہے اماں ... ہاں ہاں خنجر ہی ہے
چمکتا ہوا لمبا سا خنجر ... وہ مجھے مارنے کے لیے آ رہی ہے ... اب ... اس نے میرے اوپر
وار کیا ہے ... میں بچ گیا ہوں۔ میں نے دوسری طرف کروٹ لے لی ہے ... مگر ... وہ اِدھر
طرف آ گئی ہے ... خنجر اس کے ہاتھ میں ہے ... ہائے ... وہ مجھے مار ڈالے گی ... یہ عورت
کوئی چڑیل ہے ... اماں ... اس سے خنجر چھین لو ... خنجر چھین لو ..."

فوربس کے حلق سے یہ الفاظ سرگوشیوں میں برآمد ہو رہے تھے اور اس کے بدن پر لرزہ طاری
فاسٹر سے اب ضبط نہ ہو سکا، اس نے دونوں ہاتھوں سے فوربس کو جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ ا
نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں خونِ کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ فاسٹر دہشت
ہو گیا۔ فوربس ان خونیں آنکھوں سے فاسٹر کو تکتا رہا، پھر اس کی پتلیاں سکڑنے اور پھیلنے
اور آہستہ آہستہ آنکھوں کی سرخی زائل ہونے لگی۔ اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے دہشت
معدوم ہوئے، اس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا۔ اس کام میں فاسٹر نے اس کی مدد کی۔

"کون ... کون ہو تم؟" فوربس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ "اگر تم پولیس ا
یہاں سے نکل جاؤ ... تم لوگوں نے مجھے تباہ کر دیا ہے ... بدمعاش ... سور ... کمینے
تمہیں اب بھی مجھ پر شک ہے کہ برجی کو میں نے قتل کیا تھا؟ خدا تمہیں غارت کر

کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میں نے برجی کو قتل نہیں کیا۔ اس نے تو خود ہی اپنے سینے میں خنجر
گھونپ لیا تھا ..."

فاسٹر نے آہستہ سے کہا: "مجھے معلوم ہے، مسٹر فوربس! ... مجھے معلوم ہے ... تم بالکل
بےقصور ہو ... تم نے برجی کو قتل نہیں کیا تھا ..."

فوربس خوش ہو گیا: "کیا واقعی تم بھی ایسا سمجھتے ہو؟ خدا کا شکر کہ دنیا میں کم از کم ایک
شریف آدمی تو ایسا ہے جو مجھے مجرم نہیں سمجھتا ... ویسے تم ہو کون؟ پولیس والے تم نہیں دکھائی پڑتے۔"

"میں ایک ڈاکٹر ہوں، مسٹر فوربس!" فاسٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اور خاص
طور پر تم سے ملاقات کے لیے لندن سے یہاں آیا ہوں ... میں نے تمہارے کیس کا تفصیل سے
مطالعہ کیا اور مجھے محسوس ہوا کہ تم سے سخت زیادتی ہوئی ہے۔ کسی نے تمہارے بیان پر اچھی
طرح توجہ نہیں دی اور تمہیں برجی کے قتل کا ذمّے دار قرار دے کر یہاں قید کر دیا۔ حالانکہ میں
خوب جان گیا ہوں کہ تم نے یہ واردات نہیں کی تھی ..."

فوربس نے فاسٹر کے دونوں ہاتھ تھام لیے اور کہا۔ "تم آدمی نہیں رحمت کے فرشتے
ہو ڈاکٹر ... دیکھتے ہو ان کم بختوں نے میری کیا گت بنائی ہے ... بھلا میں تمہیں صورت شکل
سے کوئی قاتل نظر آتا ہوں؟ ایسا قاتل جو اپنی بیوی کو قتل کر سکتا ہو؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔
اب یہ بتاؤ تم مجھے یہاں سے کب نکال کر اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔ میں اس منحوس مقام
پر ایک منٹ نہیں رکنا چاہتا۔"

فاسٹر نے فوربس کے شانے پر تھپکی دی۔ "گھبراؤ نہیں ... دو تین پیچیدگیاں ہیں جو جلد
دور ہو جائیں گی، پھر تم آزاد ہو گے اور تمہاری گم شدہ توانائیاں بحال ہو جائیں گی، لیکن اس
کے لیے شرط یہ ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو ... مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔
جو کچھ تمہیں یاد آتا جائے، بیان کرو ... ہو سکتا ہے میں کوئی ایسا نکتہ دریافت کر لوں جس
کی مدد سے تمہارے کیس پر قانونی نقطۂ نگاہ سے دوبارہ غور و خوض کیا جا سکے۔ اگر ضرورت پڑی
تو میں کسی اچھے وکیل کا بندوبست بھی کر دوں گا۔"

فوربس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے۔ یہ آنسو شکر گزاری کے تھے۔

اُس نے فاسٹر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا، مگر فاسٹر نے اپنے ہاتھ جلدی سے ہٹا لیے
مسلسل آنسو بہاتا رہا یہاں تک کہ وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ فاسٹر نے اُسے
اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اسے دل میں اس امر پر سخت ندامت تھی کہ اُس
ایک قابلِ رحم شخص سے دیدہ دانستہ جھوٹ بولا۔ اُسے بتایا کہ وہ صرف اُسی سے ملا
کے لیے آیا ہے اور یہ کہ وہ فوربس کی ہر ممکن مدد کرے گا یہ تو صریحاً جھوٹ تھا۔ ڈاکٹر
اُس نے ایک مریض سے غلط بیانی کی تھی۔ اس احساسِ ندامت سے خود فاسٹر کی آنکھ
بھیگ گئیں۔ کاش! وہ جھوٹا اور دیوانے فوربس کو بتا سکتا کہ خود اس کی حیثیت اس عا
میں محبوس ایک پاگل کی سی ہے لیکن وہ یہ سب کچھ نہیں کہہ سکا اور فوربس ہی کو تسلیا
میں لگا رہا۔ آخر کار فوربس نے اپنے آنسو پونچھے اور نڈھال ہو کر پلنگ پر لیٹ گیا۔ پھر فا
اس کی لرزہ خیز کہانی سننے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

فوربس، انگلستان کے مغربی ساحل پر واقع ایک چھوٹے سے گاؤں کے چھو
سے مکان میں اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ بچپن ہی سے وہ خاصا کند ذہن اور غبی تھا۔
لکھنے کے بجائے اُس کا دھیان کھیل کود میں لگا رہتا۔ اس کا باپ ریلوے میں معمو
تھا اور اس وقت فوربس کی عمر کا آٹھواں برس شروع ہوا تھا کہ اس کا باپ انجن
نیچے آ کر ہلاک ہو گیا۔ اگر اس کی ماں حوصلہ مند عورت نہ ہوتی تو فوربس کو یقیناً کسی
ادارے کے سہارے اپنا بچپن اور پھر جوانی کے دن کاٹنے پڑتے، لیکن ایسا نہیں ہو
فوربس کی ماں محنت مزدوری کر کے اپنا اور اس کا پیٹ پالتی رہی۔ اس نے بڑی کو
کی کہ فوربس اگر لکھنا پڑھنا نہیں چاہتا تو کوئی ہنر ہی سیکھ لے۔ اس مقصد کے لیے
نے اسے مختلف ہنرمندوں کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھایا۔ مگر فوربس تین چا
کام سیکھتا اور پھر آوارگی پر تل جاتا۔ حتیٰ کہ اس کی زندگی کے بائیس برس بیت
اپنے گاؤں میں وہ "بدنصیب فوربس"، "جاہل فوربس" اور "نالائق فوربس" کے القابات
سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ خدا جانے کیسے اُس کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ
سخت منحوس آدمی ہے۔ جس جگہ اس کا سایہ بھی پڑ جائے وہ جگہ ویران اور برباد ہو
ہے۔ لوگ اس سے خواہ مخواہ خوف کھانے لگے فوربس کو دُور سے آتا ہوا دیکھتے، تو

ھوڑ کر پرلی طرف ہو جاتے۔ گاؤں کی کوئی عورت اور کوئی نوجوان اس سے بات کرنے
ادار نہ تھا۔ اس نے اپنی نحوست کا سبب جاننے کی بڑی کوشش کی، لیکن کامیاب
ا۔ پھر وہ دن بھی آیا جب گاؤں والوں نے فوربس کی ماں سے کہا کہ وہ اپنے منحوس
کو کہیں اور بھیج دے، ورنہ وہ لوگ کوئی اور تدبیر کریں گے۔

فوربس کی ماں بے چاری گاؤں کے تمام افراد کا تن تنہا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔
نچہ وہ دونوں ماں بیٹا اپنے گاؤں سے نکلے اور دس بارہ میل دُور واقع ایک اور
میں چلے گئے۔ فوربس اُن دنوں پھیری پر سلے سلائے کپڑے بیچا کرتا تھا۔ بس
کام ایسا تھا جو اسے پسندِ خاطر ہوا۔ مگر سلے سلائے کپڑوں میں کوئی خاص آمدنی نہ تھی۔
ت معمولی کمیشن فوربس کو ملتا اور اسی میں وہ ماں بیٹا اپنی گزر اوقات کرتے۔ فوربس
ماں اب بوڑھی اور کمزور ہوتی جا رہی تھی اور اس کی دلی خواہش تھی کہ فوربس کی جلد
لد شادی ہو جائے۔ لیکن اس جیسے کنگال نوجوان کی شادی اتنی آسان نہ تھی۔ غریب
ب گھرانے میں بھی فوربس کیلیے رشتہ نہ تھا۔ وجہ دراصل یہ تھی کہ وہ بے چارہ شکل سے بھی بیدل
تھا اور عقل و خرد کی بھی اس میں خاصی کمی تھی۔ اس پر ستم یہ ہوا کہ اس سے پہلے گاؤں والوں نے دوسرے
گاؤں کے لوگوں تک یہ بات پہنچا دی کہ فوربس دنیا کا سب سے زیادہ منحوس آدمی ہے۔
ظاہر ہے ایسے منحوس کے ہاتھ میں کون احمق اپنی بیٹی یا بہن کا ہاتھ تھما دیتا۔ یہ تھے وہ حالات
جن میں فوربس جیسے نوجوان کو یقیناً پاگل ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن وہ پاگل نہیں ہوا۔ واقعہ
یہ ہے کہ اس میں پاگل ہونے کی صلاحیت بھی نہ تھی۔

فوربس پر آہستہ آہستہ حزن و ملال طاری رہنے لگا۔ اس کی کوشش یہ ہوتی کہ اپنے
کام سے فارغ ہو کر سمندر کی طرف نکل جائے یا کسی ایسے مقام پر جا بیٹھے جہاں اس کی تنہائی
میں مخل ہونے والا کوئی نہ ہو۔ وہ گھنٹوں سمندر کی لہروں کو اچھلتے مچلتے اور آپس میں ٹکراتے
دیکھا کرتا یا جنگل میں جا کر درختوں اور پودوں سے باتیں کرتا۔ وہ پاگل تو بہر حال نہیں تھا مگر
اس بستی کے لوگ اُسے پاگل ہی کہتے تھے۔ سوائے ایک عورت کے جو اس کی ماں تھی۔ کوئی ماں
اپنے پاگل بیٹے کو پاگل نہیں کہتی، چہ جائیکہ فوربس کی ماں اُسے پاگل سمجھتی۔ وہ تو اپنے بیٹے

سے ازحد محبت کرتی تھی اور سال کے سال باقاعدگی سے فوربس کی سالگرہ منایا کرتی
سالگرہ میں ان ماں بیٹے کے علاوہ کوئی تیسرا فرد شریک نہیں ہوتا تھا۔ فوربس کی سالگرہ
وہ اُسے کپڑوں کا نیا جوڑا پہناتی اور دو تین لذیذ کھانے تیار کرتی۔ پھر وہ کھانا
پر بیٹھے رات گئے تک باتیں کرتے۔

فوربس چالیس کے پیٹے میں پہنچ چکا تھا اور اس کی ظاہری حالت بے حد مایوس کن
سلے سلائے کپڑے پھیری پر بیچنے کا دھندا ختم ہو چکا تھا کہ لوگ خاصے ترقی یافتہ ہو
اب کسی کو کپڑے خریدنے کی ضرورت نہ تھی۔ جگہ جگہ فیشن ایبل درزیوں نے دکانیں کھو
تھیں اور کپڑے کرائے پر بھی آسانی سے مل جاتے تھے۔ چنانچہ اس کا دھندا چوپٹ
اور ایک بار پھر ماں بیٹا فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے۔ فوربس کی جسمانی حالت ایسی نہ تھی
سخت محنت مشقت کا کام کر سکتا۔ مگر کام تو اُسے بہرحال، کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔ رفتہ رفتہ
کی جوڑی ہوئی وہ معمولی سی رقم بھی ختم ہو رہی تھی، جو انھوں نے آڑے وقت کے لیے
تھی۔ اچانک فوربس کو پتہ چلا کہ کسی رئیس کو اپنے اصطبل میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کے
ایک سائیس کی ضرورت ہے۔ یہ کام اس نے کبھی نہ کیا تھا۔ لیکن اس اُمید پر شاید اُ
یہ نوکری مل جائے، اس نے اپنی ماں سے اس رئیس سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔
رئیس کا مکان وہاں سے بیس بائیس میل دُور تھا۔ فوربس کی ماں نے اُسے جانے کی اجازت
دیتے ہوئے کہا کہ دو دن بعد اس کی سالگرہ ہے۔ اُس دن وہ ہر قیمت پر اپنے گھر
آجائے خواہ نوکری ملے نہ ملے۔ اس نے اپنی ماں سے وعدہ کیا کہ وہ سالگرہ والے دن آجائے
اور ساتھ ہی خوشخبری بھی لائے گا کہ اُسے نوکری مل گئی ہے۔

سرما کی وہ ایک اداس شام تھی جب فوربس اپنا ناشتہ رومال میں باندھ کر گھر
سے نکلا۔ اس کے پاس ویسا پختہ مکان نہیں تھا جیسے گاؤں کے دوسرے باسیوں کے
پاس تھے۔ وہ ماں بیٹا تو گھاس پھونس کی بنی ہوئی ایک جھونپڑی میں رہتے تھے۔ اس جھ
کو انھوں نے چھوٹے چھوٹے کمروں میں تقسیم کر لیا تھا۔ دو بیڈ روم۔ ایک باورچی خانہ
غسل خانہ، ایک بیڈ روم میں لکڑی کے تختے بھی لگے ہوئے تھے اور وہاں فوربس

بار وہ یہ سوچ کر پریشان ہُوا کرتا کہ اگر اس کی شادی ہو گئی تو وہ اپنی بیوی کو کیا اسی
جھونپڑی میں رکھے گا۔ اس سوال کا جواب اُسے کبھی نہ ملا۔
ماں فوربس کو دروازے سے کچھ آگے تک رخصت کرنے آئی اور واپس جاتے ہوئے ایک
بار اس نے اُسے یاد دلایا کہ بدھ کی رات اس کی سالگرہ ہے۔ اُس روز وہ ہر صورت میں
لوٹ آئے۔ فوربس نے پختہ وعدہ کیا کہ وہ آجائے گا۔ اس کے بعد اس نے ماں کو واپس
اور خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا رئیس کے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ ان راستوں پر وہ گزشتہ
پینتیس برس سے مسلسل پیدل چل رہا تھا۔ اُسے ایک ایک چپے کا علم تھا کہ کہاں سڑک
ہے اور کہاں کچی۔ کس جگہ گڑھے ہیں اور کدھر سے دلدلی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ اُس
لیے دن اور رات کا سفر ایک تھا۔

فوربس جب گھر سے چلا، تو پیر کا دن تھا اور اُسے بدھ کے روز شام تک واپس آجانا
بیٹے تھا۔ بدھ کی رات ٹھیک دو بجے وہ پیدا ہوا تھا۔ اسی لیے اس نے ماں کو یقین دلایا
تھا کہ وہ بدھ کی رات دو بجے سے پہلے پہلے ضرور واپس آجائے گا۔ لیکن اُسے واقعی اُس
کی بدقسمتی یا نحوست ہی کہنا چاہیے کہ جب بائیس میل کا سفر طے کر کے منگل کی صبح اُس
رئیس کے مکان تک پہنچا تو اسے شدید بخار چڑھا ہوا تھا۔ فوربس کی عمر اب ایسی نہ تھی کہ وہ
بیس بائیس میل کا سفر مسلسل پیدل طے کرے۔ بخار اس سے پہلے بھی کئی بار اُسے آ چکا تھا
لیکن اُس نے کبھی ایسی بیماریوں کی پرواہ نہ کی تھی، چنانچہ اُس مرتبہ بھی فوربس نے بخار کو اہمیت
نہ دی۔ مگر بخار لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتا جا رہا تھا اور آپ اُس بے چارے کی ابتر حالت کا اندازہ
یوں کر سکتے ہیں کہ رئیس کے مکان پر پہنچ کر اُسے معلوم ہُوا کہ جس نوکری کے لیے وہ آیا تھا
اس پر تو ایک دن پہلے ہی آدمی رکھا جا چکا ہے۔ وہ تھکن اور بخار سے سخت نڈھال تھا وہ
گرتا پڑتا اور اپنی قسمت کو کوستا گاؤں کی چھوٹی سی سرائے میں پہنچا اور ایک کوٹھری کرائے
پر لے کر منگل کا سارا دن کبھی سوتا، کبھی جاگتا رہا۔ اس کا ارادہ تھا کہ منگل کی شام تک طبیعت
ٹھیک ہو جائے تو وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑے گا۔ تاکہ بدھ کی دوپہر اپنے گھر میں حسبِ وعدہ
پہنچ سکے لیکن منگل کی شام رات کی تاریکی میں بدل گئی اور اس کا بخار نہیں اُترا۔ سرائے کی

مالکہ ایک عمر رسیدہ عورت تھی۔ اس نے فوربس کی حالت پر ترس کھا کر نہ صرف کرایہ معاف
دیا بلکہ اپنے پاس سے دوا بھی دی اور روٹی بھی کھلائی۔ اس کی حالت بدھ کی دوپہر تک
درست ہو چکی تھی اور وہ فوراً ہی وہاں سے چل پڑا۔ اب وہ شام سے پہلے پہلے اپنے گھر
چاہتا تھا۔

نصف راستہ طے کرنے کے بعد دفعتاً ایسا ہوا کہ آسمان پر چمکتا ہوا سورج غائب
زبردست گھٹائیں اُمڈ اُمڈ کر آنے لگیں۔ طوفانِ باد و باراں کے خوف سے فوربس نے
قدیم عمارت کے کھنڈروں میں پناہ لی۔ بخار کی حالت میں وہ بھیگنا نہیں چاہتا تھا۔
موقع ہوتا تو اسے بھیگنے کی بھی پروا نہ ہوتی۔ مگر اس مرتبہ وہ اپنی ماں کا دل رکھنے کے لیے
کی شب گھر صحیح سلامت پہنچنے کا شدت سے خواہش مند تھا۔ اُس نے ابھی کھنڈر میں
لی ہی تھی کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔

فوربس کا خیال تھا کہ بارش زیادہ سے زیادہ گھنٹہ دو گھنٹہ برسے گی۔ اس کے بعد
وہ اپنا سفر جاری رکھ سکے گا۔ لیکن بارش تو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اس کے تن
کپڑے بھی پورے نہ تھے۔ پیدل چلتا تو بدن گرم رہتا۔ مگر اب شدید بارش کے باعث
بہت زیادہ سرد ہو گیا تھا۔ اُس نے کھنڈر سے نکل کر آسمان کی طرف دیکھا اور لرز گیا۔ یہ
غیر معمولی بارش تھی اور یہ بھی ممکن تھا کہ بارش تھمنے تو رات کو کسی وقت برف گرنی شروع
ہو جاتے۔ اُسے بہر صورت رات دو بجے تک اپنے گھر پہنچنا تھا اور یہ وہ وقت تھا جب
ہوا تھا۔ پچھلے انتالیس برسوں سے اس کی سالگرہ میں ناغہ نہیں ہوا تھا اور اس کی ماں کی
ایک خوشی تھی جسے پورا کر کے اُسے روحانی مسرت ملتی تھی۔

فوربس نے اب تک اپنی ماں کو اس کے سوا اور کوئی خوشی کبھی نہیں دی تھی۔ اس
سے کہ شاید وہ اس مرتبہ وقت پر گھر نہ پہنچ پائے گا، وہ بے حد اداس اور رنجیدہ ہو گیا
نے عالمِ خیال میں اپنی ماں کو دیکھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ سب کچھ بھول گیا
بے تابانہ کھنڈر سے نکل کر وہ بارش میں بھیگتا ہوا دیوانہ وار اپنے گھر کی طرف دوڑنے لگا
لیکن بہت جلد اُسے اپنی رفتار ہلکی کرنی پڑی۔ بارش کا پانی جا بجا جمع تھا اور فوربس اسی پر

راستہ بھول کر کہیں سے کہیں جا نکلا۔ راستہ بھولنے کا احساس اُسے خاصی دیر بعد اس وقت
ہوا جب رات سر پر آگئی اور اس کے ارد گرد اندھیرے نے تیزی سے جال بننا شروع کیا۔
اسے یقین نہیں آتا تھا کہ وہ راستہ بھی بھول سکتا ہے، آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ وہ
شدید سے شدید بارش اور برف باری میں بھی میلوں سفر کرتا رہا تھا۔

بارش میں بھیگ جانے کے بعد فوربس اب چوہے کی طرح کانپ رہا تھا۔ سردی سے
اس کے ہاتھ پیر سُن ہونے لگے۔ اُس نے اِس امید پر گرد و پیش کا جائزہ لیا کہ شاید کوئی
چھوٹی موٹی آبادی نظر آجائے، مگر بے سود۔ ہر طرف ہولناک سناٹا اور ویرانی تھی۔ فوربس نے
خود کو اونچے نیچے ٹیلوں اور خطرناک گھاٹیوں کے درمیان گھرے ہوئے پایا۔ ایک جگہ رک
کر وہ سوچنے لگا کہ یہ کونسا مقام ہے۔ خوب غور کرنے کے باوجود اُسے یاد نہیں آیا، کہ یہ جگہ
اس کے لیے اجنبی ہے یا وہ پہلے بھی یہاں سے گزر چکا ہے۔ اُسے اب جلد از جلد کہیں پناہ
لینی چاہیے تھی، ورنہ رات بھر وہ یوں ہی بھیگتا رہا، تو اس کی موت یقینی تھی۔ آخری کوشش
کرتے ہوئے وہ تین میل اس توقع پر چلا کہ شاید صحیح راستہ دکھائی دے جائے۔ لیکن جوں جوں
وہ آگے بڑھ رہا تھا، راستہ زیادہ دشوار گزار اور نامانوس ہوتا جا رہا تھا۔ یکایک اُس نے بھیڑیوں
کے چلانے کی آوازیں سنیں اور اُس کا رہا سہا خون بھی رگوں میں جمنے لگا۔ اُس نے خونخوار بھیڑیوں
کے بارے میں بہت سی کہانیاں بچپن میں اپنی ماں کی زبانی سنی تھیں کہ کس طرح بھولے
بھٹکے مسافروں پر بھیڑیے حملہ کر کے اُنھیں چٹ کر جاتے ہیں۔ فوربس پوری قوت سے اندھا
دُھند دوڑنے لگا۔ تاہم ہر لمحہ اُسے یہی احساس ہوتا کہ بھیڑیوں نے اس کی بُو پالی ہے اور
وہ اس کے تعاقب میں اپنی لال لال زبانیں نکالے لپکے چلے آرہے ہیں۔

دفعتاً اُس نے ٹھوکر کھائی اور وہ منہ کے بل گرا۔ اس کا سر کسی پتھر سے ٹکرایا اور نگاہوں
کے آگے چنگاریاں سی اڑیں پھر اُس کو کچھ خبر نہ رہی۔

فوربس کو ہوش آیا، تو وہ ایک گہرے گڑھے میں گرا ہوا تھا۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ اس کا
سارا بدن پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور صرف گردن باہر تھی، ورنہ وہ کبھی کا مر چکا ہوتا۔ بارش
تھم چکی تھی اور آسمان پر تارے ٹمٹما رہے تھے۔ اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔

اُس کے سر میں شدید چوٹ آئی تھی اور ماتھے پر ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ لگا کر
دیکھا، پیشانی زخمی تھی اور خون نکل نکل کر جم چکا تھا۔ بڑی مشکلوں سے وہ گڑھے سے باہر نکلنے میں
کامیاب ہُوا۔ اُس کا ذہن تاریک تھا حتیٰ کہ فوربس کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ اُسے گھر پہنچنا ہے۔
غیر شعوری طور پر وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے معًا اس نے کچھ فاصلے پر دیکھا
کہ پتھر کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ اس ویرانے میں یہ عمارت کہاں سے آئی؟
وہ وہیں رُک کر حیرت سے اُدھر تکتا رہا۔ اس کی آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں۔ نظروں
کے سامنے وہ عمارت واقعی موجود تھی اور اس کی کھڑکیوں میں سے روشنی کی ہلکی ہلکی کرنیں
پھُوٹ رہی تھیں۔ فوربس کے قدم بے اختیار اُدھر اُٹھ گئے۔

قریب جا کر اُس نے غور سے عمارت کا جائزہ لیا۔ خاصی پُرانی عمارت تھی، سیاہ پتھر
کی بنی ہوئی ___ اور پتھروں پر بے انتہا کائی جمی ہوئی تھی۔ فوربس نے دل میں کہا چونکہ
اس علاقے میں پہلی بار ہی آیا ہے، اس لیے ممکن ہے یہاں کبھی آبادی رہی ہو۔ اگر آبادی تھی
تو اس عمارت کے علاوہ دوسرے مکان بھی تو ہونے چاہئیں تھے۔ یہ معمّا اُس کا
ذہن کسی طرح حل نہ کر سکا۔ عمارت کے اندر روشنی کا مطلب البتہ اُس کی عقل میں آیا کہ
اس میں ضرور کوئی نہ کوئی رہتا ہوگا۔ گھوم کر وہ صدر دروازے کی طرف گیا۔ دروازہ کھلا تھا۔
اُسے ایک لمبی تنگ سی ڈیوڑھی نظر آئی۔ دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے اپنی
کپکپاتی آواز میں پُکار کر کہا: "کوئی ہے؟... کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"... چند لمحے انتظار
کے بعد اُس نے ذرا زور سے وہی آواز پھر لگائی: "یہاں کوئی شخص موجود ہے؟ میں اندر
آنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

اس مرتبہ فوربس کے کانوں میں ایک ایسی آواز آئی جیسے عمارت کے اندر دروازہ
کھُلا اور بند ہُوا ہو۔ پھر اُس نے قدموں کی چاپ سُنی۔ اُس نے اطمینان کا سانس
لیا اور دل میں سوچا کیا عجب اُسے یہاں رات گزارنے کی اجازت مل جائے۔ ڈیوڑھی
میں روشنی جھلملائی اور اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں قدیم وضع کا شمعدان تھامے
آہستہ آہستہ آرہا ہے۔ اُس نے پیروں میں لکڑی کی کھڑاویں پہن رکھی تھیں اور جب

چلتا تو ان کھڑاؤں سے ایسی آواز نکلتی جیسے کوئی جانور بُری طرح چیخ رہا ہو۔ وہ گھبرا کر پیچھے
ہٹ گیا۔ اتنے میں بوڑھا قریب آیا اور دروازے میں آن کر رک گیا۔ پھر اس نے شمعدان
ذرا اونچا اٹھا کر اُس کی روشنی فوربس کے چہرے پر ڈالی اور بولا:
"کیا تم اپنی مرضی اور خواہش سے اس عمارت کے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہو؟"
"جی... جی ہاں... جی ہاں۔" فوربس نے ہکلا کر کہا۔ "کیا یہ کوئی سرائے ہے؟"
"سرائے؟" بوڑھے نے استفہامیہ انداز میں کہا۔ "ہاں... تم اسے سرائے ہی سمجھو۔
کون ہو تم اور اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟"

فوربس نے اُسے بتایا کہ وہ ایک مسافر ہے۔ بوڑھے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
فوربس نے اُسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔ بوڑھے کے سفید سفید دانت کسی درندے کے
دانتوں کی طرح نوکیلے اور بڑے بڑے تھے۔ اس کا جی چاہا کہ یہاں سے بھاگ جائے مگر کسی نادیدہ
قوت نے اس کے قدم روک دیے۔ اُسے یہ بوڑھا کسی اور ہی دنیا کی مخلوق نظر آرہا تھا۔
"تم بھُوکے بھی ہو اور تمہیں سردی بھی لگ رہی ہے..." بوڑھے نے کہا۔ "اگر تم اندر
آنا چاہو، تو میں تمھیں آرام دہ کمرہ اور کھانا بہت کم قیمت پر فراہم کر سکتا ہوں۔"
آرام دہ کمرہ اور کھانا ___ فوربس کے دل و دماغ میں اُبھرتے ہوئے سارے خدشات
آنِ واحد میں فنا ہو گئے۔ آرام دہ کمرہ اور کھانا ___ بس یہی دو چیزیں اُسے یاد رہیں۔ "باہر سردی
بڑھ رہی ہے... شاید پچھلے پہر برف باری ہو..." اُس کے کانوں میں بوڑھے کی آواز
آئی۔ "اگر تم اپنی مرضی سے اندر آنا چاہتے ہو تو آسکتے ہو..."

فوربس کا اُٹھا ہُوا قدم رُک گیا۔ اُس نے بوڑھے کے منہ سے یہ جملہ تیسری بار سُنا
تھا: "اگر تم اپنی مرضی سے اندر آنا چاہتے ہو، تو آسکتے ہو۔" آخر اس کا مطلب کیا ہے؟
کیا اُسے سرائے کے اندر لے جانے میں بوڑھے کی مرضی اور خواہش کا کوئی دخل نہیں؟
اس کے کُند ذہن میں یہ سوال اس شدت سے اُبھرا کہ وہ ضبط نہ کر پایا۔ اُس نے
ڈیوڑھی کے اندر بڑھا ہُوا اپنا پاؤں پیچھے ہٹا لیا اور کہا: "جناب!... میں بے حد غریب
اور مفلس آدمی ہوں... اگر آپ یہ توقع کر رہے ہیں کہ میرے پاس دینے کے لیے خاصی

بڑی رقم موجود ہے تو یہ آپ کی بھول ہے ... چند پنس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں اور ہاں آپ مجھے صرف ٹھہرنے کی جگہ دے دیں ... کھانا میں نہیں کھاؤں گا..."

بوڑھا اس مرتبہ ذرا کھُل کر مسکرایا اور اس کے لمبے، سفید اور نوکیلے دانتوں کی نمائش ایسی نہ تھی کہ فوربس بدحواس نہ ہو جاتا۔

"نوجوان!... تم کوئی فکر نہ کرو ... میں تم سے کچھ بھی طلب نہ کروں گا ... ویسے میں تمہیں اندر آنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا ... میں کسی کو بھی مجبور نہیں کر سکتا۔ یہ تو آنے والوں کی اپنی مرضی اور خواہش ہے کہ وہ یہاں آئیں ... اس سرائے کا دروازہ پچھلے تین سو برس سے ہر ایک کے لیے کھُلا ہے ..."

فوربس دم بخود رہ گیا۔ پچھلے تین سو برس سے سرائے کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھُلا ہے، یہ بات اُس کی محدود عقل میں نہ سما سکی۔ اس نے صرف اتنا ہی سوچا کہ بوڑھا شاید کچھ اور کہنا چاہتا ہے، لیکن اس کے مُنہ سے نکلتا کچھ اور ہے۔

"یقین کرو نوجوان ... یہ سرائے تین سو برس سے اسی جگہ کھڑی ہے ..." بوڑھے نے دوبارہ کہا۔

آسمان سے برف کے سفید سفید گالے یک لخت گرنے لگے۔ فوربس نے جلدی سے پہلے دایاں اور پھر بایاں پاؤں بھی ڈیوڑھی میں رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ یقیناً گر جاتا اگر بوڑھا لپک کر اُسے سنبھال نہ لیتا۔ فوربس کو یوں لگا جیسے اس نے آگ کو چھو لیا ہو۔ بوڑھا بظاہر کمزور اور ضعیف دکھائی دیتا تھا لیکن اس میں جوانوں کی سی قوت تھی۔ ایک ہاتھ میں شمعدان تھامے اور دوسرے ہاتھ سے فوربس کو کسی بھیڑ بکری کی طرح گھسیٹتے ہوئے وہ اس آسانی سے چل رہا تھا کہ مارے دہشت کے فوربس کا کلیجہ بیٹھنے لگا۔ اُس نے خود کو بوڑھے کی گرفت سے آزاد کرانے کی معمولی سی جدّوجہد کی مگر ناکام ہو کر خود کو بوڑھے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

اب فوربس کو پہلی بار ایک اور عجیب بات کا پتا چلا۔ بوڑھے کے ہاتھ میں قدیم طرز کے شمعدان میں چار سفید موم کی شمعیں روشن تھیں۔ اُسے اچانک یاد آیا کہ جب وہ ڈیوڑھی میں کھڑے باتیں کر رہے تھے، تب زوروں کی ہوا چل رہی تھی ... اس کے باوجود شمعوں کا یکسر گُل ہو جانا تو ایک طرف ... ان میں سے کسی ایک کی لَو تھرتھرائی تک نہ تھی۔ فوربس کو بچپن میں اپنی ماں کی زبانی سُنی ہوئی وہ تمام پُراسرار کہانیاں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں جن میں بد روحوں اور شیطانوں کا ذکر کیا گیا تھا۔

"ڈرو نہیں، مسٹر فوربس! ... یہاں تم ہر طرح محفوظ ہو۔" بوڑھے نے کہا۔ فوربس دنگ رہ گیا۔ اُسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے تو اپنا نام بوڑھے کو نہیں بتایا تھا، پھر اُسے کیونکر معلوم ہو گیا! وہ اس سلسلے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بوڑھے نے دوبارہ کہا: "تم حیران ہو رہے ہو گے کہ مجھے تمہارا نام کیسے معلوم ہوا۔ یہ بہت آسان بات ہے مسٹر فوربس، لیکن تم نہیں سمجھ سکو گے۔ میں بہت سے لوگوں کے بارے میں بہت سی باتیں جانتا ہوں ... دنیا کی بے شمار چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مجھے سب کچھ معلوم ہے ... میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ تم انتہائی مفلس آدمی ہو۔ تمہارا باپ ریلوے میں معمولی ملازم تھا اور تم جب چھوٹے سے تھے، تو وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا۔ تمہاری ماں نے تمھیں پالا ... وہ تم سے بے حد محبّت کرتی ہے، اس وقت بھی میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہارے انتظار میں جھونپڑی کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اس کی نگاہیں گاؤں کی اس پگڈنڈی پر جمی ہوئی ہیں جدھر سے تم آؤ گے ... مگر تم نہیں آؤ گے، مسٹر فوربس! یا یوں کہو کہ اُس وقت نہیں آؤ گے جس وقت کا تمہاری ماں کو انتظار ہے۔ رات کے دو بجے تم پیدا ہوئے تھے اور ہر سال تمہاری ماں سالگرہ منایا کرتی ہے۔"

بوڑھے کی مضبوط اور کسی قدر گرج دار آواز فوربس کے کانوں میں یوں اُتر رہی تھی جیسے پگھلا ہوا سیسہ ... اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی اور ہاتھ پیروں کی جان بس نکلنے ہی والی تھی کہ بوڑھا رک گیا۔ فوربس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں کھڑا ہے۔ بوڑھے نے شمعدان آبنوس کی بنی ہوئی ایک قیمتی میز پر رکھ دیا اور فوربس کو سہارا دے کر کمرے کے درمیان پڑے ہوئے اُس بھاری پلنگ پر بٹھا دیا جس پر نہایت عمدہ اور صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ فوربس نے

دیکھا کہ پلنگ کے سرہانے ایک اونچی کھڑکی ہے اور اس پر سرخ رنگ کا بے حد نفیس
مگر پُرانا پردہ لٹک رہا ہے۔

"مسٹر فوربس... ! کیا تم ڈر رہے ہو"؟ بوڑھے نے پوچھا۔ کمرے میں رکھے ہوئے
شمعدان کی تیز روشنی بوڑھے کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور اس مرتبہ فوربس نے جب
اُس کی جانب نگاہ اٹھائی تو وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اسے ایک لمحے کے لیے بوڑھے کا چہرہ
کسی آدم خور درندے کی مانند نظر آیا جو اپنا بھیانک اور لال لال جبڑا کھولے شکار جھپٹنے
ہی والا ہو، مگر دوسرے ہی لمحے اُس چہرے کی جگہ پھر اُسی بوڑھے کا چہرہ تھا۔

"میرا خیال ہے تم بھوکے ہو اور تھکے ہوئے بھی۔" بوڑھے نے کہا۔ "میں تمہارے لیے
کھانا گرم کر کے لاتا ہوں۔"

"کیا... یہاں... کوئی نوکر نہیں"؟ فوربس نے رُک رُک کر کانپتی آواز میں پوچھا۔
بوڑھے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"آہا ہا ہا!... نوکر کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ میں کسی نوکر کا محتاج نہیں ہوں...
سمجھے مسٹر فوربس!... مَیں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔"

"جی... جی ہاں... آپ صحیح کہتے ہیں۔" فوربس نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اُسے
بچپن ہی میں کسی نے بتایا تھا کہ بدروحوں کی ہاں میں ہاں ملاؤ تو وہ خوش ہو جاتی ہیں
اور کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں۔ بوڑھا نظریں جمائے اُسے گھور رہا تھا۔ یکایک وہ بولا۔
"میں کبھی غلط نہیں کہتا، مسٹر فوربس...! مَیں نے کبھی غلط نہیں کہا۔ تمہی بتاؤ، تمہارے
خاندان کے بارے میں جو کچھ مَیں نے ابھی کہا، کیا وہ غلط تھا۔"

"جی نہیں... جی نہیں... ایک ایک بات سچ ہے... مَیں تو حیران ہوں کہ..."

"مجھے کیسے پتا چلا ان باتوں کا... تم یہی سوچ رہے ہو نا؟" بوڑھے نے دوبارہ قہقہہ
لگایا۔ "یہ بہت معمولی بات ہے، مسٹر فوربس!... اگر تم یہاں میرے پاس رہنے کا وعدہ
کرو تو یہ ہنر میں تمہیں سکھا دوں گا۔ بولو کیا ارادے ہیں۔ یہ وہ ہنر ہے جس کے آگے دنیا
کے علوم و فنون سب ہیچ ہیں۔ تم دِنوں کے اندر اندر دولت مند ہو جاؤ گے۔ دُنیا کی

ہر شے تمہارے قدموں میں ہو گی۔ مَیں جانتا ہوں تمہاری اب تک شادی بھی نہیں ہوئی۔
تمہاری ماں کی بڑی خواہش ہے کہ وہ گھر میں ایک عورت کو لے کر آئے جو تمہاری بیوی ہو۔
بولو، کیا مَیں غلط کہتا ہوں۔ اگر تم یہ ہُنر سیکھ لو گے، تو جس حسین و جمیل عورت کی طرف نگاہ
اٹھاؤ گے، وہ تمہاری ہو جائے گی۔"

فوربس دم بخود تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بوڑھے کو کیا جواب دے۔ ابھی
تک وہ بوڑھے کے بارے میں طے نہیں کر پایا تھا کہ یہ زمینی مخلوق ہے یا آسمانی۔ فوربس
کی کوشش صرف یہ تھی کہ وہ اپنی کسی حرکت سے بوڑھے کو ناراض ہونے کا موقع نہ دے
اور ابھی تک وہ اِس کوشش میں کامیاب نہ رہا تھا۔

دفعتاً فوربس کے کانوں میں گھڑیال کے بارہ بجانے کی تیز آواز آئی۔ یہ آواز یقیناً
اُسی عمارت کے اندر سے آ رہی تھی۔ گھڑیال کی ہر ضرب پر فوربس کو یوں لگتا جیسے یہ ضرب
اس کی کھوپڑی پر لگ رہی ہو۔ پنڈولم کے حرکت کرنے کی آواز بھی اُس کے کانوں تک
بخوبی پہنچ رہی تھی۔ جب گھڑیال نے بارہویں اور آخری ضرب لگائی، تو یک لخت شمعدان
میں رکھی ہوئی چاروں مومی شمعیں مدھم پڑ گئیں اور ان کی روشنی نہ ہونے کے برابر
رہ گئی۔ فوربس کا بدن یہ نظارہ دیکھ کر پتھر سا ہو گیا۔ اُس کی نظریں شمعدان پر جمی ہوئی تھیں۔
پھر اُس نے دیکھا کہ پہلی شمع بجھ گئی۔ اس کے بعد دوسری اور پھر تیسری — حیرت کی
بات یہ تھی کہ موم بتیاں بجھ جانے کے باوجود ان کے سروں سے بل کھاتا ہوا کثیف
دھواں نکلا نہ فوربس کے نتھنوں میں موم کے جلنے کی بُو آئی۔ کمرے میں صرف ایک
موم بتی جل رہی تھی۔ فوربس نے بمشکل گردن موڑے بغیر کن انکھیوں سے بوڑھے کی طرف
دیکھا۔ وہ بھی اس آخری شمع کی ہر لحظہ گھٹتی ہوئی لَو پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ فوربس نے
بوڑھے کی آنکھوں سے عجیب طرح کی شعاعیں نکلتے دیکھیں جیسے وہ شمع کو بجھنے نہ دینا چاہتا
ہو... اُس کی یہ خواہش ہو کہ شمع جلتی رہے... فوربس نے خوفزدہ نظروں سے بوڑھے
کی نظروں کا تعاقب کیا اور بالآخر اُس کی نگاہ بھی شمع پر ٹھہر گئی۔

فوربس نے دیکھا کہ شمع کی لَو اونچی ہونے لگی ہے۔ اونچی ہوتے ہوتے وہ اس قدر

اوپر اُٹھ گئی کہ اس کا شعلہ چھت کو چھونے لگا۔ پھر یہ شعلہ اوجھل ہوگیا۔ حیرت سے
کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اُس نے دیکھا کہ اس کے گاؤں کی طرف جانے والی پگڈنڈی
ایک آدمی لڑکھڑاتا اور گرتا پڑتا چلا آرہا ہے۔ فورلبس کو اُسے شناخت کرنے میں دیر
خدا کی پناہ! یہ تو وہ خود تھا۔ پھر اُسے نظر آیا کہ سامنے ہی اُس کا گھر ہے... اور گھر
ماں ہاتھ میں لالٹین تھامے کھڑی اس کی راہ دیکھ رہی ہے۔ فورلبس نے بے اختیار اپنی
کو آواز دینی چاہی، لیکن آواز منہ سے نہ نکلی۔ وہ پلک جھپکائے بغیر یہ حیرت انگیز اور رونگٹے
کھڑے کر دینے والا تماشا دیکھ رہا تھا۔

یکایک تینوں بجھی ہوئی شمعیں آپ ہی آپ روشن ہوگئیں اور چوتھی شمع کی لو
تو خود بخود گھٹ کر نیچے آگئی جہاں سے اونچی ہوئی تھی۔ فورلبس نے دونوں ہاتھ آنکھوں
پر رکھ لیے اور سسکیاں لے لے کر روتا رہا۔ اُس کے بس میں نہ تھا، ورنہ اُڑ کر ماں تک
پہنچ جاتا۔ دو بجنے میں صرف دو گھنٹے باقی تھے۔ اس نے سوچا کہ ماں نے اُس کے لیے
خاص ڈشیں ضرور تیار کی ہوں گی اور کیا خبر اس نے یہ کھانا تیار کرنے کے لیے گاؤں
کسی سے قرض بھی لیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد فورلبس نے رونا دھونا چھوڑ کر گردن اُٹھائی۔ بوڑھا کمرے سے
کب کا جا چکا تھا۔ شاید کھانا لینے گیا ہوگا اور واقعی ایسا ہوا۔ فورلبس نے بوڑھے کو
سے باہر جاتے دیکھا نہ آتے لیکن ادھر اس نے بوڑھے کے بارے میں سوچا
کہ وہ اُسے کمرے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں پیتل کی بنی ہوئی چمکدار ٹرے
تھی اور ٹرے کے اندر کھانے کی کئی چیزیں سلیقے سے رکھی تھیں۔ بوڑھے نے ٹرے
پر رکھ دی اور فورلبس سے کہا: "کھانا کھالو... پھر مجھے بتانا کہ تم یہ فائدہ مند ہنر سیکھنے
تیار ہو یا نہیں۔"

"کونسا ہنر؟" فورلبس نے پوچھا "مَیں آپ کی بات نہیں سمجھا۔"

"آہا ہا... نہیں سمجھے..." بوڑھے نے سفید سفید دانت چمکائے۔ "ابھی تم نے جو تما
دیکھا ہے، اُسی کا ذکر کر رہا ہوں میرے پاس ایک ہنر ایسا ہے جس کے ذریعے تم

ماضی، حال اور مستقبل بھی آسانی سے دکھا سکتے ہو جیسا کہ تم نے خود دیکھا... یہ وہ
ہنر ہے جو اس وقت پوری دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں... میں تو صدیوں سے تمہارا
انتظار کر رہا ہوں اور تم ہی وہ شخص ہو جسے مَیں یہ فن سکھا سکتا ہوں... بولو کیا کہتے ہو۔ یہ
فن سیکھنے کے بعد تم کسی کے محتاج نہ رہو گے۔ جیسے مَیں ہوں... سب تمہارے محتاج ہوں گے۔"

فورلبس ہونقوں کی طرح بوڑھے کا چہرہ تاک رہا تھا۔ اُس کی عقل میں کچھ نہیں آتا تھا
یہ بات بھی اس کی ذہنی سطح سے بہت اونچی تھی کہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہ رہے گا
سب اس کے محتاج ہوں گے۔ اس کی ناک میں کھانے کی خوشبو پہنچی تو وہ بوڑھے
جواب دینے کی بجائے ٹرے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کھانے میں سے بھاپ اُٹھ رہی
تھی جیسے ابھی ابھی پکایا گیا ہو۔ فورلبس کو تعجب ہُوا کہ اتنی جلد بوڑھے نے کئی قسم کا کھانا
کیونکر پکا لیا... روسٹ کیے ہوئے گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُٹھا کر وہ منہ میں رکھنے
ہی والا تھا۔ کہ بوڑھے نے کہا: "غور سے دیکھو، مسٹر فورلبس اور بتاؤ کہ تمہارے ہاتھ
میں کیا ہے۔" فورلبس نے گوشت کا ٹکڑا منہ سے ہٹایا، اسے غور سے دیکھا اور کہا: "گوشت
ہے اور کیا؟" بوڑھا پھر ہنسا۔ "اب دوبارہ دیکھو۔" اس نے دوبارہ دیکھا۔" اور پھر اس
کے حلق سے زور دار چیخ نکل گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا زندہ چوہا دبا ہُوا تھا۔
اس نے گھبرا کر چوہے کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اس کے دیکھتے دیکھتے چوہا فرش پر پہلے
ادھر اُدھر پناہ کی تلاش میں بھاگا پھر یک لخت نظروں سے غائب ہوگیا۔ بوڑھا فورلبس
کی اس سراسیمگی سے پُورا لطف اٹھا رہا تھا: "تم نے دیکھا، مسٹر فورلبس...؟ یہ کیسا عظیم
ہنر ہے... تم بھی ایسا کر سکتے ہو... اب تم اطمینان سے کھانا کھاؤ اور آرام سے سو جانا۔
دروازہ اندر سے بند کر لینا... یہ شمعدان یہیں چھوڑے جا رہا ہوں... کمرے میں روشنی رہے
گی تو تم گہری نیند کے مزے اٹھا سکو گے اور تمہیں ڈر بھی نہیں لگے گا۔ اور سنو... رات
کے کسی بھی لمحے اس دروازے پر دستک کی آواز سنائی دے، تو خبردار، ہرگز ہرگز دروازہ
نہ کھولنا ورنہ تمہیں نقصان پہنچ جائے گا... اچھا، شب بخیر۔"

اور اس سے پہلے کہ فورلبس کچھ کہے، بوڑھا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس مرتبہ فورلبس

نے اُسے خود کمرے سے باہر جاتے ہوئے اچھی طرح دیکھا۔

بوڑھے کے جانے کے بعد بھی فوربس بستر پہ بیٹھا دروازے کی طرف ٹکٹکی
تکتا رہا۔ اس کا ذہن اتنا ماؤف ہو چکا تھا کہ وہ اب نقل و حرکت کرنے کے قابل بھی
کھانے کی ٹرے یونہی پڑی رہی ... وہ جب بھی کسی چیز کی طرف دیکھتا، اُسے سفید
چوہا دکھائی دے جاتا۔ کیا خبر یہ کھانا ہے یا کچھ اور! ضرور جادو ہے ... ورنہ گوشت کا
کیا ہُوا ٹکڑا سفید چوہا نہیں بن سکتا ... اُس نے سوچا یہ پُراسرار بوڑھا واقعی اسی دنیا
مخلوق ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جادو کا فن جانتا ہے۔ جادو سے ایک زمانے میں
کو بھی بے حد دلچسپی تھی۔ بہت عرصہ پہلے اُن کے گاؤں میں ایک شعبدے باز آیا تھا
نے طرح طرح کے کمالات دکھا کر لوگوں کو حیران پریشان کر دیا تھا۔ پھر لوگوں نے اُسے
سارے سکے اور نوٹ دیے تھے۔ بس اُسی وقت سے فوربس نے اس شعبدے باز کو
آئیڈیل قرار دے لیا تھا۔ شعبدے بازی کا مظاہرہ ختم ہوا تو فوربس اس کے پاس گیا
ڈرتے ڈرتے کہا کہ وہ اس کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ فوربس یہ فن سکھا دے
جواب میں شعبدے باز نے اُسے گالیاں اور دھکے دے کر باہر نکال دیا۔

لیکن اب برسوں بعد فوربس کی دلی تمنا بر آنے کا سامان قدرت نے خود بخود
دیا تھا۔ بوڑھے جادوگر نے جو کمالات فوربس کو دکھائے تھے وہ بے مثال تھے۔
اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر شرط اور ہر قیمت پر بوڑھے کی شاگردی کر کے یہ فن سیکھے
ابھی وہ انھی خیالات میں گم تھا کہ اس نے عمارت کے اندر کسی مقام سے آنے والی
پُراسرار آواز سُنی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے دُور ... بہت دُور ... کوئی بلّی رو رہی ہو۔ فوربس
لپک کر اُٹھا اور اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ دو تین مرتبہ اس نے
آہنی چٹخنی کا جائزہ بھی لیا کہ اچھی طرح بند ہوئی بھی ہے یا نہیں چٹخنی بند تھی۔ اُس
مزید اطمینان کے لیے دروازہ ہلا جُلا کر بھی دیکھ لیا۔ اُسے بوڑھے کی نصیحت خوب
تھی۔ دروازہ بند کر کے وہ پلنگ کی طرف آیا۔ اس کا جی کھانے سے بیزار ہو چکا
ٹرے اٹھا کر ایک گوشے میں رکھ دی۔ شمعدان میں رکھی ہوئی چاروں شمعیں

روشن تھیں۔ فوربس نے دیکھا کہ ان کی روشنی خاصی تیز ہے — اور تیز روشنی میں وہ سونے
کا عادی ہی نہ تھا۔ یوں بھی تیز روشنی ان کی جھونپڑی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ فوربس نے
طے کیا کہ تین شمعیں گُل کر کے صرف ایک شمع روشن رہنے دی جائے۔ یہ سوچ کر وہ شمعدان
کے نزدیک گیا اور پھونک مار کر باری باری شمعیں گُل کرنے ہی والا تھا کہ معاً ایک عجیب
مشاہدہ اس کے سامنے آیا:

چاروں موم بتیاں اتنی دیر سے جل رہی تھیں، لیکن انوکھی بات یہ تھی کہ ان کی جسامت
میں ذرّہ فرق نہیں پڑا تھا۔ ہر موم بتی ویسی کی ویسی ہی تھی۔ جیسے اس کا موم پگھل نہ رہا ہو۔
فوربس دہشت زدہ ہو کر اپنے پلنگ کی طرف واپس آیا۔ سرہانے سُرخ رنگ کا بھاری پردہ
کمرے کی ایک ہی کھڑکی پر لٹک رہا تھا۔ فوربس نے پردہ ہٹا کر کھڑکی کا جائزہ لیا۔ کھڑکی
بند تھی۔ فوربس کا جی چاہا کہ باہر کا منظر دیکھے، چنانچہ وہ پلنگ پر چڑھا، پردہ اس رسی سے
باندھا جو اس مقصد کے لیے پردے کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر فوربس نے کھڑکی
کی چٹخنی کھولی۔ چٹخنی کھولنے سے ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے کوئی جانور تکلیف سے کراہ رہا
ہو ... فوربس ڈر گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے چٹخنی کھُل گئی۔ پھر کھڑکی کا ایک پٹ آپ ہی آپ
آہستہ آہستہ کھلنے لگا ... یخ بستہ ہوا کا تیز جھونکا کمرے میں آیا اور فوربس کے تن بدن
میں تھرتھری سی چھوٹ گئی۔ باہر ابھی تک تاریکی تھی اور برف کے ننھے ننھے سفید روئی
جیسے گالے بڑی تیزی سے آسمان سے گر رہے تھے۔

فوربس نے جلدی سے کھڑکی بند کر کے چٹخنی لگا دی اور پردہ بھی پہلے کی طرح کھول
دیا۔ کمرہ اندر سے خاصا گرم تھا۔ ایک لمحے کیلیے کھڑکی کھول کر فوربس نے سخت غلطی کی تھی۔ اتنی
ہی دیر میں اُس کا بستر بھی ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اُس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں اور اب وہ
گہری نیند سو جانا چاہتا تھا۔ دل ہی دل میں اس نے اپنی ماں سے اس بات کی معافی
مانگی کہ وہ اپنی سالگرہ کی شب وعدے کے مطابق گھر نہیں پہنچ پایا۔ بستر پہ لیٹتے ہوئے
اس نے حسبِ عادت خداوندِ خدا کے حضور دعا مانگی اور پھر پائنتی پڑا ہُوا کمبل اٹھا کر
سینے پر اوڑھ لیا۔

فوربس گرم گرم بستر میں گہری نیند سو رہا تھا اچانک جھٹکے سے اُس کی [illegible]
کمرے میں تاریکی تھی نہ روشنی۔ اُس کے سارے بدن میں جیسے چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں
دل بُری طرح دھک دھک کر رہا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر اُس کے گوشے میں [illegible]
جہاں آبنوسی میز پر شمع دان رکھا تھا۔ وہاں اُسے شمعدان نظر آیا نہ جلتی ہوئی موم بتیاں
نے خیال کیا شاید کسی نامعلوم سبب سے موم بتیاں آپ ہی آپ گل ہو گئی ہوں لیکن
اس کے باوجود کمرے میں اتنی روشنی ضرور تھی کہ وہ اپنے گردوپیش کی اشیا آسانی سے [illegible]
سکتا تھا۔

فوربس نے دوبارہ آنکھیں میچ کر سونے کی کوشش کی۔ مگر... چیونٹیاں سی اب [illegible]
اُس کے بدن پر رینگ رہی تھیں۔ دفعتاً اُسے یہ احساس ہوا کہ اس کے علاوہ بھی کمرے
میں کوئی موجود ہے... کوئی ذی روح... اس احساس کے ساتھ ہی اس کی نیند یکسر
غائب ہو گئی اور اس نے پھر آنکھیں کھول دیں پہلی نظر میں فوربس کو وہاں کوئی ذی روح [illegible]
نہ دیا۔ لیکن اس کی تمام حسیات اُسے بتاتی تھیں کہ ضرور کوئی نہ کوئی موجود ہے... اور [illegible]
اس کے دل کی حرکت جیسے بند ہونے لگی... اس نے پائنتی کی طرف ایک حسین و جمیل
عورت کو کھڑے پایا۔ عورت کا چہرہ برف کی طرح سفید تھا اور ہونٹ کبوتر کے خون [illegible]
سرخ... اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر [illegible]
کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو چیز فوربس کو آدھ موا کر رہی تھی وہ اُس عورت کے دائیں ہاتھ
میں پکڑا ہوا ایک بڑا سا خنجر تھا جس کی دھار کمرے کی نیم تاریکی میں شعلے کی مانند چمک
رہی تھی۔

فوربس نے اپنے پھیپھڑوں کی پوری قوت سے چیخنا چاہا۔ مگر بے سود... اس کے
خشک ہونٹ محض لرز کر رہ گئے۔ گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن کا سارا خون کھینچ کر
جیسے آنکھوں میں آ گیا۔ فوربس نے اُس عورت کی نظروں کی تاب نہ لا کر گردن موڑنا چاہی
لیکن یوں لگا جیسے وہ حرکت ہی نہیں کر سکتا۔ عورت زبان سے ایک لفظ کہے بغیر اسے
گھور رہی تھی۔ یکا یک وہ اپنی جگہ سے ہلی اور آہستہ آہستہ فوربس کے پلنگ کے دائیں

[illegible] آنے لگی۔
فوربس کی نظریں بھی عورت کی حرکت کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔ اب وہ اُسے اچھی
طرح دیکھ سکتا تھا۔ اُس کی عمر چالیس برس ہونے کو آئی تھی۔ اس طویل مدت میں اُس نے
بے شمار حسین و جمیل عورتیں دیکھی تھیں... لیکن اس پُراسرار عورت کو دیکھ کر وہ خوف زدہ ہونے
کے بجائے مبہوت ہو گیا۔ بلاشبہ پہلی بار اس نے جب اس عورت کو خنجر بدست اپنے کمرے
میں پایا، تو اس پر سخت دہشت طاری ہوئی تھی، مگر چند لمحے بعد ہی خوف کی جگہ حیرت
نے لی۔ وہ اتنی حسین تھی جیسے پری... وہی پری جو اکثر ان کہانیوں میں بھی آتی تھی،
جو فوربس کی ماں اُسے بچپن میں سنایا کرتی تھی، اور آج وہ اپنے سامنے ایسی ہی ایک
پری کو دیکھ رہا تھا۔

وہ دبے پاؤں جیسے ہوا پر چلتی ہوئی فوربس کے دائیں جانب کچھ اور نزدیک آئی۔
اس کا دایاں ہاتھ اُٹھا ہوا تھا اور خنجر کے دستے پر اس کی لمبی لمبی سفید نرم و نازک
سی انگلیاں اچھی طرح جمی ہوئی تھیں۔ فوربس نے دیکھا کہ اُس کے کھلے اور لمبے بال سنہری
ہیں، آنکھوں کا رنگ ہلکا بھورا اور ان میں بے پناہ چمک، بائیں آنکھ کے پاس ایک
ننھا سا کالا تل... چشم زدن میں فوربس نے یہ نشانیاں دیکھیں اور اپنے ذہن میں بٹھالیں۔
ابھی تک عورت نے اُسے مسلسل گھورنے کے علاوہ زبان سے ایک لفظ نہ کہا تھا...
فوربس کے سرہانے آن کر وہ رُکی اور اُس نے خنجر والا ہاتھ تھوڑا سا اوپر اٹھایا۔ خنجر کی چمکتی
ہوئی دھار سے فوربس کی آنکھوں میں چکا چوند سی پیدا ہوئی۔ خنجر کی نوک کا رخ عین
اس کے سینے کی طرف تھا۔ فوربس نے بڑی مشکل سے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دی اور
اُسے اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اس کا خیال تھا کہ عورت خنجر کا وار اُس کی گردن پر کرنا چاہتی
ہے۔ لیکن عورت نے اسی لمحے خنجر کا وار فوربس کے سینے پر کیا۔ غیر شعوری طور پر فوربس
نے جلدی سے بازو پرے ہٹایا اور خنجر تکیے پر پیوست ہو گیا... اس کا دستہ ابھی تک
عورت کے ہاتھ میں تھا اور اس کی دھار سے فوربس کے دائیں بازو کا فاصلہ ایک انچ
سے زیادہ نہ تھا... فوربس اگر پرے ہٹنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کرتا، تو یقیناً وہ

آب دار خنجر اس کے سینے میں دستے تک اُتر چکا ہوتا۔ فوربس کی نظریں مسلسل حملہ آور پر
پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ خنجر کا خوبصورت دستہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ہے اور
اس پر عجیب و غریب نقش و نگار سے کندہ ہیں۔ عورت نے آہستہ آہستہ تکیے میں سے خنجر کھینچا
اسی اثنا میں فوربس نے عورت کے دائیں بازو کا جائزہ بھی لے لیا تھا۔ اُسے یہ دیکھ کر
سخت ڈر لگا کہ عورت کے مرمریں اور سڈول بازو پر ایک ننھا مُنا کالا سانپ لپٹا ہوا ہے
پہلی نگاہ میں فوربس کو یہ محض بے جان تصویر کی مانند دکھائی دیا تھا۔ مگر یہ سانپ زندہ تھا
اور اس کی ننھی سی سرخ زبان بار بار منہ سے نکلتی اور واپس جاتی تھی۔ تکیے میں سے خنجر نکال
کر عورت اُلٹے قدموں چلتی ہوئی فوربس کی پائنتی کے پاس واپس آئی اور وہاں سے
بائیں جانب آنے لگی۔ اس مرتبہ بھی خنجر اُس نے اوپر اٹھایا۔ اس کی نظریں برابر فوربس کے چہرے
پر جمی تھیں اور یہی کیفیت فوربس کی بھی تھی۔ وہ عورت کو بائیں جانب آتے دیکھ رہا تھا مگر
بے حس و حرکت اُسی طرح لیٹا رہا۔ عورت نے دفعتاً فوربس کے سینے پر دوبارہ خنجر کا وار کیا
فوربس پہلے سے منتظر تھا۔ وہ جھٹ دائیں طرف سرک گیا۔ خنجر نیچے آیا اور اس مرتبہ سینے
میں پیوست ہونے کے بجائے روئی کے بنے ہوئے اُس موٹے سے گدّے میں لگا جو
پلنگ پر بچھا ہوا تھا۔

عورت اور فوربس کے مابین اب ایک فٹ سے زیادہ دُوری نہ تھی۔۔۔ فوربس نے
اس قدر نزدیک پا کر پتھرا گیا تھا۔ تیسری بار اگر وہ اُسے مارنا چاہتی تو آسانی سے ایسا کر سکتی
تھی کہ فوربس میں اب اپنے بچاؤ کیلیے مزید حرکت کرنے کی ہمت ہی باقی نہ تھی، لیکن
ایسا نہ ہوا۔۔۔ عورت نے پہلے کی طرح خنجر گدّے سے نکالا اور اُسے اس لبادے کے
کہیں چھپا لیا جس سے اُس نے اپنا بدن ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ پرے ہٹنے
لگی اور فوربس کی پائنتی جا کھڑی ہوئی۔ اس کی چمک دار آنکھیں اب بھی فوربس کے چہرے
پر تھیں اور اس نے ایک بار بھی پلک نہیں جھپکائی۔

یکایک گھپ اندھیرا چھا گیا اور سردی کی ایک ناقابلِ برداشت لہر فوربس کی ریڑھ
کی ہڈی میں اُتر گئی۔ اس کے حلق سے ہولناک چیخیں نکلنے لگیں۔ پھر اُسے صرف اتنا یاد

ہے کہ کمرے میں آبنوسی میز پر رکھے ہوئے شمعدان کی چاروں موم بتیاں جل رہی تھیں اور
اس کے کان رات کے وقت گھڑیال کے دو بجانے کی آواز سُن رہے تھے۔

فوربس کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پسینہ ہی پسینہ تھا اور حلقوں
میں دھنسی ہوئی زرد، بے نور آنکھیں بار بار کھلتی اور بند ہوتی تھیں۔ فاسٹر نے ایسی عجیب و
غریب کہانی پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ اس نے اس دوران میں ایک مرتبہ بھی فوربس کو روکنے
ٹوکنے کی کوشش نہ کی۔ حالانکہ کئی موڑ کہانی میں ایسے آئے جہاں فاسٹر نے بے اختیار
کوئی سوال کرنا چاہا تھا، لیکن فوربس اس محویت کے عالم میں کہانی کہہ رہا تھا کہ فاسٹر نے
اس کا تسلسل توڑنا مناسب نہ جانا۔

”ڈاکٹر!۔۔۔ مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔۔۔“ فوربس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ فاسٹر
نے جلدی سے فوربس کی کوٹھری میں اِدھر اُدھر اس توقع پر دیکھا کہ شاید پانی کسی برتن
میں مل جائے۔ مگر وہاں پانی نہ تھا۔ اُسے ڈاکٹر بی سٹار پر سخت طیش آیا۔ یہ کیسے بے رحم
اور سفاک لوگ ہیں۔۔۔ مریضوں کی کوٹھریوں اور کمروں میں پینے کا پانی تک نہیں رکھتے
اس نے گہرا سانس لے کر فوربس سے کہا: ”ذرا صبر کرو دوست! میں باہر جا کر تمہارے
لیے پانی لاتا ہوں۔“

اتنے میں فوربس کی کوٹھری کا چھوٹا سا دروازہ باہر سے کھلا اور ایک مضبوط بازو
اندر آیا۔ اس بازو پر بال ہی بال تھے اور بازو کی چوڑی ہتھیلی کے عین وسط میں پانی
کا گلاس دھرا تھا۔ فاسٹر کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اس نے فوراً پہچان لیا۔
یہ بازو اور یہ ہتھیلی اُسی دیو قامت شخص آئیوان کی تھی۔۔۔ لیکن آئیوان کو کیسے پتہ چلا کہ
فوربس نے پانی مانگا ہے اور فاسٹر پانی لینے کے لیے کوٹھری سے باہر جانے کا ارادہ
کر رہا ہے؟ کھلے دروازے میں سے فاسٹر کو آئیوان کا قوی ہیکل جسم اور بد ہیئت
چہرہ صاف نظر آیا۔ یقیناً ان دونوں میں ایک شخص ضرور ٹیلی پیتھی کا ماسٹر ہے۔۔۔ فاسٹر
نے سوچا۔ ڈاکٹر بی سٹار یا یہ آئیوان۔۔۔ ورنہ یہ ممکن ہی نہیں کہ اِدھر منہ سے بات نکلے
اُدھر دوسروں کو خبر ہو جائے۔ معاً ایک اور خیال فاسٹر کے ذہن میں نمودار ہوا۔ کوئی بھی

شخص ٹیلی پیتھی یا مائنڈ ریڈنگ کا کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو، یہ ناممکنات میں سے ہے کہ وہ اس کی اتنی باریک اور ادق جزئیات سے بھی آگاہ ہو۔ اس کا مطلب یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس عمارت کے اندر جابجا زود حس چھوٹے چھوٹے مائکروفون لگا رکھے ہوں، اس خیال سے فاسٹر کو ایک طرف اطمینان ہوا، تو دوسری طرف خوف بھی طاری ہو گیا، اگر دوسرا قیاس درست ہے۔ تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آئندہ گفت و شنید کے مراحل بے حد احتیاط سے طے کیے جائیں۔

آئیوان کی ہتھیلی سے پانی کا گلاس اٹھا کر فاسٹر نے فوربس کے منہ سے لگایا اور اس نے واقعی ایک ہی گھونٹ پانی پیا۔ فاسٹر گلاس واپس کرنے کے لیے دروازے کی طرف مڑا تو دروازہ بند ملا۔ آئیوان جا چکا تھا۔ فوربس نے احسان مند نظروں سے فاسٹر کی طرف دیکھ کر کہا:

"ڈاکٹر! میں تمہارا ممنون ہوں ۔۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے میری کہانی سنی اور اس پر یقین کر لیا۔"

"ہاں مسٹر فوربس ۔۔ میں نے تمہاری داستان سنی، یہ نہایت پراسرار اور چونکا دینے والی داستان ہے ۔۔ مگر ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ تم مجھے یہ بتا رہے تھے کہ اس شب جبکہ تمہاری سالگرہ تھی۔ تین سو برس ایک پرانی عمارت میں کسی حسین و جمیل عورت نے تم پر خنجر سے حملہ کیا اور تمہیں ہلاک کرنا چاہا ۔۔۔ وہ عورت اپنے مقصد میں ناکام رہی اور پھر غائب ہو گئی ۔۔ کیا یہیں تک پہنچے تھے تم؟ اب غور سے میری بات سنو اور دیکھو ناراض مت ہونا ۔۔۔ مجھے یہ بتاؤ، کیا تمہیں اچھی طرح یقین ہے کہ تم نے اس شب کوئی بھیانک خواب نہیں دیکھا تھا۔ بعض اوقات انسان خواب دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے ۔۔۔ تمہارے ساتھ ایسا تو نہیں ہوا؟"

فوربس کی آنکھیں یک دم حیرت اور غصے سے پھیل گئیں ۔۔ پتلیاں پہلے سکڑیں پھر اپنی جگہ واپس آ گئیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے فاسٹر کا یہ سوال پسند نہیں آیا۔ اس نے اظہارِ خفگی کے طور پر منہ پرے کر لیا اور آنکھیں بند کر لیں جیسے اسے نیند آ رہی ہو۔ فاسٹر نے

چند ثانیے جواب کا انتظار کرنے کے بعد دہرایا:

"مسٹر فوربس ۔۔۔ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو ۔۔۔"

"وہ خواب نہیں تھا، ڈاکٹر! ۔۔ خواب نہیں تھا ۔۔" فوربس پلٹ کر چلایا۔ اب اس کی آنکھوں کا زرد رنگ بدل کر سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا لب و لہجہ بھی پہلے جیسا نحیف نہ تھا۔ فاسٹر کو اس وقت فوربس بالکل نئے روپ میں نظر آ رہا تھا۔ خونیں نگاہوں سے فاسٹر کو گھورتے ہوئے وہ پھر چیخا: "میں جو اتنی دیر سے بکواس کر رہا ہوں۔ کیا اس لیے کہ تم میرا مذاق اڑاؤ؟ ۔۔ مہربانی کر کے یہاں سے دفان ہو جاؤ ۔۔ میں اب تمہاری صورت دوبارہ دیکھنے کا روادار نہیں ہوں ۔۔۔ نکل جاؤ یہاں سے ۔۔۔"

فاسٹر اسی طرح بیٹھا مسکراتا رہا۔ فوربس دیر تک بڑبڑانے کے بعد نرم آواز میں بولا
"جاؤ مسٹر ۔۔! میری جان چھوڑ دو ۔۔ میں تو پہلے ہی مر رہا ہوں ۔۔۔ اب تم مجھے کیوں مارنے پر تلے ہوئے ہو ۔۔۔ اگر تم پہلے ہی بتا دیتے کہ میری کہانی پر یقین نہیں کرو گے، تو میں کیوں خواہ مخواہ اپنی زبان تھکاتا؟ تم ۔۔۔ ڈاکٹر لوگ ۔۔ سخت سفاک اور بے رحم ہو جاتے ہو ۔۔ تمہیں ہر شخص جھوٹا اور فریبی نظر آتا ہے۔ بس ساری دنیا میں ایک تم ہی سچے ہو ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ یہاں سے غارت ہو جاؤ ۔۔۔ جھوٹوں کے پاس مت بیٹھو ۔۔"

"تم ناراض ہو گئے، مسٹر فوربس ۔۔۔ حالانکہ اس میں ناراضگی کی کوئی بات ہی نہیں۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں اور میرا فرض ہے کہ اپنے مریض کی خیر خواہی کے لیے ہر وہ بات اس سے پوچھوں جو میری معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ مریض کے علاج معالجے میں آسانی پیدا کر سکے۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ ہر انسان کبھی نہ کبھی اچھے، برے خواب دیکھتا ہے۔"

فوربس منہ کھولے فاسٹر کی باتیں سنتا رہا۔ فاسٹر نے اپنی تقریر جاری رکھی: "میں نے بھی بارہا ڈراؤنے خواب دیکھے ہیں اور بعض اوقات یہ خواب اتنے اثر انگیز ہوتے ہیں کہ ان پر حقیقت کا گمان ہونے لگتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے جو کچھ دیکھا، وہ یقینی طور

پر خواب ہی ہوگا۔ یہ محض میرا ایک خیال ہے ...“

فوربس پہلی بار مسکرایا۔ ”وہ خواب ہرگز نہیں تھا، ڈاکٹر۔ میں نے جو کچھ دیکھا، وہ بالکل
ہی تھا جیسے میں تمہیں اپنے سامنے بیٹھا دیکھ رہا ہوں ...“

”خیر خیر... اس بحث کو چھوڑو اور اب مجھے یہ بتاؤ کہ پھر کیا ہُوا؟“

”پھر کچھ نہیں ہُوا ڈاکٹر... پھر کیا ہوتا؟“ فوربس نے یوں کہا جیسے اُسے کچھ نہ ہونے
افسوس ہو رہا ہو۔ فوربس کو اس کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ یوں ہے۔

فوربس کو ہوش آیا، تو اس نے خود کو اسی ویرانے میں پڑے پایا۔ بارش اور برف
کسی حد تک تھم چکی تھی۔ آخیر رات تھی اور کوئی دم میں صبح ہونے والی تھی۔ وہ بڑی مشکل
سے اُٹھا اور اِدھر اُدھر حیران کُن نظروں سے دیکھنے لگا۔ تین سو سال پُرانی اُس عمارت
کوئی نشان اُسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اُس کے کپڑے ابھی تک بھیگے ہوئے تھے اور وہ ٹھنڈ
سے کانپ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا: شاید کوئی بھیانک خواب تھا...
لیکن... نہیں... یہ خواب نہیں ہو سکتا... خواب اتنا واضح، صاف اور تسلسل سے ہرگز نہیں
دیکھا جاتا... اگر یہ خواب ہی تھا تو اُسے ایک ایک بات کیسے یاد تھی؟ وہ بوڑھا... وہ
شمعدان، کھانے کی ٹرے ... پھر شمع کی لَو میں اپنے گھر کا منظر دیکھنا، اس کے بعد گھڑیال
کے بارہ بجانے کی آواز سُننا... اس کا گہری نیند سونا... پھر اُس حسینہ کا خنجر ہاتھ میں لیے
نمودار ہو کر فوربس پر حملہ کرنا ... اور یک لخت گھڑیال کا رات کے دو بجانا ... یہ ساری باتیں
خواب تو نہیں تھیں۔ اس وقت بھی اُسے اُس عورت کا حلیہ اچھی طرح یاد تھا... ایک ٹیلے
کے قریب بیٹھ کر وہ دیر تک گُم سُم سوچتا رہا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ مگر اس کے سوچنے سے
کچھ بھی نہ ہُوا۔ تھوڑی دیر بعد مشرقی اُفق روشن ہوا اور صبح کا اُجالا پھیلنے لگا۔ فوربس کا بدن سخت
ابتر حالت میں تھا اور ایک ایک رگ پٹھا فریاد کر رہا تھا۔ معاً اُسے اپنی ماں یاد آئی۔ شاید
وہ اب بھی جھونپڑی کے دروازے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ فوربس اپنی ساری جسمانی
تھکن بھول کر بے تابانہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اب وہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر ماں کو بتانا چاہتا تھا کہ
اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا اور وہ کوشش کے باوجود وقت پر گھر کیوں نہیں پہنچ سکا

تھا۔ فوربس کا خیال تھا کہ ماں یہ عجیب و غریب واقعہ سن کر حیران رہ جائے گی۔

ویرانہ عبور کرتے ہی فوربس کو وہ سڑک دکھائی دی جس پر وہ گزشتہ تیس پینتیس برس
سے پیدل چل رہا تھا۔ سڑک دیکھ کر اُسے اطمینان ہُوا تاہم اس کے ذہن میں یہ خلجان باقی رہا
کہ یہ ویرانہ کہاں سے آ گیا۔ آخر وہ اتنے برس سے اس تمام علاقے میں گھوم رہا ہے پہلے اس
کا گزر اس ویرانے سے کبھی نہیں ہُوا تھا اور وہ تین سو سال پرانی عمارت! ہو سکتا ہے یہ عمارت
وہاں کہیں موجود ہو... پھر کسی وقت دن کی روشنی میں ادھر آئے گا اور یہ عمارت تلاش کرنے
کی کوشش کرے گا۔

ماں بلاشبہ جھونپڑی کے باہر زمین پر بیٹھی فوربس کی راہ تک رہی تھی۔ ماں کو دیکھتے ہی
فوربس بھاگا اور اس سے لپٹ گیا۔ ماں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اس نے فوربس کو
سینے سے لگایا اور بھرّائی ہوئی آواز میں بولی: ”فوربس! کہاں تھے تم؟ کیا تمہیں یاد نہیں رہا
کہ گزشتہ شب تمہاری سالگرہ تھی اور تمہیں گھر میں ہونا چاہیے تھا؟“

”بتاتا ہوں ماں، سب کچھ بتاتا ہوں۔“ فوربس نے کہا۔ پھر وہ دونوں جھونپڑی میں گئے
اور فوربس نے سارا قصہ ماں کو سنا دیا۔ فوربس کی داستان سُن کر ماں کا رنگ ہلدی کی طرح
زرد پڑ گیا... اُس نے ایک بار بھی فوربس کے بیان کا تسلسل نہیں توڑا اور نہ کوئی سوال کیا
جب وہ خاموش ہوا، تب ماں نے لرزتی آواز میں پوچھا:

”کیا تمہیں یاد ہے، وہ عورت کس وقت تمہارے کمرے میں آئی تھی؟“

”ہاں... اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ گھڑیال کے دو بجانے کی آواز میں نے
خود سُنی تھی۔“

ماں کا چہرہ یہ سُن کر مزید پیلا پڑ گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ فوربس
نے پریشان ہو کر کہا: ”کیا بات ہے ماں؟ تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟ ہو سکتا ہے میں نے
کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو... ایسے خواب تو آتے ہی رہتے ہیں۔ اس میں اتنا ڈرنے کی
کیا ضرورت ہے؟“

ماں نے اسے دوبارہ سینے سے لگایا اور بولی: ”فوربس! جو کچھ تم نے دیکھا، خدا کرے

وہ خواب ہی ہو، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ خواب نہیں تھا... حقیقت تھی۔"

فورلبس بدحواس ہو گیا: "کیا کہتی ہو ماں! وہ خواب نہیں تھا؟"

"ہاں بیٹا!... مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے کہ ضرور کوئی ناگہانی آفت ہم پر نازل ہونے والی ہے۔ بدھ کی رات، دو بجے تم پیدا ہوئے تھے اور ٹھیک دو بجے اس عورت نے تم پر خنجر سے وار کیا..."

ماں دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر زار و قطار رونے لگی اور فورلبس بھی اس کے ساتھ رو پڑا۔ دیر تک رونے دھونے کے بعد وہ چپ ہوئے تو ماں نے کہا: "بیٹا! میرا دل کہتا ہے کہ میں اب زیادہ دن نہ جیوں گی۔ کاش! میں مرنے سے پہلے تمھاری شادی کر سکتی۔ اب تم ایسا کرو کہ اُس عورت کا پورا حلیہ کسی شخص کو بتا کر ایک کاغذ پر لکھوا لاؤ۔ یہ کاغذ سنبھال کر رکھنا۔ شاید تمھیں اس کی ضرورت پڑے گی۔ اگر تمھیں کبھی اس حلیے کی عورت ملے اور تم سے شادی کے لیے رضامند ہو جائے، تو اس عورت سے ہرگز ہرگز شادی نہ کرنا..."

فورلبس کو دل ہی دل میں اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ اپنی بوڑھی ماں کو عجیب وہم میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس نے ماں کو سمجھانے بجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن ماں بضد رہی کہ وقت ضائع نہ کرو، فوراً اس عورت کا حلیہ کاغذ پر لکھوا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ گاؤں کے پادری کے پاس گیا اور خنجر بدست عورت کا حلیہ لکھوا کر لے آیا۔ پادری نے اس سے پوچھنا چاہا کہ یہ عورت کون ہے اور حلیہ لکھوانے کا کیا مقصد ہے، مگر فورلبس نے ٹال دیا۔ ماں نے کاغذ کا وہ پرزہ لوہے کے اس واحد صندوقچے میں رکھ کر مقفل کر دیا جس میں اس کے روپے پیسے وغیرہ رکھے رہتے تھے۔

وقت گزرتا گیا۔ فورلبس کی نحوست کے دن ختم ہو گئے۔ اب وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا، کامیابی ہوتی۔ بہت تھوڑے عرصے میں اس نے اپنے گھر کی حالت بدل ڈالی۔ جھونپڑے سے نکل کر دونوں ماں بیٹا ایک پختہ اور نئے مکان میں منتقل ہو گئے۔ فورلبس نے کپڑے کی تجارت شروع کر دی تھی اور بالآخر اُس نے گاؤں کی مارکیٹ میں اپنی دکان خرید کر لی۔ اس وقت اس کی عمر پینتالیس سال ہو چکی تھی اور اُسے مالی پریشانی نہ تھی، تاہم اس کی خواہش تھی کہ

اس کی اب بھی شادی ہو جاتی تو اچھا ہے وہ اپنی زندگی میں شدت سے یہ خلا اور تنہائی محسوس کرنے لگا تھا۔ ماں نے پھر فورلبس کی شادی کے لیے کوششیں کیں۔ مگر ناکام رہی۔ کون ایسی عورت ہوتی جو پچاس سال کے ادھیڑ عمر، بدصورت فورلبس سے شادی کر لیتی۔

ایک شام کا ذکر ہے، ماں کی طبیعت اچانک بگڑنے لگی۔ فورلبس نے کہا کہ وہ ابھی دوا لے کر آتا ہے۔ وہ جلدی سے کیمسٹ کی دکان پر پہنچا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا کہ باہر آنے والی ایک عورت سے بدحواسی میں ٹکرا گیا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر عورت کو دیکھا اور معذرت کے لیے الفاظ تلاش کرنے ہی والا تھا کہ معاً اس کے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں اور اُسے دکان کے در و دیوار، چھت اور فرش گھومتے ہوئے نظر آئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ عورت وہیں کھڑی فورلبس کو متجسس نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ فورلبس لڑکھڑا کر گرنے ہی والا تھا کہ عورت نے ہاتھ بڑھا کر اُسے سہارا دیا۔ فورلبس کی نگاہ اس کے مرمریں سڈول برہنہ بازو پر پڑی۔ بازو پر چھوٹے سے سانپ کی تصویر بنی تھی۔

فورلبس اپنی لرزہ خیز کہانی سناتے سناتے یک لخت رک گیا۔ فاسٹر دم بخود تھا۔ فورلبس کی کہانی نے فاسٹر کے دل و دماغ میں ایک عجیب ہیجان سا برپا کر دیا تھا۔ فورلبس اتنی سادگی اور معصومیت سے اپنا قصّہ کہہ رہا تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی فاسٹر کو یہ شبہ نہیں گزرا کہ اس قصّے میں حقیقت کا عنصر کس قدر ہے اور وہم و گمان کس قدر۔ اُسے فورلبس جیسے مجہول شخص سے یہ توقع بھی نہ تھی کہ وہ من گھڑت واقع سنائے گا۔ خود فورلبس کی جو ظاہری حالت کہانی سناتے وقت فاسٹر نے دیکھی، اُس کی بنا پر اُسے یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوئی کہ واقعات اصل میں کچھ ہی رہے ہوں، فورلبس اُنہیں یوں دیکھتا رہا جیسے وہ بیان کر رہا تھا۔ فاسٹر نے اُسے جھٹلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جھٹلانے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ ہر پاگل اور مخبوط الحواس شخص اپنی وضع کردہ ایک الگ دنیا میں رہتا ہے اور اس دنیا میں وہ جو کچھ دیکھتا یا سنتا ہے، اُسے سچ مان لیتا ہے۔ اُس کے پاگل پن کی حد دراصل وہاں سے شروع ہوتی ہے، جب وہ اس تصوراتی اور خیالی دنیا کے واقعات دوسروں کو سنا کر اُن سے بھی یہ توقع کرنے لگتا ہے کہ وہ ان عجیب اور پُراسرار واقعات پر یقین کریں اور اگر وہ

ایسا کرنے سے انکار کریں تو پاگل کے غم و غصّے کی حد نہیں رہتی۔ فاسٹر اب تک بے شمار پاگلوں سے مل چکا تھا، کم و بیش سبھی کو اُن حیرت انگیز واقعات و حالات پر سو فیصد یقین تھا جو انہوں نے فاسٹر کو سنائے تھے۔ مثلاً لونی کو ذرّہ برابر وہم نہ تھا کہ ڈاکٹر نے اپنی بیوی کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈیپ فریزر میں بند کر دیا تھا اور بعد ازاں اس ڈیپ فریزر میں خود ڈاکٹر کی لاش پائی گئی۔ لونی یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھی کہ ڈاکٹر کی اصل میں کوئی بیوی بھی تھی اور خود ڈاکٹر کو لونی نے موت کے گھاٹ اتار کر اس کی لاش ڈیپ فریزر میں بند کر دی تھی۔ یہی کیفیت پرسونو درزی کی تھی اور بار بار پوری دیانت سے سمجھتی تھی کہ اس کے بھائی کو لوسی نے قتل کیا ہے۔ اگر کوئی پاگل یہ تسلیم کرے کہ جرم کے پیچھے اُسی کا ہاتھ اور ذہن کارفرما تھا تو اُسے پاگل نہیں کہا جائے گا۔ پاگل کے شعور اور لاشعور میں وہ توازن برقرار نہیں رہتا جو قدرت قائم رکھتی ہے۔ جونہی یہ توازن درہم برہم ہوتا ہے۔ واقعات و تجربات بھی درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی شعور اور لاشعور ایک دوسرے کو فریب بھی دے دیتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہت کم وقفے کے لیے شعوری قوّت لاشعور پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اُس وقت پاگل افراد اپنے آپ میں آجاتے ہیں، لیکن یہ وقفہ کب اور کہاں نمودار ہو گا۔ اس بارے میں کوئی ڈاکٹر یا ماہرِ نفسیات کچھ نہیں کہہ سکتا۔ فوربس کے بارے میں فاسٹر کو اتنا احساس ضرور تھا کہ ذرا سی محنت، اور توجہ کے بعد اس شخص کے شعور اور لاشعور کا بگڑا ہوا توازن درست کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کارروائی سے پیشتر وہ فوربس کی زبانی اس کی کہانی کا بقیہ حصہ ضرور سن لینا چاہتا تھا۔

فوربس کے بدن پر آپ ہی آپ کپکپی سی طاری تھی۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں اور ہونٹوں کے کناروں سے سفید سفید جھاگ اُبھر رہا تھا۔ فاسٹر نے قریب رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھایا اور فوربس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ فوربس نے پانی پینے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ فاسٹر نے دیکھا کہ اس کا جبڑا سختی سے بھنچا ہوا ہے۔ اس نے گلاس فرش پر رکھ کر فوربس کو بستر پر لٹا دیا۔ چند منٹ تک، فوربس پر تشنج کی حالت طاری

رہی۔ پھر رفتہ رفتہ اُس کے جسم کی کپکپی رکی۔ آنکھیں حلقوں میں دوبارہ دھنس گئیں اور اس کا چہرہ کسی قدر پُرسکون نظر آنے لگا۔ اس نے ممنون نگاہوں سے فاسٹر کو دیکھا اور آہستہ سے کہا: "ڈاکٹر! شاید میری زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں... میں مر رہا ہوں ڈاکٹر...!"

"ایسا نہ کہو مسٹر فوربس!... تم ٹھیک ہو جاؤ گے... تم صرف جسمانی طور پر کمزور ہو، اس لیے گھبرا گئے ہو... میں پوری توجہ سے تمہارا علاج کروں گا، تم جلد تندرست ہو جاؤ گے۔"

فوربس کے بے جان ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ اُبھری، "ہاں... سب ڈاکٹر ایسا کہتے ہیں... سب ایسا ہی کہتے ہیں... لیکن میں زندہ رہ کر کیا کروں گا، ڈاکٹر؟"

"زندہ رہنا پڑتا ہے مسٹر فوربس! موت اور زندگی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی... یہ تو خدا کے اختیار میں ہے..."

"تم خدا کو مانتے ہو، ڈاکٹر؟" فوربس نے ایک ثانیہ توقف کے بعد اچانک سوال کیا، "سچ سچ بتاؤ، کیا تم خدا کو مانتے ہو؟"

فاسٹر کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ فوربس کو کیا جواب دے۔ خدا کو ماننے یا نہ ماننے کی بحث چھیڑنے کا یہ موقع نہ تھا۔ اگر وہ جواب میں خدا کو ماننے کا اقرار کرتا ہے، تو عین ممکن ہے فوربس کہہ دے کہ وہ تو نہیں مانتا، اور اگر فاسٹر خدا کو نہ ماننے کا اعلان کرے تو فوربس ناراض بھی ہو سکتا تھا۔ آخر فاسٹر نے براہِ راست، جواب دینے کے بجائے اُلٹا سوال کر دیا۔

"تم بتاؤ مسٹر فوربس! تم خدا کو مانتے ہو یا نہیں؟"

"میری ماں نے مجھے بتایا تھا کہ خدا ہے..." فوربس نے کہا۔ "لیکن اس نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ خدا اچھے اور نیک انسانوں کو تکلیف، اور آزمائش میں مبتلا کیوں کرتا ہے؟ وہ خطاکاروں اور گناہ گاروں کو سزا کیوں نہیں دیتا؟ یقین کرو ڈاکٹر! میری ماں نے کبھی کسی کا دل نہیں دُکھایا تھا اور کسی کو اذیت نہیں دی تھی اور اپنی جان تک یہی بات، میں بھی کہہ سکتا ہوں... پھر مجھے بتاؤ... خدا نے میرے ساتھ یہ سلوک کس بناء پر کیا۔ آخر میرا یا میری ماں کا کیا قصور تھا؟ ہم نے تو کسی چیونٹی تک کو نہیں مارا تھا..."

"یہ خدا کی حکمتیں ہیں مسٹر فوربس! اور ہم اپنی محدود عقل کے باعث خدا کی حکمتیں

سمجھنے سے قاصر ہیں۔ فاسٹر نے فوربس کی باتوں سے ازحد متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ "خیر یہ باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی، میری خواہش ہے کہ تم اپنی کہانی مکمل کر دو... مجھے بتاؤ کہ جب تم نے اس عورت کو دیکھا جس کے دائیں بازو پر چھوٹے سے سانپ کی تصویر بنی تھی تب تم نے کیا کیا۔ وہ عورت کون تھی؟"

"آہ... وہ عورت... میں آج بھی نہیں جانتا ڈاکٹر کہ وہ عورت کون تھی۔" فوربس نے کہا۔ "جیسا کہ میں نے بتایا میں اپنی بیمار ماں کی دوا لینے کے لیے کیمسٹ کی دکان پر گیا۔ وہ عورت دکان کا دروازہ کھول کر باہر آ رہی تھی کہ مجھ سے ٹکرا گئی۔ اب میں سوچتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر مجھ سے ٹکرائی تھی... اور اس نے دیدہ و دانستہ اپنا وہ مرمریں بازو میری آنکھوں کے سامنے کیا تھا، جس پر ننھے سے سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یقین کرو، اُسے دیکھ کر میرے دل کی حرکت بند ہو رہی تھی اور میں بے ہوش ہو کر زمین پر گرنے ہی والا تھا کہ اس عورت نے مجھے سہارا دیا اور گرنے سے بچا لیا۔ جب اس کا ہاتھ میرے بدن سے لگا، تو جیسے کسی نے انگارہ مجھ پر رکھ دیا ہو۔ میں نے تڑپ کر اس عورت کو پرے دھکیلا اور دکان کے اندر گھس گیا۔ دکاندار میری حالت دیکھ کر لپکا ہوا آیا اور اُس نے مجھ کو پہچان کر کہا: "فوربس...! کیا بات ہے؟ تم ٹھیک تو ہو؟" اور میں نے بڑی مشکل سے اُسے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں اور وہ عورت کون ہے جو تھوڑی دیر پہلے اُن کی دُکان سے نکل کر گئی ہے۔ میری یہ بات سُن کر کیمسٹ حیرت زدہ رہ گیا۔ اُس نے کہا: "فوربس! تم یقیناً اپنے آپے میں نہیں ہو... تم کس عورت کا ذکر کرتے ہو؟ میری دکان میں تو صبح سے کوئی عورت نہیں آئی! شاید تم نے دکان سے باہر کسی عورت کو دیکھا ہوگا۔" کیمسٹ نے یہ الفاظ کہے تو میں پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ پھر مجھ پر اچانک جنون کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے اُسے گریبان سے پکڑ لیا اور چلّا کر کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو بدمعاش! ابھی ابھی ایک عورت تمھاری دکان سے نکلی ہے... اُس کے دائیں بازو پر سانپ کی تصویر بنی ہوئی ہے... وہ مجھ سے ٹکرائی تھی اور اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا تھا اور اب تم کہتے ہو کہ دکان میں صبح سے کوئی عورت نہیں آئی۔ سچ سچ بتاؤ۔ ورنہ میں تمھیں [illegible] دوں گا۔" اس کے بعد اتنا یاد ہے کہ دکان میں تین چار آدمی گھس آئے اور [illegible] نے مجھے خوب مارا، پھر آنکھ کھلی، تو میں اپنی جھونپڑی میں پڑا تھا..."

"مسٹر فوربس! کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ تم نے بہ ہوش و حواس اُس عجیب عورت کو دیکھا تھا؟ ہو سکتا ہے تم نے خواب دیکھا ہو!"

"وہ خواب ہرگز نہیں تھا!"... فوربس غرّایا۔ "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ خواب اور حقیقت میں تمیز کرنا مجھے خوب آتا ہے... میں نے دن کے اُجالے میں... اِن جیتی جاگتی آنکھوں سے اُس عورت کو کیمسٹ کی دکان کے اندر سے باہر آتے دیکھا تھا اور اُس کے بدن کا لمس بھی محسوس کیا۔ بھلا مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"لیکن یہ تو سوچو کہ تم نے جب اُس عورت کو دیکھا تو وہ کیمسٹ کیوں نہیں دیکھ سکا؟" فاسٹر نے سوال کیا۔ فوربس نے منہ بنا کر اُسے دیکھا اور چِڑھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ڈاکٹر مہربانی کر کے یہاں سے چلے جاؤ... مجھے اطمینان سے مرنے دو... میں پہلے بھی تم سے ایسی ہی درخواست کر چکا ہوں کہ مجھے مزید اذیتیں مت دو... اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو، تو سمجھتے رہو... مجھے تمھاری ضرورت نہیں... اور نہ میں تم سے علاج کرانے کا خواہش مند ہوں... مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو... جاؤ، اب میں آگے ایک لفظ نہ کہوں گا..."

فاسٹر بے بسی سے فوربس کی طرف تکتا رہا۔ اُسے اپنی حماقت کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ ارادہ کرنے کے باوجود کہ وہ فوربس کو نہیں ٹوکے گا۔ اُس کے منہ سے پے بہ پے سوال نکل ہی گئے۔

"میں معافی چاہتا ہوں مسٹر فوربس!" فاسٹر نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میرا مقصد تمھیں اذیت دینا یا جھوٹا سمجھنا ہرگز نہ تھا۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں اپنے مریض کے بارے میں تمام ممکن حالات سے آگاہ رہوں۔ اگر تم اتنی سی بات پر خفا ہو گئے ہو تو مجھے افسوس ہے... اب میں یہاں کبھی نہ آؤں گا۔ بس آخری بار مجھے معاف کر دو۔"

فاسٹر کی اداکاری کام کر گئی۔ تیر نشانے پر لگا۔ یہ جملے اس نے اتنی لجاجت اور نرمی سے

کہہ رہے تھے کہ فوربس کا سارا غصّہ کافور ہوگیا۔ اُس نے اُٹھ کر فاسٹر کا ہاتھ تھام لیا اور کہا،

"تم بہت اچھے آدمی ہو، ڈاکٹر! مجھے خود افسوس ہے کہ مَیں نے بلاوجہ تم پر شک کیا۔ بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ۔ مَیں تمہیں ساری بات بتاتا ہوں... پھر تم خود ہی یقین کر لوگے کہ مَیں سچ کہہ رہا ہوں۔"

اُس نے چند ثانیے رُک کر اپنا پھُولا ہُوا سانس درست کیا۔ پانی کے دو تین گھونٹ حلق سے اُتارے اور پھر کہنے لگا۔

"کیمسٹ اور چند راہ گیروں نے مجھے غریب اور حقیر جان کر اس بے دردی سے پیٹا کہ میرا بدن لہولہان ہوگیا اور پھر انہوں نے مجھے دکان سے باہر پھینک دیا۔ مَیں اپنی جھونپڑی تک کیسے پہنچا، یہ بالکل یاد نہیں۔ ماں نے کئی روز تک میرے زخموں پر دوا لگائی اور چوٹوں پر سینکائی کی، تب کچھ حالت بہتر ہوئی۔ ابھی تک ماں کو مَیں نے کچھ نہیں بتایا تھا، حالانکہ وہ کئی بار پوچھ چکی تھی کہ یہ چوٹیں کیسے لگیں اور پھر ایک روز مَیں نے ماں کو اُس عورت کے بارے میں بتایا۔ یقین کرو ڈاکٹر! ماں نے جب اُس عورت کا ذکر سُنا تو اُس کی حالت بگڑنے لگی۔ اس نے مجھ سے کہا: یہ وہی عورت تھی جسے تم نے اپنی سالگرہ والی شب اُس پُراسرار سرائے میں دو بجے دیکھا تھا اور جو تم پر خنجر لے کر حملہ آور ہوئی تھی۔ مَیں نے اقرار کیا کہ ہاں یہ وہی عورت تھی اور اس کے دائیں بازو پر ننھے سے کالے سانپ کی تصویر بھی گدی ہوئی تھی۔ یہ سُن کر ماں نے مجھے چھاتی سے لگا لیا۔ وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ اُس نے کہا بیٹا! مَیں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اُس عورت سے بچنا۔۔ وہ اس دنیا کی مخلوق معلوم نہیں ہوتی۔ شاید کوئی چڑیل ہے یا جادوگرنی... اگر وہ دوبارہ تمہیں دکھائی دے، تو اس کے قریب نہ جانا... مَیں نے ماں کو یقین دلایا کہ ایسا ہی کروں گا۔

اور پھر دن گزرتے گئے۔ مَیں نے اُس عورت کی تلاش میں گرد و پیش کا سارا علاقہ چھان مارا۔ ہر ایک سے اُس کے بارے میں دریافت کیا، لیکن کسی نے اقرار نہ کیا کہ اس حلیے کی کوئی عورت دیکھی گئی ہے۔ تب مجھے احساس ہُوا کہ شاید یہ میرا واہمہ ہی تھا... رفتہ رفتہ مَیں یہ واقعہ بھول گیا۔"

فوربس نے ایک بار پھر اپنا سانس درست کیا اور بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: "سردیوں کی ایک شام تھی اور برف باری کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ مَیں قریبی قصبے میں ایک کاروباری شخص سے بات چیت کر کے واپس اپنے گاؤں آرہا تھا کہ یکایک کچی پگڈنڈی کے کنارے درخت کے نیچے بیٹھی ایک عورت پر میری نگاہ پڑی۔ وہ گردن جھکائے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ اس کا لباس پھٹا پُرانا اور سخت بوسیدہ تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن اُٹھائی اور بیک وقت ہم دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ عورت نہایت حسین و جمیل تھی۔ مَیں نے اندازہ کیا کہ اس کی عمر چوبیس پچیس برس سے زیادہ نہ تھی۔ اُس کی گہری نیلی آنکھوں میں اداسیاں اور ویرانیاں ہی ویرانیاں تھیں۔ مجھے دیکھ کر اس کے لبوں پر ایک مغموم مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر اُس نے اپنی خوبصورت صُراحی دار گردن جھکالی اس کی طرف دیکھ کر پہلے میرا جی چاہا کہ اپنی راہ لوں لیکن زمین نے جیسے قدم پکڑ لیے۔ تھوڑی دُور آگے ہی گیا تھا کہ مَیں نے اپنے عقب میں ایک سُریلی مدھم آواز سُنی...

"فوربس!... مسٹر فوربس! کیا آپ مہربانی کر کے میری بات سُنیں گے؟"

"مَیں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ لڑکی اُسی طرح گردن جھکائے بیٹھی تھی۔ اپنی جگہ حیران و ششدر کھڑا مَیں سوچتا رہا کہ یہ آواز کہاں سے آئی تھی۔ کیا اُس لڑکی نے مجھے پکارا تھا؟ اگر یہی بات ہے، تو پھر اُسے میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ میرا اور اس کا درمیانی فاصلہ مشکل سے پندرہ بیس فٹ کا ہوگا۔ مَیں نے اردگرد نگاہ ڈالی۔ راستہ سنسان پڑا تھا اور شام کے گہرے سائے ہو رہے تھے۔ آسمان سے بس کسی بھی لمحے برف کے گالے گرنے ہی والے تھے۔ مجھے سخت تعجب تھا کہ ایسے موسم میں یوں شام کے وقت ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی ویران راستے پر اکیلی کیوں بیٹھی ہے۔ غالباً میرے دل میں خیالات کے اس ہجوم سے وہ بھی باخبر ہوئی کہ اسی لمحے لڑکی نے گردن اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ اتنی دُور سے بھی اس کی آنکھیں ستاروں کی مانند چمکتی دکھائی دیتی تھیں اور گہرے سرخ لبوں کے پیچھے سے اُس کے سفید سفید چمکیلے دانت جھانک رہے تھے۔ مَیں کسی حقیر خشک تنکے کی طرح اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ مجھے پاس آتے دیکھ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پھٹے پرانے کپڑوں سے اُس کا

مرمریں سفید بدن چھلکا پڑ رہا تھا۔ میں نے بدحواس ہو کر نگاہیں جھکا لیں اور ہکلاتے ہوئے [illegible] لمحے پہلے آپ ہی نے مجھے آواز دی تھی؟ لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے نگاہ اُٹھائی، وہ عجب انداز میں مسکرا رہی تھی اور اس کے چہرے پر غم و اندوہ کی کوئی [illegible] نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیکھ رہی تھی۔ ایک بار پھر میں [illegible] یہی سوال کیا۔

"جی ہاں! میں نے ہی آپ کو آواز دی تھی،" اس کی مترنم آواز میرے کانوں [illegible] ٹکرائی، اور یہ کہتے ہی وہ قدم اٹھا کر میرے بالکل قریب آن کھڑی ہوئی۔

"مجھے حیرت ہے کہ... آپ کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا؟" میں نے کہنا شروع کیا۔ وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی اور بولی: "میں آپ کو بہت عرصے سے جانتی ہوں مسٹر فوربس لیکن افسوس! آپ مجھے نہیں جانتے۔ خیر، چھوڑیئے ان باتوں کو۔ کیا آپ مجھے اپنے گھر لے چلیں گے؟"

حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔ "آپ کو اپنے گھر لے چلوں! لیکن کیوں؟ کس لیے؟" میں نے بُری طرح پریشان ہوتے ہوتے ہوئے کہا۔ "میری ماں...!"

وہ پھر ہنسی: "آپ تو گھبرا گئے مسٹر فوربس! میں مستقل طور پر آپ کے گھر رہنا نہیں چاہتی، صرف ایک رات... آج کی رات... آج کی رات پناہ لینے کی خواہش مند ہوں۔ مجھے سخت بھوک اور سردی لگ رہی ہے... میں دراصل ایک ضروری کام سے اگلے گاؤں جا رہی تھی کہ راستہ بھول کر ادھر آ گئی۔ ایک خون خوار بھیڑیا میرے تعاقب میں لگ گیا [illegible] سے بچنے کے لیے مجھے ایک درخت پر پناہ لینی پڑی۔ آپ جانتے ہیں مسٹر فوربس، جب برف گرنے والی ہو، اور شام کا وقت ہو، تب بھیڑیے شکار کی تلاش میں اپنے اپنے [illegible] سے نکل پڑتے ہیں۔ پچھلے دنوں اس علاقے میں بھیڑیوں نے کئی راہ گیروں کو پھاڑ کھایا۔ نہ جانے اتنے بھیڑیے کہاں سے آ گئے، حالانکہ پہلے یہاں بھیڑیوں کا نام و نشان نہ تھا۔ بھیڑیے اس وقت بھی چلا رہے ہیں...!"

فوربس کے بدن میں ایک بار پھر تھرتھری سی چھوٹ گئی۔ فاسٹر نے جلدی سے اُ[illegible]

[illegible] پیالہ اور پانی کا آخری گھونٹ بھی پلا دیا۔

"شکریہ، ڈاکٹر!... میں کچھ زیادہ ہی کمزوری محسوس کر رہا ہوں،" اس نے کہا۔ "شاید آج رات کسی وقت میں مر جاؤں گا... تاہم مرنے سے پہلے میں تمہیں سارا قصہ ضرور سنا دینا چاہتا ہوں تاکہ کم از کم میری روح کو تسکین تو پہنچ سکے اور میں خدا کے آگے یہ کہہ سکوں کہ دنیا میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جس نے میری بات پر پورا پورا یقین کیا اور مجھے بے گناہ سمجھا۔ ڈاکٹر! خدا کے واسطے یہ بتاؤ تم مجھے بے گناہ سمجھتے ہو یا قصور وار۔ اس سوال کا جواب دو...!"

"ابھی تک تو میں تمہیں قطعی بے گناہ سمجھتا ہوں..." فاسٹر نے کہا۔ "اور تمہاری کہانی سے قیاس ہوتا ہے کہ تم یقیناً بے گناہ ہی رہے ہو گے۔ مہربانی کر کے آگے چلو!"

"میں تمہارا ممنون ہوں ڈاکٹر!" فوربس نے ہانپتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا اور گردن کی رگیں اتنی پھول گئی تھیں جیسے ابھی پھٹ جائیں گی۔ فاسٹر کو خوف ہوا کہ کہیں فوربس کا آخری وقت ہی نہ آ گیا ہو، اس لیے وہ مضطرب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ پہلے آہستہ سے ہلا، پھر کھل گیا اور ڈاکٹر بی سٹار کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس کے عقب میں فاسٹر کو دیو ہیکل آیوان کے بدن کا نچلا حصہ صاف نظر آ رہا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے فوربس کی کہانی کچھ زیادہ ہی لمبی ہو گئی؟" ڈاکٹر بی سٹار نے سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال، اتنی ہی بہت ہے۔ اس سے فوربس کی بیماری سمجھنے میں خاصی مدد مل سکتی ہے۔ کیوں، ڈاکٹر؟"

فاسٹر نے جلدی سے اثبات میں گردن ہلائی۔ اپنے منصوبے کے مطابق وہ ڈاکٹر بی سٹار سے ضد یا بحث کر کے اُسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ عافیت اسی میں تھی کہ وہ اُس کی ہاں میں ہاں ملاتا چلا جائے۔ "فوربس نے حیرت انگیز داستان سنائی ہے، ڈاکٹر بی سٹار! ایسی داستان جو میں نے اس سے پہلے کسی سے نہیں سنی اور سب سے زیادہ دلچسپ چیز یہ ہے کہ مسٹر فوربس کا حافظہ غضب کا ہے۔ انہیں اتنے برس بعد بھی اس کہانی کی ایک ایک بات بخوبی یاد ہے اور سو فی صد درست..."

ڈاکٹر بی سٹار منہ کھول کر ہنسا: "ہاں، اس میں کیا شک ہے مسٹر فورسس کا حافظہ بہت اچھا ہے اور ان کی کہانی بھی میرے نزدیک سچی ہے ... مگر اس کے بارے ہم پھر کبھی بات کریں گے۔ سردست میں آپ کو یہاں سے لے جانے آیا ہوں ... ایک افسوسناک خبر یہ ہے کہ ابھی ابھی ڈاکٹر برنارڈ اپنے کمرے میں مُردہ پایا گیا ہے۔"

فاسٹر چونک کر ڈاکٹر بی سٹار کی صورت دیکھنے لگا۔ اس نے ڈاکٹر برنارڈ کا نام ضرور سنا تھا، مگر اُسے ابھی تک دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ فورسس کی کہانی سننے کے بعد وہ ڈاکٹر برنارڈ کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ فاسٹر کے منہ سے مارے حیرت اور خوف کے ایک لفظ تک نہ نکل سکا۔ آخر ڈاکٹر بی سٹار نے خود ہی کہنا شروع کیا:

"گزشتہ کئی دنوں سے ڈاکٹر برنارڈ کی حالت بدل رہی تھی۔ شاید تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ ڈاکٹر برنارڈ جس حادثے کا شکار ہو کر یہاں آیا۔ اس حادثے کے باعث اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھی۔ ویسے اس کا ذہن قطعی صاف اور متوازن تھا۔ اُس کے کسی رویے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑے ذہنی حادثے یا جسمانی عارضے سے دوچار ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر برنارڈ اپنے پیشے کے اعتبار سے بھی بڑا ماہر نفسیات تھا اور دُور دُور تک اس کی شہرت تھی۔ مختلف شفاخانوں میں اُسے رکھا گیا اور کہیں بھی اس کے بارے میں کوئی شکایت سننے میں نہ آئی۔ اُسے آخر میں لکھنے کا جنون ہو گیا تھا۔ صبح سے شام تک نہ جانے کیا کچھ لکھا کرتا تھا۔ ایک دو مرتبہ میں نے اس سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ کیا لکھتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر برنارڈ نے بتانا پسند نہ کیا، بلکہ وہ مجھے دیکھتے ہی اپنے کاغذات چھپا دیا کرتا تھا۔ چونکہ وہ نہایت بے ضرر قسم کا مریض تھا۔ اس لیے ہم نے بھی مناسب نہ جانا کہ اسے تنگ کیا جائے اور یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ وہ کیا لکھا کرتا ہے۔"

فاسٹر بے حد دلچسپی اور توجہ سے یہ باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "لیکن اب تو ڈاکٹر برنارڈ مر چکا ہے ... کیا آپ کو معلوم ہوا کہ وہ کیا لکھا کرتا تھا؟"

"ہاں ـــ اس کے لکھے ہوئے کاغذات کے پلندے میں نے اپنے دفتر میں رکھوا دیے ہیں۔ سینکڑوں فل سکیپ سائز کے کاغذ ہیں جن پر اس نے غالباً اپنی زندگی کے

اہم واقعات درج کئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کاغذات قیمتی اور اہم شکل اختیار کر گئے ہیں۔ میں نے ابھی ان کا سرسری جائزہ لیا ہے۔ اگر تم چاہو، تو میرے دفتر میں آن کر یہ کاغذات دیکھ سکتے ہو..."

"اس کے دفتر میں کبھی نہ جانا..." یکایک فورسس حلق پھاڑ کر چلایا۔ "وہاں جو جاتا ہے، زندہ لوٹ کر نہیں آتا ... یہ جلاد ہے ... یہ ڈاکٹر نہیں ہے ..."

فاسٹر اور ڈاکٹر بی سٹار بھونچکے ہو کر فورسس کی طرف تکنے لگے۔ فاسٹر نے دیکھا کہ ڈاکٹر بی سٹار کا چہرہ لال ہو گیا ہے۔ اُسے خوف ہُوا کہ ابھی یہ دیوہیکل آئیوان کو اشارہ کرے گا اور وہ اندر آ کر فورسس کا گلا گھونٹ دے گا۔ یہ سوچ کر فاسٹر نے فورسس سے کہا: "مسٹر فورسس! یہ کیا بک رہے ہو؟ تمہیں آرام کی ضرورت ہے .. جانتے نہیں تم یہ بے ہودہ کلمات کس کے بارے میں زبان سے نکال رہے ہو؟ یہ ڈاکٹر بی سٹار ہیں۔ اس شفاخانے کے انچارج ـــ انہی کی وجہ سے یہاں تمہاری دیکھ بھال اور علاج معالجہ ہو رہا ہے ... اور تم انہیں بُرا بھلا کہہ رہے ہو؟"

ڈاکٹر بی سٹار معنی خیز انداز میں مسکرایا اور اس کی یہ مسکراہٹ فاسٹر کو ایسی لگی جیسے کوئی سفاک شخص دل ہی دل میں کسی کے خلاف انتقام کا جذبہ پختہ کر چکا ہو۔

"میں بہت جلد ایسا انتظام کرنے والا ہوں، مسٹر فورسس، کہ تمہیں مستقل طور پر آرام آ جائے گا۔" ڈاکٹر بی سٹار نے آہستہ سے کہا۔ اس کا خیال تھا۔ شاید یہ جملہ فورسس کے کانوں تک نہیں پہنچے گا، لیکن دوسرے ہی لمحے فورسس نے مغلظات کی بوچھاڑ کر دی اور ڈاکٹر بی سٹار پر حملہ کر دیا۔ فاسٹر نے بڑی مشکل سے فورسس کو پکڑا۔ اس دوران میں خیر گزری کہ دیوہیکل آئیوان باہر ہی کھڑا رہا۔ ڈاکٹر بی سٹار نے اُسے کوئی اشارہ نہیں کیا تھا۔ فورسس مسلسل چلّا رہا تھا۔ "اس کمینے نے ایک ایک کر کے کئی مریضوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے .. اس نے اپنے اردلی میکس کو بھی مار ڈالا۔ اس نے ڈاکٹر بائرن کو مارا ... اس نے ..." فاسٹر نے فورسس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور پلٹ کر ڈاکٹر بی سٹار سے کہا: "براہِ کرم آپ یہاں سے چلے جائیے ... مریض اس وقت حالتِ اشتعال میں ہے۔ میں اسے نارمل حالت میں واپس لانے کی کوشش کرتا ہوں اگر ممکن ہو تو اعصاب پُرسکون کرنے والی چند گولیاں بھجوا دیجیے گا۔"

ڈاکٹر بی سٹار اب بھی یوں مسکرا رہا تھا جیسے فوربس کی گالیاں اس کے لیے فخر مادر کا درجہ رکھتی ہوں۔ اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

فوربس کے نحیف و نزار بدن میں نہ جانے اتنی قوت ایک دم کہاں سے آ گئی کہ فاسٹر کے سنبھالے نہ سنبھلتا تھا۔ اس وقت وہ کسی بپھرے ہوئے درندے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ خود فوربس کو اپنے لیے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ ایک دو مرتبہ فوربس نے فاسٹر کے ہاتھ پر دانت بھی گاڑ دیے اور اس زور سے کاٹا کہ بے اختیار فاسٹر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ فاسٹر کے چیختے ہی ایک عجیب تماشا ہوا۔ فوربس دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ روتے روتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس کی ناک اور منہ سے لگاتار پانی بہہ رہا تھا۔

ایک بار پھر قوی ہیکل آئیوان نمودار ہوا۔ اس نے پانی سے بھری ہوئی بوتل اور ایک چھوٹی سی شیشی فاسٹر کی طرف بڑھائی۔ فاسٹر نے دیکھا کہ شیشی میں زرد رنگ کی ننھی ننھی گولیاں بھری ہوئی ہیں۔ فاسٹر نے شیشی اپنی جیب میں رکھ لی اور آئیوان کو واپس جانے کا اشارہ کیا، لیکن آئیوان نے مطلق جنبش نہ کی۔ وہ پتھر کے کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔ فاسٹر نے دوبارہ اسے جانے کا اشارہ کیا۔ مگر بے سود۔ آئیوان کا یہ رویہ فاسٹر کے لیے ناقابلِ فہم اور کسی قدر بھیانک تھا۔ دفعتاً ایک بات فاسٹر کے ذہن میں یوں آئی جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے زبردستی اس کے ذہن میں دھکیلا ہو۔ اس نے جلدی سے گولیوں کی شیشی جیب سے نکالی اور اس کا ڈھکنا کھول کر دو گولیاں اپنی ہتھیلی پر الٹ دیں۔ پھر اس نے بوتل میں سے گلاس کے اندر پانی انڈیلا اور دونوں گولیاں فوربس کے منہ میں ڈال کر گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ ادھر فوربس کے معدے میں زرد گولیاں پہنچیں، ادھر آئیوان چلا گیا۔

فاسٹر حیران اور خوفزدہ کیفیت میں سوچنے لگا: "آئیوان اس لیے نہیں گیا تھا کہ اسے ڈاکٹر بی سٹار کی جانب سے ہدایت دی گئی تھی کہ جب تک فوربس گولیاں نہ کھالے، وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔"

فاسٹر کا شبہ اب یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ آئیوان گوشت پوست کا بنا ہوا حقیقی انسان نہیں بلکہ ایک انسانی مشین ہے جسے یقیناً ڈاکٹر بی سٹار یا کسی ذہین ترین سائنسدان نے خاص ضرورت کے تحت ایجاد کیا تھا۔ بہرحال آئیوان کی پُراسرار شخصیت فاسٹر کے لیے

صرف زبردست الجھنوں کا باعث بن رہی تھی۔ بلکہ اس کے اعصاب کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ فاسٹر نے طے کیا کہ وہ اگلی ملاقات میں ڈاکٹر بی سٹار سے آئیوان کے مسئلے پر اظہارِ خیال کرے گا۔ اگر فی الواقع آئیوان، ڈاکٹر بی سٹار ہی کی ایجاد ہے تو یہ اس صدی کا سب سے بڑا اور انتہائی حیرت خیز سائنسی کارنامہ ہے۔

ان ننھی ننھی زرد گولیوں نے فوربس پر حیران کن اثر ڈالا۔ اب وہ ہشاش بشاش اور سراپا پُرسکون نظر آتا تھا۔ اس نے فاسٹر سے کہا:

"ابھی ابھی آپ کے علاوہ یہاں اور کون آیا تھا؟ مجھے شبہ گزرا تھا کہ کوئی آپ کے قریب کھڑا ہوا تھا؟"

فاسٹر نے نفی میں گردن ہلائی "یہاں کوئی نہیں آیا، مسٹر فوربس! بس ہم دونوں ہی ہیں۔ بھلا کوئی تیسرا شخص آتا تو مجھے پتہ نہ چلتا؟"

فوربس جیسے غور و فکر میں کھو گیا۔ اس نے مشکوک نظروں سے فاسٹر کا جائزہ لیا اور کہنے لگا: "اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہو گا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں کوئی اور بھی موجود تھا۔ میں نے خود اسے دیکھا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔ ہاں، تو میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"تم مجھے بتا رہے تھے کہ سردیوں کی ایک شام گھر واپس جاتے ہوئے تمہیں ایک نوجوان خوبصورت لڑکی راستے میں ملی۔ وہ تمہارا نام بھی جانتی تھی اور اس نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اسے اپنے ساتھ گھر لے چلو۔۔۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ خونخوار بھیڑیے اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔۔۔"

"خدا کی پناہ! بے شک یہی بات تھی۔۔۔ جب اس نے کہا کہ بھیڑیوں کے چلانے کی آواز آ رہی ہے تو مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ مجھے اتنی مدت اس علاقے میں گھومتے پھرتے ہو گئی تھی، لیکن میں نے کسی خونخوار بھیڑیے کو نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی یہ سننے میں آیا کہ بھیڑیوں نے انسانوں کو چیرا پھاڑا ہو۔ قطعی ناممکن بات تھی۔۔۔ لیکن جس لمحے اس لڑکی نے یہ بات کہی، اسی وقت میرے کانوں میں بھیڑیوں کے چلانے کی آواز بھی آئی۔ یوں لگتا تھا جیسے

وحشی بھیڑیوں کا ایک غول اُسی طرف آرہا ہو... دہشت سے میرے بدن کا رُواں رُواں
کانپنے لگا۔ میں نے چیخ کر کہا: "بھاگو یہاں سے..." اور یہ کہتے ہی میں خود بھی اپنے گاؤں کی طرف
تیزی سے بھاگنے لگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا کہ شاید وہ بھی میرے پیچھے آرہی ہو گی، لیکن
وہ تو وہیں کھڑی تھی۔ میں نے اسے پکار کر کہا وہاں کھڑی کیا کر رہی ہو... آؤ...
میں تمھیں اپنے گھر میں پناہ دینے کو تیار ہوں، بس، یہ کلمہ میرے منہ سے نکلا ہی
تھا کہ وہ جیسے ہوا تیرتی ہوئی آئی اور میرے پاس پہنچ گئی۔ میں جس قدر بھیڑیوں کی آواز سُن
کر ڈرا تھا وہ اسی قدر مطمئن اور خوش نظر آتی تھی اور یہ بات میرے لیے بے حد تعجب خیز تھی
کہ اب اُسے بھیڑیوں سے ڈر نہیں لگ رہا تھا۔

بھیڑیوں کی آواز ہر لحظہ قریب آتی جا رہی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ زیادہ
دُور نہیں ہیں۔ میں نے لپک کر اُس کا ہاتھ تھاما اور آگے بھاگا، اتنے میں آسمان سے برف
کے سفید سفید گالے گرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے برف باری میں اتنی تیزی آگئی کہ وہ
پگڈنڈی جس پر ہم دونوں دوڑ رہے تھے۔ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ ہمارے اردگرد
برف ہی برف تھی۔ میں نے پناہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ کچھ فاصلے
پر ایک پہاڑی تھی۔ خیال آیا کہ وہیں پناہ مل سکتی ہے، چنانچہ ہم دونوں اُدھر دوڑے
اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔ مگر دوڑنے کے دوران میں مجھے احساس ہوا کہ میں
صرف اپنے ہی قدموں کی آہٹ سُن رہا ہوں۔ اُس کے قدموں کی آہٹ مجھے سنائی نہ دیتی
تھی۔ دفعتاً یوں لگا جیسے بھیڑیوں نے ہمیں گھیر لیا ہو۔ میں اب اُن وحشیوں کی لال لال
آنکھیں اور منہ سے باہر لٹکتی ہوئی لمبی لمبی زبانیں بخوبی دیکھ رہا تھا۔ وہ سینکڑوں کی تعداد
میں تھے۔ انہوں نے ہمارے بچ نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ ان کے حلق سے نکلنے والی
غرّاہٹیں اور چیخیں خون خشک کیے دیتی تھیں اور وہ دم بدم اپنا دائرہ تنگ کر رہے تھے۔
میں نے اُس اجنبی لڑکی سے کہا: "بھیڑیوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ اگر ہم نے بچاؤ کی کوئی
تدبیر نہ کی، تو یہ ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی بڑی تعداد میں بھیڑیے
اِدھر کہاں سے آ گئے... اس سے پہلے تو میں نے کبھی کوئی بھیڑیا نہیں دیکھا تھا..."

میرا خیال تھا کہ اس پر بھی بھیڑیوں کو دیکھ کر دہشت طاری ہو گی۔ مگر وہ تو پُرسکون نظر
آ رہی تھی۔ میری بات سُن کر وہ ہنسی اور کہنے لگی: "مسٹر فوربس! کیا تم ان بھیڑیوں سے خوفزدہ
ہو؟ بھیڑیے ہمیشہ اس شخص پر حملہ کرتے ہیں جو ان کے سامنے خوف کا مظاہرہ کرے...
ذرا ہمت سے کام لو... بھیڑیوں کا دائرہ تنگ ہونے سے پہلے جس قدر تیزی سے بھاگ
سکتے ہو، بھاگو... اس طرح ہم دونوں میں سے کم از کم ایک کی جان تو بچ ہی جائے گی۔ میرا
دنیا میں کوئی نہیں... اور تمہاری ایک ماں ہے... اس لیے میں مر بھی گئی، تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔"
اُس نوجوان لڑکی کے منہ سے یہ دلیرانہ بات سُن کر میں دنگ رہ گیا۔ میں اُس کا
مطلب سمجھ چکا تھا۔ وہ مجھے بچانے کے لیے بھیڑیوں کو اپنے تعاقب کی دعوت دے رہی تھی۔
بلاشبہ میں خاصا بُزدل آدمی ہوں۔ مگر اُس وقت نہ جانے کہاں سے مجھ میں بے پناہ حوصلہ
اور طاقت پیدا ہوئی کہ میں نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ دوبارہ تھام لیا اور کہا: "اگر ہمیں
ان موذیوں کی وجہ سے مرنا ہی ہے، تو اکٹھے مریں گے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں ان کے
حوالے کر کے خود اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤں گا! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا..."
ایک بار پھر وہ کھِل کھِلا کر ہنسی اور مجھے تعجب ہوا کہ کیا یہ موقع اس ہنسی کا تھا؟ بھیڑیے
مسلسل جمع ہو رہے تھے اور اب وہ ہمارے اس قدر نزدیک تھے کہ یکبارگی حملہ بول دیتے تو
ہم کسی طرح بچ نہیں سکتے تھے۔ آسمان سے برف کے گالے برابر گر رہے تھے اور اردگرد
اندھیرا پھیل رہا تھا، تاہم اتنا ضرور تھا کہ مجھے ان بھیڑیوں کی لٹکی ہوئی زبانیں اور لال لال
انگارہ سی آنکھیں لَو دیتی ہوئی صاف نظر آتی تھیں۔ اب ان کی چیخیں اور غرّاہٹیں کسی
حد تک رُک گئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ بھیڑیوں کے اس غول میں ایک بھیڑیا سب سے زیادہ
قوی ہیکل اور اونچا ہے۔ غالباً وہ اُن کا سردار تھا اور میں نے سُن رکھا تھا کہ بھیڑیے اپنے سردار
کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ہم پر حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے سردار کے اشارے کے منتظر
تھے۔ اس وقت بھی وہ خوفناک منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے اور محسوس کر رہا ہوں
جیسے میرے اردگرد بھیڑیے ہی بھیڑیے ہیں۔
فوربس بولتے بولتے رک گیا۔ اُس کی آنکھوں سے دہشت کا اظہار ہو رہا تھا اور اُس

کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ فاسٹر نے اُسے تسلّی دی کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ وقت گزر چکا... اس عمارت کے اندر وہ ہر طرح محفوظ ہے۔ یہاں کوئی بھیڑیا نہیں آسکتا... لیکن فوربس نے جیسے یہ الفاظ نہیں سُنے۔ اس نے اپنے اردگرد سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا اور اُنگلی اُٹھا کر بولا:

"وہ دیکھو!... وہاں ... وہاں... بالکل وہی ہے... اُف ... خدایا !"

اس کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں اور اس کے چہرے کے نقوش یک لخت بگڑ کر کچھ سے کچھ ہوگئے۔ فاسٹر نے اُسے بُری طرح جھنجھوڑ دیا: "مسٹر فوربس!... ہوش میں آؤ۔" لیکن فوربس اُنہی الفاظ کی تکرار کرتا رہا۔ بار بار وہ انگلی سے ایک گوشے کی طرف اشارہ کرتا اور کہتا کہ وہ یہاں بھی آگئی ہے... بھیڑیے اس کے ساتھ ہیں... اس مرتبہ وہ مجھے مار ڈالے گی۔ فوربس کی آواز کچھ دیر بعد مدّھم پڑنے لگی۔ اُس کی آنکھیں کُھلی تھیں اور پتلیاں کبھی گردش کرتیں کبھی تھم جاتیں۔ فاسٹر کے لیے فوربس کی ذہنی اور جسمانی حالت کا مشاہدہ ایک نیا اور انتہائی عجیب تجربہ تھا۔ اب وہ ہر قیمت پر فوربس کی کہانی مکمّل ہونے کا خواہشمند تھا۔ اگر کہانی پوری نہ ہوئی تو یہ خود فاسٹر کے لیے اچھی بات نہ ہوگی۔ وہ ہمیشہ ایک ذہنی خلجان اور اضطراب میں مبتلا رہے گا۔ فوربس کی حالت درست کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ ڈاکٹر بی سٹار کو اطلاع کرے۔ اس ارادے سے وہ اُٹھ کر دروازے کی طرف گیا ہی تھا کہ دروازہ خود ہی آہستہ سے کُھلا اور دیو قامت آئیوان نظر آیا۔ فاسٹر کے قدم جہاں تھے وہیں رُک گئے۔ آئیوان کا چہرہ حسبِ معمول کسی بھی تأثر یا جذبے سے یکسر خالی تھا۔ اس نے فاسٹر کی طرف اپنا لمبا اور مضبوط بازو بڑھایا۔ فاسٹر نے دیکھا کہ آئیوان کی ہتھیلی پر ایک ادویاتی شیشی دھری ہے۔ شیشی کے ساتھ ایک پُرزہ کاغذ بھی تھا۔ فاسٹر نے یہ چیزیں اُٹھائیں اور جونہی یہ عمل ختم ہوا آئیوان دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

فاسٹر نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ یہ سب کیا تھا؟ اس کے دماغ کی رگیں جیسے پھٹنے لگیں... کیا ڈاکٹر بی سٹار کو اس کے ارادوں کا یوں فوری طور پر علم ہو سکتا ہے؟ دنیا کا بڑے سے بڑا قوّتِ اشراقیہ کا ماہر بھی اس حد تک اپنے فن میں کامل نہیں ہو سکتا جس حد تک ڈاکٹر بی سٹار پہنچ چکا ہے... کیا یہ شعبدے آئیوان کے ہیں؟ اُس آئیوان کے جس

کے بارے میں ابھی تک فاسٹر کو کچھ علم نہ تھا کہ وہ آدمی ہے، کوئی جن ہے یا کسی اور سیارے کی مخلوق... فوربس کے کراہنے کی آواز سُن کر فاسٹر اپنے ان بھیانک خیالات سے چونکا اور اس نے مڑ کر فوربس پر نگاہ ڈالی۔ اس کے چہرے کے مسخ شدہ نقوش آہستہ آہستہ مدھم پڑ رہے تھے۔ مڑی ہوئی ناک اپنی جگہ واپس آرہی تھی اور آنکھوں کی گردش کرتی ہوئی پتلیاں قرار پا رہی تھیں۔ فاسٹر نے اس پُرزہ کاغذ کو دیکھا جو آئیوان دے گیا تھا۔ اس پر چند الفاظ لکھے ہوئے تھے: "فوربس پر وقت ضائع نہ کرو... اُس کی کہانی کبھی ختم نہیں ہوگی... اگر تم مزید کچھ عرصہ اسے زندہ رکھنے کے خواہشمند ہو، تو اس شیشی میں سے دو گولیاں نکال کر فوربس کے حلق میں ڈال دو... دو سے زیادہ گولیاں دینا خطرناک ہوگا... میں ایک گھنٹے کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر برنارڈ کی موت کے سلسلے میں متعلقہ افراد کو آگاہ کرنا ہے تاکہ وہ اس کی لاش یہاں سے لے جائیں... شام کا کھانا ہم اکٹھے ہی کھائیں گے..."

فاسٹر نے شیشی میں سے دو گولیاں نکالیں اور فوربس کا بھنچا ہوا جبڑا کھول کر منہ میں ڈال دیں۔ فاسٹر کو احساس ہوا کہ خود اُس کے اندر ایک عجیب اور پُراسرار تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ وہ بالکل آئیوان کی طرح ڈاکٹر بی سٹار کے احکام کی بے چُون وچرا تعمیل کرنے پر مجبور ہے... فاسٹر کے تن بدن میں اس احساس کے ساتھ ہی لرزہ طاری ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود غیر شعوری طور پر ڈاکٹر بی سٹار کا غلام بنتا جا رہا ہے۔ بڑی مشکل سے اُس نے یہ خیالات اپنے ذہن سے خارج کیے، ورنہ یقینی بات تھی کہ ڈاکٹر بی سٹار اپنی ناقابلِ یقین صلاحیتوں کے ذریعے فاسٹر کے ان خیالات سے بھی آگاہ ہو سکتا تھا۔ گولیوں نے ایک بار پھر فوربس کی قوتیں بحال کر دیں۔ فاسٹر کو دیکھ کر وہ مسکرایا اور کہنے لگا: "ڈاکٹر! تم دنیا کے حیرت انگیز انسان ہو... تم نے مجھے نئی زندگی دی ہے... میں خود کو پہلے سے بہت بہتر پا رہا ہوں ... لاؤ یہ شیشی مجھے دے دو... تمہارے جانے کے بعد جب بھی میں نقاہت محسوس کروں گا، یہ گولیاں کھا لوں گا۔"

"نہیں مسٹر فوربس!... یہ گولیاں تمہارے لیے مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔" فاسٹر نے جواب دیا اور شیشی اپنی جیب میں رکھ لی۔ فوربس بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا اور نتھنے سکوڑ سکوڑ کر

کر کسی درندے کی طرح فاسٹر کو گھورنے لگا۔ اُس کی ناک سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے واقعی کوئی بلّی یا گبد ڑ غرّا رہا ہو۔ اس کی آنکھیں خونِ کبوتر کی مانند سرخ ہو گئیں۔

"میں کہتا ہوں یہ شیشی میرے حوالے کر دو... ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" فوربس نے دانت نکال کر کہا۔ فاسٹر اُس کی یہ ظاہری حالت دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا۔ فوربس کے بگڑے ہوئے تیوروں سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہ تھا کہ وہ انکار کی صورت میں فاسٹر پر حملہ کرنے سے بھی دریغ نہ کریگا اور فاسٹر ایسی صورتحال سے بچنے ہی میں عافیت سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے نرم لہجے میں کہا: "مسٹر فوربس! یہ دوا تمہارے ہی لیے ہے۔ اسے میں استعمال نہیں کروں گا لیکن تمھیں اتنا تو سوچنا چاہیئے کہ دوا کی زیادہ مقدار اگر کھالی جائے تو یہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے، اس لیے اپنے معالج کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر وعدہ کرو کہ مجھ سے پوچھے بغیر یہ گولیاں نہ کھاؤ گے تو میں شیشی تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔"

فوربس نے دوبارہ دانت نکال دیے۔ معلوم ہوتا کہ مُسکرا رہا ہے۔ "ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں۔" اُس نے کہا اور فاسٹر نے شیشی اُس کے بستر پر پھینک دی۔

"دیکھو فوربس! تم میرا خاصا وقت ضائع کر چکے ہو۔" فاسٹر نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے اب مختصر الفاظ میں اپنی کہانی ختم کر دو۔"

"کہانی تو ختم ہی ہے۔" فوربس نے شیشی اپنے ہاتھ میں سختی سے پکڑ لی۔ تھوڑی دیر وہ متجسس نظروں سے شیشی کے اندر بھری گولیوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر کہنے لگا: "ہاں تو کیا کہہ رہا تھا، میں؟ بھیڑیوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور وہ اپنے سردار کے اشارے کا انتظار کر رہے تھے۔ موت ہمارے سر پر کھڑی تھی اور بچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ اس نوجوان لڑکی نے اپنا دایاں ہاتھ اوپر اُٹھایا اور بھیڑیوں سے مخاطب ہو کر کہا: 'جاؤ! یہاں سے چلے جاؤ... جاؤ!' میں نے خیال کیا کہ ان درندوں کے باعث یہ بے چاری اپنے حواس میں نہیں رہی اور پاگل ہو چکی ہے۔ بھیڑیے اس کی زبان کیا سمجھیں گے؟ لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بھیڑیوں نے گردنیں جُھکا لیں، اُن کی جبڑوں سے باہر لٹکی ہوئی لمبی لمبی سُرخ زبانیں جبڑوں کے اندر چلی گئیں اور آنکھوں کی

ہر لحظہ پھیلتی سکڑتی پتلیاں سمٹ کر ایک نقطے پر رُک گئیں۔ چند ثانیے تمام بھیڑیے بے حس و حرکت کھڑے رہے اور جونہی اس لڑکی کا ہاتھ نیچے آیا، بھیڑیے پلٹے اور دوڑتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔"

"مسٹر فوربس! کیا تم یہ اپنی کہانی بیان کر رہے ہو یا کسی ناول کی سنسنی خیز داستان سنا رہے ہو؟" فاسٹر نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں... اپنی مرنے والی ماں کی قسم ہے..." فوربس کی آنکھوں میں یک لخت آنسو آ گئے۔ "اس تمام واقعے میں اگر ایک لفظ بھی جھوٹ یا غلط ہو تو خدا مجھے کبھی معاف نہ کرے ـــ میں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہی بیان کر رہا ہوں... کیا تم اس امر پر غور نہیں کرتے کہ آخر جھوٹ بولنے سے مجھے کیا مل جائیگا؟ کیا میری ماں مجھے واپس مل جائے گی یا میری زندگی کے وہ دن لوٹا دیے جائیں گے جو میں نے مختلف ہسپتالوں اور پاگل خانوں میں ایک بدترین قیدی کی حیثیت سے کاٹے ہیں؟"

فاسٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ فوربس اگر درست کہہ رہا تھا، تو ان باتوں کا واقعی کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چند لمحے آنکھیں بند رکھنے کے بعد فوربس نے کہا:

"بھیڑیے چلے گئے اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ عین اسی لمحے برف باری بھی تھم گئی اور تھوڑی دیر پہلے تک یخ بستہ ہواؤں کے وہ جھونکے جو بدن میں تیروں کی طرح گڑتے جاتے تھے، رُک گئے ـــ آسمان صاف ہو گیا اور مشرق کی طرف سے زرد رنگ کا چاند چمکتا ہُوا اُبھرنے لگا۔ میں نے نوجوان لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش کھڑی اُسی جانب تک رہی تھی جدھر بھیڑیوں کا غول گیا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، تو وہ چونک گئی اور پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اُس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ اس ماحول میں مجھے وہ یوں نظر آتی تھی جیسے کسی اور دنیا سے آئی ہو۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس مسکراہٹ میں اُس کے سفید سفید دانت نمایاں ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے دانت حد درجہ سفید اور غیر معمولی طور پر نکیلے ہیں۔ قبل اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہوں اس نے اپنی مترنم آواز میں کہا: "مسٹر فوربس! بھیڑیے

چلے گئے... تم ضرور حیران ہو رہے ہوں گے کہ اس وحشی مخلوق نے میرا کہا کیونکر مان لیا۔ اس
کے پیچھے ایک کہانی ہے جو میں پھر کبھی تمہیں سناؤں گی۔ اس وقت اپنے گھر لے چلو
مجھے نیند آ رہی ہے...'

"رات کے پچھلے پہر ہم اپنے گاؤں میں داخل ہوئے۔ آسمان پر چمکتے ہوئے چاند
کی روشنی میں گاؤں کی گلیاں اور کچے پکے مکانات دُور ہی سے نظر آنے لگے تھے۔
میرا خیال تھا برف باری کے باعث گاؤں کے مکانوں کی چھتوں اور گلی کوچوں میں برف
کے انبار لگے ہوئے ہوں گے۔ لیکن ڈاکٹر، آپ میری حیرت کا اندازہ نہیں کر سکتے جب میں
نے گاؤں میں برف کا ایک ذرہ بھی نہ پایا۔ زمین بالکل صاف تھی اور معمولی توجہ سے بھی پتہ
چل جاتا تھا کہ یہاں برف باری نہیں ہوئی۔ گلیاں اور کوچے سنسان پڑے تھے۔ کسی کسی مکان
کے اندر تیل سے جلنے والے لیمپ روشن تھے اور اِکا دُکا آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں
آ رہی تھیں۔ گلی کے ایک موڑ سے اچانک ایک کتا بُری طرح بھونکتا ہوا ہماری طرف
لپکا۔ کتے کے تیوروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ حملہ کر دے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے بچاؤ کیلیے
اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا۔ میں نے جلدی سے بڑا پتھر اُٹھا لیا۔ مگر
اُسی لمحے وہ کچھ میری آنکھوں نے دیکھا۔ اس پر آج بھی یقین نہیں آتا۔ وہ خونخوار کتا تیزی
سے آیا اور ہم سے کوئی پانچ سات قدم دُور ہی رُک گیا۔ پھر اس کے حلق سے گھٹی گھٹی
سی چیخیں نکلنے لگیں اور میں نے دیکھا کہ کُتے کے بدن کا ایک ایک رُواں کھڑا ہے اس
نے دُم ٹانگوں میں دبالی اور یوں زمین کی طرف جھکتا چلا گیا۔ جیسے کوئی نادیدہ قوت اُسے
ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہو۔ یکایک وہ پلٹا اور برق رفتاری سے اُسی جانب بھاگ گیا
جدھر سے آیا تھا۔"

نوجوان لڑکی نے قہقہہ لگایا اور بولی: "غالباً یہ کُتا تمہارے ڈر سے بھاگ گیا" مشہ...
میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ کُتا یقیناً کسی اور سبب سے ڈرا تھا۔
یہ بات میں بخوبی جانتا تھا کہ کُتا تو ایک طرف رہا، کوئی گیدڑ یا چوہا بھی مجھ جیسے حقیر شخص
سے ڈر کر کبھی نہیں بھاگتا تھا۔ لیکن اُس وقت میرے ذہن میں سوچنے اور غور کرنے کی زیا...

...تھی۔ میں نے اپنی جھونپڑی کی جانب قدم بڑھائے اور دُور ہی سے میں دیکھ چکا تھا کہ
ماں دروازے پر لالٹین ہاتھ میں لیے کھڑی ہے۔ ماں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ لپکی
ہوئی آئی اور کہنے لگی:

'فوریس! کہاں رہ گئے تھے تم؟ خیر تو ہے؟'

اور اس کے ساتھ ماں کی نگاہ اُس اجنبی لڑکی پر پڑی جو ماں کی طرف دیکھ کر مسکرا
رہی تھی۔

'یہ کون ہے تمہارے ساتھ فوریس؟' ماں نے تھرّائی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔
میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا... کون ہے یہ؟'

ابھی میں ماں کے تابڑ توڑ سوالوں کا جواب دینے کے لیے الفاظ کا انتخاب کر رہا
تھا کہ ماں نے ہاتھ میں تھامی ہوئی لالٹین کی بتّی اونچی کی۔ پھر لالٹین سر سے اوپر اُٹھا
کر اُس لڑکی کا چہرہ دیکھا۔ خدا مجھ پر رحم کرے! — اُس لمحے ماں کے چہرے پر دہشت کے
جو آثار نمایاں ہوئے، وہ میں مرتے دم تک نہیں بھول سکوں گا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے
اُبل کر باہر آ گئیں اور منہ کُھلے کا کُھلا رہ گیا۔ پھر ایک ہلکی سی چیخ مار کر اُس نے لالٹین پھینک
دی اور غش کھا کر گر گئی۔ یہ حادثہ اتنا غیر متوقع تھا کہ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ لالٹین کی چمنی ٹوٹ
چکی تھی اور شعلہ ایک دو ثانیے تیزی سے بھڑکنے کے بعد گُل ہو گیا۔ میری آنکھوں میں
اندھیرا سا چھا گیا۔ اگرچہ گرد و پیش چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر
اسی حالت میں گزر گئی اور تب میں نے ایک سایہ سا فضا میں بلند ہو کر غائب ہوتے ہوئے
دیکھا۔ اُسی لمحے میری ماں کے بدن میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اُٹھ بیٹھی۔ میں نے لپک کر
اُسے سنبھالا اور سہارا دے کر جھونپڑی میں لے گیا۔ ماں بُری طرح ہانپ رہی تھی اور اُس کے
جسم پر لرزہ طاری تھا۔ جھونپڑی کے اندر جا کر میں نے اُسے بستر پہ لٹا دیا اور جلدی سے
چراغ جلایا جو ایسے ہی ہنگامی حالات کے لیے ایک گوشے میں پڑا رہتا تھا۔ چراغ روشن
کر کے میں نے ماں پر نظر ڈالی۔ اُس کی آنکھیں کُھلی تھیں اور سانس زور زور سے چل رہا
تھا۔ ماں کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد تھا — اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں کبھی ایسے

پرندے کی مانند تھرتھرا رہی تھیں جس کی جان نکلنے ہی والی ہو۔ میں ابھی ماں پر جھکا ہُوا
اُسے پانی پلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جھونپڑی میں پھیلی ہوئی چراغ کی مدھم روشنی آہستہ
آہستہ غائب ہونے لگی۔ یوں محسوس ہوا جیسے اندھیرا اُس روشنی پر غالب آ رہا ہو۔ خوف سے
میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے چراغ کی طرف دیکھا، اس کی لَو اُسی طرح قائم تھی اور
اس میں کمی بیشی نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں نے ایک مہیب سایہ سا جھونپڑی کے اندر آتے دیکھا۔
یہ سایہ میرے عقب سے آ رہا تھا... میں نے پلٹ کر اُدھر نگاہ ڈالی، کیا دیکھتا ہوں وہی خوفناک
لڑکی دروازے سے کچھ دور ساکت وصامت کھڑی ہے۔ مجھے اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا
تھا، البتہ ستاروں کی مانند چمکتی ہوئی آنکھوں سے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ اس لڑکی کے سوا
اور کوئی نہیں تھا۔ میں اپنی ماں کی ابتر حالت کے باعث اس لڑکی کی موجودگی سے قطعی غافل اور
بے خبر ہو چکا تھا۔ اب اُسے باہر کھڑے دیکھا، تو اپنی اس غفلت پر ندامت ہونے لگی۔ میں
نے اُسے آواز دے کر کہا: ’’وہاں کیوں کھڑی ہو؟ اندر آ جاؤ... ماں کی طبیعت اچانک خراب
ہو گئی ہے۔‘‘ لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا اور وہیں کھڑی رہی۔ میں نے اُسے دوبارہ آواز
دی۔ اس مرتبہ اس میں حرکت نمودار ہوئی، اور یوں لگا جیسے وہ اپنے قدموں کے ذریعے نہیں
ہوا پر چلتی ہوئی آئی۔ لیکن عین دروازے میں آن کر رُک گئی۔ اس اثنا میں ماں کے حلق سے
ایک اور گھٹی گھٹی سی چیخ برآمد ہوئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے یوں پکڑ لیا جیسے
پھر کبھی نہ چھوڑے گی۔ پھر میں نے ماں کی آواز سُنی۔ وہ کہہ رہی تھی: ’’فورس! میری بات
غور سے سنو... اس لڑکی کو اندر نہ آنے دینا... کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ آج سے کئی سال
پہلے تم نے کیا دیکھا تھا۔ کیا تم بھول گئے کہ کسی حسین وجمیل عورت نے تم پر خنجر سے حملہ
کیا تھا اور تم اس وقت بچ گئے تھے؟ غور سے دیکھو! یہ وہی عورت ہے... یہ کوئی بلا
ہے... اسے گھر میں نہ آنے دینا، ورنہ یہ تمہیں مار ڈالے گی!...‘‘

میں نے ماں کے یہ جملے بخوبی سُنے۔ اُس نے نہایت پست اور نحیف آواز میں
یہ جملے کہے تھے جنہیں میرے سوا کوئی اور نہیں سُن سکتا تھا اور ابھی میں ماں کو تسلی دینے
ہی والا تھا کہ عقب سے میں نے اُسی لڑکی کی آواز سُنی۔ وہ کہہ رہی تھی: ’’فورس! میں جانتی

ہوں تمہاری ماں نے میری توہین کی ہے... اس نے مجھے بلا سمجھا ہے۔ میں اس کا بدلہ لوں
گی... تم سے نہیں... تمہاری ماں سے... میں بلا ہرگز نہیں ہوں! میں تمہاری طرح انسان ہوں۔‘‘
میں لپک کر دروازے پر گیا۔ ’’تم ناراض ہو گئیں!‘‘ میں نے لڑکی سے کہا ’’ماں بے چاری
بوڑھی ہے... اس کی باتوں کا بُرا نہ مانو۔ اُسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ جب دن کے اُجالے
میں وہ تمہیں دیکھے گی، تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ میں تم سے معذرت
کرتا ہوں... تمہیں یقیناً ماں کی باتوں سے دُکھ ہُوا ہو گا... معاف کر دو اور اندر آ جاؤ!‘‘
’’فورس!... خبردار! اُسے اندر نہ آنے دینا!‘‘ ماں ایک دم چلّائی۔ ’’اُسے اندر مت
آنے دو...‘‘

لیکن اتنی ہی دیر میں وہ جھونپڑی کے اندر آ چکی تھی اور اب میرے قریب کھڑے
ہو کر اس نے ماں پر نظر ڈالی۔ ماں نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا اس دن سے اُس وقت تک کہ
وہ مر گئی، ماں نے زبان نہیں کھولی۔ شاید اس کی زبان بند ہو چکی تھی۔ اس کے بعد جو کچھ
ہوا اُس کی یاد ایک بھیانک اور تکلیف دہ خواب کی طرح میرے ذہن پر مسلّط ہے۔‘‘

فورس ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ اس لمحے وہ فاسٹر کو کسی ایسے معصوم بچے
کی صورت میں دکھائی دیا جو اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہو۔

’’کاش! میں اپنی پیاری ماں کی بات مان لیتا اور اس چڑیل کو اپنے گھر میں داخل
نہ کرتا۔‘‘ اس نے آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ’’لیکن خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت
مجھے کیا ہو گیا تھا... اس کی محبت میرے رگ وپے میں اُتر گئی تھی اور میں محسوس کرتا
تھا کہ اس کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہ رہ سکوں گا۔‘‘

’’مسٹر فورس، کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ اس دنیا میں بھوتوں اور چڑیلوں کا کوئی
وجود ہے؟‘‘ فاسٹر نے سوال کیا۔ فورس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بھرائی ہوئی آواز
میں بولا: ’’مجھے اس بات کا ایسا ہی یقین ہے جیسے صبح کا سورج طلوع ہونے کا یقین ہر
شخص کو ہوتا ہے۔ پھر سب سے بڑی دلیل یہ کہ ماں نے مجھے بتایا تھا کہ یہ عورت چڑیل ہے
اسے گھر کے اندر مت آنے دینا... ماں کو تو معلوم تھا کہ اس دنیا میں چڑیلیں موجود ہیں...

اور جب آپ کو میں یہ بتاؤں گا کہ ربیکا کے میرے گھر میں آنے کے بعد کیسے کیسے حیرت انگیز
واقعات گاؤں کے اندر رونما ہوئے تو آپ خود تسلیم کریں گے کہ چڑیلوں کے وجود
سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔"

فاسٹر نے گہرا سانس لیا: "بہت خوب! وہ کون سے ہوش رُبا واقعات تھے جو
گاؤں میں رونما ہوئے، جلدی بتاؤ! میں پوری توجہ سے سُن رہا ہوں۔"

اس نے اپنا نام ربیکا بتایا تھا اور اس سے زیادہ فوربس کو اس کے بارے میں کچھ
کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کون ہے۔ کہاں سے آئی ہے۔ یوں بھی فوربس ربیکا کے سحر میں اس
قدر شدت سے گرفتار ہوچکا تھا کہ اس نے خود بھی یہ جاننے کی کوشش نہ کی کہ ربیکا کون
ہے۔ اُسے زندگی کے اس موڑ پر ایک نوجوان اور حسین و جمیل عورت کا قرب حاصل ہوا تھا
جب وہ قطعی مایوس ہوچکا تھا۔ اس لیے وہ ربیکا کے ماضی کے بارے میں چھان بین کرکے
اُسے ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا اس کے علاوہ ربیکا نے اُسے اور اس کی ماں کو کوئی نقصان
بھی نہیں پہنچایا تھا۔ اگر ماں کی زبان بند ہوگئی تھی اور وہ حرکت کرنے یا بات چیت کرنے
سے عاجز تھی تو اس میں ربیکا کا کیا قصور تھا۔ اس کی ہیبت تو خود ماں نے اپنے اوپر
طاری کرلی تھی۔ ماں کا خیال تھا کہ یہ وہی عورت ہے جسے فوربس نے اپنی سالگرہ
والی شب کو ٹھیک دو بجے خنجر بدست دیکھا تھا۔ حالانکہ فوربس کی رائے یہ تھی کہ ربیکا کا
حُلیہ اُس پُراسرار عورت سے بالکل نہیں ملتا۔ اس نے بار بار ربیکا کی صورت شکل غور سے
دیکھی تھی اور خاص طور پر اُس کے دونوں مرمریں بازوؤں کا بھی نزدیک سے جائزہ لیا
تھا، مگر کسی بازو پر سنہرے سانپ کی تصویر فوربس کو نظر نہ آئی۔ ماں نے بارہا اسے
اشاروں کے ذریعے کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی، لیکن فوربس اس کا کوئی اشارہ نہیں
سمجھ پایا اور اس نے بالآخر یہ طے کرلیا تھا کہ ماں کا دماغ جواب دے چکا ہے اور
جس وہم میں وہ مبتلا ہے اُسے کسی تدبیر سے دُور نہیں کیا سکتا۔

ربیکا کے آنے سے ایک اور عجیب بات فوربس نے محسوس کی اور وہ یہ تھی کہ اس
کے کاروبار میں دن دُگنی رات چوگنی ترقی ہونے لگی۔ دنوں کے اندر اندر اس نے نئی

کئی دکانیں خرید لیں، بلکہ جھونپڑی سے نکل کر ایک وسیع و عریض مکان میں بھی منتقل ہوگیا۔
دولت اُس پر بارش کی طرح برس رہی تھی اور فوربس خود حیران تھا کہ اگر وہ مٹی کو
بھی ہاتھ لگا دے تو وہ سونا بن جاتی تھی۔ اُس نے اِس خوشگوار تبدیلی کا سبب بھی ربیکا کو قرار
دیا۔ فوربس کے نزدیک ربیکا کا اُس کی زندگی میں داخل ہونا برکت کا باعث بنا تھا اور یوں
وہ دیوانہ وار اُس عورت کو چاہنے لگا تھا۔

جس روز فوربس نے ربیکا سے شادی کی، اُسی روز فوربس کی ماں مرگئی۔ مرنے سے
پہلے وہ اپنے بیٹے سے کچھ کہنے کی خواہش مند تھی، لیکن فوربس حسب معمول ماں کے
اشارے سمجھنے سے قاصر رہا۔ ماں کو گاؤں کے پُرانے قبرستان میں دفنا دیا گیا اور جب وہ رات
کو گھر واپس آیا تو ربیکا اپنے کمرے میں مسہری پر لیٹی گہری نیند سو رہی تھی۔ فوربس نے
لیمپ روشن کیا اور آہستہ آہستہ ربیکا کی مسہری کے نزدیک گیا۔ ربیکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
تھی جیسے وہ کوئی سُنہرا سپنا دیکھ رہی ہو۔ اُس کے لال لال ہونٹوں کے کنارے کھُلے
تھے اور ان میں سے سفید سفید نکیلے دانت یوں چمک رہے تھے جیسے خنجر کی دھار
چمکا کرتی ہے۔ فوربس کے بدن پر جھرجھری سی دوڑ گئی۔ اس نے پھونک مار کر لیمپ
بجھا دیا اور پلٹ کر برابر والے کمرے میں آن بیٹھا۔ ماں کے مرنے کا اسے رنج تھا
اور آنکھوں میں بے اختیار آنسو اُمڈے آتے تھے۔

گاؤں کی عورتیں ربیکا کو دیکھنے صرف ایک بار آئیں اور پھر کسی کو آنے کی جرأت
نہ ہوئی۔ بعد میں فوربس نے سُنا کہ وہ آپس میں سرگوشیاں کررہی تھیں اور کہتی تھیں کہ ربیکا
کے بدن سے مٹی کی بُو آتی ہے۔ فوربس کو یہ سُن کر تاؤ آیا۔ اُس نے دل میں کہا یہ عورتیں ربیکا
سے اس لیے حسد کررہی ہیں کہ وہ ان سب سے زیادہ حسین ہے اور کوئی عورت دوسری
عورت کو اپنے سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھ سکتی۔ ربیکا دن بھر اپنے کمرے میں پڑی سویا
کرتی۔ اُس نے کھڑکیوں اور دروازوں پر بھاری اور سیاہ رنگ کے پردے ڈال دیے
تھے۔ یہاں تک کہ سورج کی ایک کرن بھی اُس کے کمرے میں نہیں آسکتی تھی۔ فوربس نے
جب کمرے میں اندھیرا رکھنے کا سبب پوچھا تو وہ ہنس کر کہنے لگی: "مجھے دھوپ اور روشنی

سے وحشت ہوتی ہے۔ سورج غروب ہوتے ہی وہ آنکھیں کھولتی اور انگڑائیاں لے کر اُٹھ جایا کرتی تھی۔ فوربس نے گھر کے کام کاج کے لیے کئی نوکرانیاں رکھیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی گھر میں مستقل طور پر رہنے کو تیار نہ تھی۔ آخر میں ایک بوڑھی عورت رات کو بھی ان کے گھر میں رہنے پر آمادہ ہو گئی، تاہم دو دن بعد ہی وہ ہانپتی کانپتی فوربس کی دکان پر پہنچی اور اس نے فوربس کو الگ لے جا کر تھرّائی ہوئی آواز میں بتایا۔ "تمہاری بیوی تو اپنے بستر پر مری پڑی ہے۔ اُسے کسی نے قتل کر دیا ہے... اس کی گردن اور چہرہ پر خون ہی خون ہے..." فوربس بدحواس ہو کر گھر کی طرف بھاگا۔ اُس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ لیکن جب وہ ربیکا کے کمرے میں داخل ہوا، تو وہ گہری نیند میں تھی اور اس کے چہرے پر یا گردن پر خون کا نام و نشان تک نہ تھا۔ فوربس، بوڑھی ملازمہ پر برس پڑا اور اس قدر ناراض ہوا کہ اُسے فوراً ملازمت سے جواب دے دیا۔ بڑھیا قسمیں کھا کھا کر کہتی رہی کہ جب وہ مالکن کے کمرے میں صفائی کے ارادے سے گئی تھی، تو اس نے وہاں خون ہی خون دیکھا تھا۔۔ تازہ انسانی خون ... جس میں مالکن کا چہرہ لت پت تھا۔

فوربس کی اس چیخ پکار کے باوجود ربیکا نے آنکھیں نہ کھولیں۔ تب فوربس کو وسوسہ ہوا کہ کہیں وہ بے ہوش نہ پڑی ہو، چنانچہ اس نے ربیکا کو جگانے کی کوشش کی اور جونہی فوربس نے ربیکا کے بازو پر ہاتھ رکھا، اُسے یوں لگا جیسے اس نے کسی مردہ اور ٹھنڈے جسم کو چھو لیا ہو۔ ربیکا بے ہوش نہیں تھی، بلکہ مر چکی تھی۔ اُس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔ فوربس نے ربیکا کے سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑکن سُننا چاہی، مگر دل کی حرکت بھی نہ تھی، تاہم ربیکا کا چہرہ اُسی طرح تر و تازہ اور سرخ و سفید تھا۔ اُسے دیکھ کر کوئی بھی تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوتا کہ وہ ایک مری ہوئی عورت کا چہرہ ہے۔

فوربس غم و اندوہ سے نڈھال ہو گیا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ربیکا اتنی جلد اُس کا ساتھ چھوڑ جائے گی۔ اُس نے روتے ہی اُس بوڑھی ملازمہ سے کہا کہ وہ جا کر گاؤں کے پادری کو اطلاع کرے اور فوربس کی دکانوں پر کام کرنے والے ملازموں کو بھی اس سانحے سے آگاہ کر دے۔ بڑھیا کے جانے کے بعد فوربس نے ربیکا کی لاش ایک چادر سے ڈھانپ

ی اور مکان سے باہر نکل آیا۔ اُسے اب ربیکا کے کمرے سے وحشت ہونے لگی تھی۔ تھوڑی بعد گاؤں کا عمر رسیدہ پادری، فوربس کی دکانوں پہ کام کرنے والے مرد، عورتیں گاؤں کے بعض افراد آ گئے۔ انہوں نے باری باری ربیکا کی موت پر فوربس سے اظہار تعزیت کیا۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ بڈھے پادری کے سوا کوئی فرد بھی اس کمرے میں داخل ہونے کو آمادہ نہ تھا جہاں ربیکا کی لاش پڑی تھی۔ پادری نے فوربس کے کندھے پر تسلی و تشفی کے لیے ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ اس کمرے میں گیا جہاں مسہری پر ربیکا کی لاش سر سے پاؤں تک چادر میں چھپی ہوئی تھی۔ پادری نے حیرت آمیز نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور کھڑکیوں اور دروازے پر پڑے ہوئے سیاہ رنگ کے بھاری پردوں کو بطورِ خاص دیکھا۔ پھر اس نے نتھنے سکوڑے جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اب پادری کی آنکھوں میں خوف کی جھلک نمودار ہوئی جو فوربس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ اس نے دیکھا کہ پادری مضطرب ہو کر اپنے سینے پر بار بار اُنگلی سے مقدّس نشان بنا رہا تھا اس کی دیکھا دیکھی فوربس بھی ایسا ہی کرنے لگا۔ پھر پادری نے کانپتے ہاتھ سے وہ چادر ہٹائی جو ربیکا کی لاش پر فوربس نے ڈالی تھی۔

ربیکا کا چہرہ دیکھتے ہی بوڑھے پادری کے مُنہ سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ دہشت سے بُڈھے پادری کا سفید جھرّیوں بھرا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور اس کی ڈاڑھی کا ایک ایک بال کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے جلدی سے چادر کا کونا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور فوربس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے باہر آ گیا۔ فوربس کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے پادری کو اتنا بدحواس اور پریشان دیکھا۔ دروازے سے باہر آتے ہی پادری نے فوربس سے کہا: "یہ عورت کب سے اس گھر میں ہے اور کہاں سے آئی تھی؟" فوربس گنگ ہو کر پادری کی صورت تکنے لگا۔

فوربس جب کچھ نہ بولا، تب پادری نے اپنا سوال دہرایا: "یہ عورت کب سے یہاں ہے اور تم نے اسے پہلے پہل کہاں دیکھا تھا؟"

فوربس کو اس سوال پر اس لیے تعجب ہو رہا تھا کہ اسی بوڑھے پادری شمعون نے گاؤں کے چھوٹے سے گرجے میں ربیکا سے اُس کے عقد کی رسم انجام دی تھی۔ بلاشبہ

اس وقت ربیکا کا چہرہ نقاب میں تھا، لیکن یہ نقاب اتنا باریک تھا کہ اس میں سے ربیکا کی صورت اچھی طرح نظر آتی تھی اور یہ ناممکن تھا کہ شمعون نے اس کی صورت نہ دیکھی ہو، چنانچہ فوربس نے کہا: "مقدس باپ! یہ وہی عورت ہے جسے آپ پہلے بھی عقد کی تقریب میں دیکھ چکے ہیں۔ ویسے مجھے ابھی تک معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے آئی تھی۔ مجھے پہلی بار شام کے وقت یہ ایک سنسان اور ویران جگہ پر ملی تھی۔ اس کی ابتر حالت دیکھ کر مجھے اس پر ترس آیا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اسے اپنے گھر میں پناہ دوں، اس لیے میں اسے یہاں لے آیا۔ میری ماں نے اسے پسند نہیں کیا، لیکن مجھے یہ اچھی لگی اور میں نے اس سے شادی کر لی۔ یہ شادی اس قدر بابرکت ثابت ہوئی کہ کل تک میں فاقے کرتا تھا، آج ہزاروں میں کھیلتا ہوں۔ مگر آپ ربیکا کے بارے میں یہ سب کچھ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟ وہ مر چکی ہے اور اب اُسے کفنانے دفنانے کا مرحلہ طے کرنا ہے۔"

ایک غم انگیز مسکراہٹ بوڑھے شمعون کے خشک ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا: "کفن دفن تو مرنے والے کا ہوا کرتا ہے۔ تمہاری بیوی مری نہیں زندہ ہے۔"

فوربس بھونچکا ہو کر شمعون کی صورت تکنے لگا۔ "یہ آپ کیا کہتے ہیں؟ ربیکا زندہ ہے... لیکن اُس کے دل کی حرکت بالکل بند ہے..."

ہاں... "ایسا ہی ہوا کرتا ہے... یہی ہوتا ہے" شمعون نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے جیسے اپنے آپ سے کہا۔ پھر اس نے شفقت سے فوربس کے کندھے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا اور کہنے لگا: "تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے، میرے بچے... تم نہیں سمجھو گے۔ یہ ایک پُراسرار اور انوکھا معاملہ ہے۔ لیکن... بہرحال... ہمیں اس سے نمٹنا ہی ہوگا۔"

شمعون نے باہر آ کر لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ فوربس کی بیوی مری نہیں، وہ زندہ ہے... اُس پر محض سکتہ طاری ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جس سے دھوکا ہوتا ہے کہ مریض مر گیا... مگر حقیقت میں وہ زندہ ہوتا ہے۔ فوربس کی دکانوں پر کام کرنے والے افراد کے چہروں پر اس خبر سے مسرت کی لہر دوڑ گئی اور وہ بڑھ بڑھ کر فوربس کو مبارک بادیں دینے لگے، لیکن فوربس کسی گہری فکر میں گم تھا، اُس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ اُسے بوڑھے شمعون کے الفاظ پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ لوگوں کے رخصت ہو جانے کے بعد شمعون نے فوربس سے کہا: "شاید تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا... آؤ! میں تمہیں ایک خاص چیز دکھاؤں۔" وہ دونوں دوبارہ ربیکا کے کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ اسی طرح بے حس و حرکت لیٹی تھی۔ لیکن اس مرتبہ اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی تھیں اور ان میں ویسی ہی چمک تھی جیسی ایک زندہ ہستی کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ فوربس نے دیکھا تو اُسے یوں لگا جیسے ان آنکھوں میں نفرت اور حقارت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ شمعون نے بڑھ کر اپنے دائیں ہاتھ کی اُنگلی سے ربیکا کا سُرخ دہانہ کھولا۔ لمبے نکیلے اور سفید دانتوں کی قطار فوربس کو نظر آئی۔ اوپر اور نیچے کے دونوں جبڑوں میں دائیں اور بائیں طرف کے دو دو دانت عام دانتوں کی نسبت زیادہ لمبے اور نوکیلے دکھائی دیتے تھے جیسے بلی یا شیر کے دانت ہوا کرتے ہیں۔ زبان کا رنگ بھی سرخ تھا... بوڑھے شمعون نے فوربس سے کہا: "یہ دانت دیکھتے ہو؟ کیا یہ دانت کسی ایسی مخلوق کے ہو سکتے ہیں جو انسانوں میں شامل ہو؟ آؤ! ڈرو نہیں... اس وقت یہ قطعی مردہ حالت میں ہے... اسے غور سے دیکھو! اس کا مُنہ سونگھو! تمہیں خون کی بدبو محسوس ہوگی..."

فوربس نے غیر اختیاری طور پر اپنی بیوی کا مُنہ سونگھا۔ اس کے نتھنوں میں جمے اور سڑے ہوئے خون کی ایسی ناگوار بدبو آئی کہ متلی ہونے لگی۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ شمعون نے غور سے ربیکا کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا: "اردگرد کے علاقے میں گذشتہ کئی مہینوں سے عجیب و غریب وارداتیں ہو رہی ہیں۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ان وارداتوں کے پیچھے اس شیطان عورت کا دخل ہو سکتا ہے۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے، ورنہ ذرا سی کوتاہی ایک عظیم نقصان کا سبب بن جائے گی۔"

فوربس بے وقوفوں کی طرح اپنی جگہ ساکت و صامت کھڑا شمعون کا مُنہ تک رہا تھا۔

"یہ شیطان عورت نہیں ہے!" اس نے بالآخر کہا "یہ کوئی مصیبت زدہ عورت ہے جسے میں نے پناہ دی اور اس کے ساتھ شادی کی..."

"مجھے حیرت ہے کہ اس عورت نے اب تک تم پر وار کیوں نہیں کیا۔" شمعون نے کہا۔ "بہر حال، آج رات میں تمہیں ایک نرالا تماشا دکھاؤں گا، لیکن پہلے تم وعدہ کرو کہ اس کا ذکر اپنی بیوی سے ہرگز نہیں کرو گے۔ اور خبردار! اسے یہ بھی مت بتانا کہ میں یہاں آیا تھا اور میں نے اسے قریب سے دیکھا تھا۔ اگر تم نے اسے بتا دیا، تو یہ بھاگ جائے گی۔"

فوربس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا لیکن شمعون کے ادب سے وہ خاموش رہا تھا۔

"مقدس باپ! ... میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، مگر مجھے کچھ بتائیے تو سہی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟"

"صبر کرو بیٹے! ... صبر کرو! تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" شمعون نے کہا، پھر اُس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ "سورج ڈوبنے میں ابھی خاصی دیر باقی ہے... فوربس! آؤ، تم میرے ساتھ چلو... یہاں رہے تو شاید اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکو... ہم سورج ڈوبنے سے آدھ گھنٹہ پہلے دوبارہ یہاں آئیں گے۔ اس کے بعد تم خود دیکھ لو گے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ کس حد تک صحیح یا غلط ہے... اپنی بیوی کو یونہی پڑا رہنے دو... سورج ڈوبتے ہی یہ خود بخود ہوش میں آجائے گی۔ اسے ہوش میں لانے کے لیے ہمیں کسی دوا وغیرہ کی ضرورت نہیں۔"

سورج غروب ہونے میں ابھی پندرہ بیس منٹ باقی تھے کہ بوڑھا شمعون، فوربس کے ساتھ اس کے مکان میں داخل ہوا۔ مکان کے اندر گہری خاموشی اور تاریکی تھی۔ ربیکا نے اپنے کمرے کے علاوہ دوسرے تمام کمروں میں بھی بھاری پردے لگوا دیے تھے حتیٰ کہ باورچی خانے کی کھڑکی اور دروازے میں بھی سورج کی روشنی روکنے کے لیے پردے پڑے ہوئے تھے۔ باہر لمحہ بہ لمحہ ڈوبتے سورج کی نارنجی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور فوربس کے مکان میں اندھیرا تھا۔ وہ دونوں سیدھے ربیکا کے کمرے میں گئے۔ شمعون نے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ دیکھا کہ ربیکا اسی طرح لیٹی ہے۔ اُس کی آنکھیں ویسی ہی کھلی تھیں اور اس کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس تمام عرصے

میں اس نے خفیف سی جسمانی حرکت بھی نہیں کی۔ فوربس نے آہستہ سے کہا: "معلوم ہوتا ہے یہ مر چکی ہے... اگر سکتہ ہوتا، تو اب تک اسے ہوش میں آجانا چاہیے تھا... ممکن ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"خدا کرے یہ غلط فہمی ہی ہو!" بوڑھے شمعون نے جواب دیا۔ "تاہم مجھے یقین ہے یہ وہی کچھ ہے جو میں سمجھا ہوں... آؤ! کمرے سے باہر چلیں۔"

شمعون نے کھڑکی کا پردہ اُٹھا دیا۔ یہ وہ کھڑکی تھی جو ایک برآمدے کی طرف کھلتی تھی۔ وہ دونوں برآمدے میں چلے گئے۔ برآمدے کے آخری حصّے میں باورچی خانہ تھا۔ شمعون نے فوربس کے کان میں کہا: "جونہی تمہاری بیوی کمرے سے باہر نکلنے کا ارادہ کرے، ہم دونوں باورچی خانے میں چھپ جائیں گے... مجھے یقین ہے اس وقت اُسے سخت بھوک لگ رہی ہوگی اور وہ غذا کی تلاش میں مکان سے باہر ضرور جائیگی، پھر ہم اس کا تعاقب کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتی ہے..."

فوربس کی حیرت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ اس نے کہا: "ربیکا کو بھوک لگی، تو وہ سیدھی باورچی خانے میں آئے گی... اور ہمیں وہاں چھپے ہوتے دیکھ لے گی..."

"فکر نہ کرو... وہ باورچی خانے میں کبھی نہ آئے گی۔" شمعون نے اس کا ہاتھ دبا کر کہا۔ "ایسے افراد کو اس خوراک کی ضرورت نہیں پڑتی جس پر ہم اور تم جیسے لوگ زندہ رہتے ہیں۔ تمہاری بیوی کو ایک خاص نوعیت کی غذا درکار ہے اور اسی کے باعث وہ اپنا وجود برقرار رکھتی ہے... اچھا، یہ بتاؤ کیا تمہاری بیوی نے کبھی تمہارے ساتھ کھانے پینے میں شرکت کی؟"

اور اب پہلی بار فوربس کو احساس ہوا کہ اتنی مدت میں ایک بار بھی اس نے اپنی نظروں سے ربیکا کو کچھ کھاتے پیتے نہیں دیکھا تھا۔ ناشتہ اور کھانا وہ ہمیشہ اپنے کمرے میں منگوا لیا کرتی تھی اور بعد میں خالی برتن واپس دے جاتی... فوربس کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں۔ اس نے یادداشت پر از حد زور دے کر کوئی ایسا واقعہ ذہن کے نہاں خانے سے نکالنے کی بڑی کوشش کی جس سے ثابت ہو سکے کہ ربیکا بھی عام انسانوں کی طرح کچھ

کھاتی اور پیتی رہی ہے۔ لیکن کوشش کے باوجود اُسے ایسی کوئی مثال نہیں مل سکی۔ یہاں تک کہ اس نے ایک بار بھی ربیکا کو پانی پیتے نہیں دیکھا تھا۔ شمعون نے فوربس کے شانے پر تھپکی دی اور کہا "تمہاری بیوی جن ہستیوں میں شامل ہے، انہیں ہم زندہ کہہ سکتے ہیں نہ مردہ ۔۔۔ یہ زندگی اور موت کی ایک درمیانی منزل ہے ۔۔۔ ایسے افراد ایک مرتبہ مرتے ضرور ہیں لیکن پھر ان میں جان پڑ جاتی ہے ۔۔۔ جسم انہی کا ہوتا ہے، البتہ روح کسی اور کی کام کرتی ہے ۔۔۔ ربیکا کے زندہ ہونے میں ابھی چند منٹ باقی ہیں، تم خود دیکھ لو گے کہ وہ سورج ڈوبتے ہی اُٹھ بیٹھے گی۔"

بے شمار سوالات فوربس کے ذہن میں کروٹیں لے رہے تھے۔ مگر اس پر شمعون کی باتوں سے اس قدر ہیبت طاری تھی کہ وہ کوئی سوال نہ کر سکا۔ یوں بھی فوربس کا محدود علم اور کند ذہن شمعون کی پوری بات سمجھنے سے قطعی قاصر تھا۔ اس کی نگاہیں مسلسل ربیکا پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے کان میں شمعون کی مدھم آواز آئی: "تو تیار ہو جاؤ ۔۔۔ سورج ڈوبنے میں میری گھڑی کے حساب سے، صرف تین منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ ٹھیک چوتھے منٹ پر تمہاری بیوی کے بے جان بدن میں جان پڑ جائے گی اور وہ اُٹھ بیٹھے گی۔" ان الفاظ پر فوربس کا دل اس زور سے دھڑکا جیسے سینے سے نکل کر باہر آن پڑے گا۔ اس کے بدن میں کپکپی سی چھوٹ گئی۔ بوڑھا شمعون گھڑی دیکھ رہا تھا اور ٹارچ کے بٹن پر اس کی اُنگلی تھی تاکہ ضرورت پڑتے ہی فوراً اُسے روشن کر سکے۔ گھڑی کی چھوٹی سوئی جب آٹھ اور بڑی سوئی بارہ کے ہندسے پر پہنچی، تو شمعون نے دوبارہ فوربس کا ہاتھ دبایا اور مدھم آواز میں کہا: "بس وہ اُٹھنے ہی والی ہے۔۔ خبردار! تمہارے منہ سے کوئی آواز نہ نکلے، ورنہ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ وہ مشتعل ہو کر ہم میں سے کسی پر بھی حملہ کر سکتی ہے اور تم اس کی بے پناہ طاقت کا پہلے بھی مشاہدہ کر چکے ہو۔"

فوربس کی آنکھوں سے جیسے پردہ ہٹنے لگا۔ خونخوار بھیڑیوں کے غول کا انہیں گھیرنا اور پھر ربیکا کا بھیڑیوں کو واپس چلے جانے کا حکم دینا۔ گاؤں کے آوارہ کُتّے کا دہشت زدہ ہو کر کانپنا اور پھر بھاگ جانا ۔۔ ایک خواب کی مانند فوربس کو یاد آنے لگا ۔۔۔ عین اس لمحے اُس

نے دیکھا کہ ربیکا کے بے حس و حرکت بدن میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی۔ سینے پر بندھے ہوئے دونوں بازو الگ الگ ہوئے اور یک لخت وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے گردن گھما کر گردوپیش کا جائزہ لیا۔ فوربس اور شمعون اپنی جگہ دبکے ہوئے ربیکا کی ہر حرکت غور سے دیکھ رہے تھے۔ فوربس کی پیشانی عرق عرق تھی اور اس کے تن بدن میں جیسے چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے ربیکا اپنی مسہری سے اُتر کر فرش پر آ گئی۔ اب اُس کا رُخ دروازے کی طرف تھا۔ شمعون نے فوربس کو ہاتھ کے دباؤ سے اشارہ کیا اور وہ دونوں لپک کر باورچی خانے میں چھپ گئے۔ باورچی خانے کی کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر انہوں نے دیکھا کہ ربیکا مشینی انداز میں چلتی ہوئی برآمدے سے باہر جا رہی تھی۔ بظاہر اس کے دونوں پاؤں برآمدے کے فرش پر تھے۔ مگر حقیقت میں وہ فرش سے کچھ ہی اُوپر چل رہی تھی۔ فوربس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے اُبلنے لگیں۔ چند لمحے بعد ربیکا مکان سے باہر جا چکی تھی۔ شمعون اور فوربس نے مکان کا بیرونی دروازہ کھلنے اور پھر بند کیے جانے کی آواز سنی۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھا شمعون بے تاب ہو کر بولا: "وہ باہر جا چکی ہے، آؤ! ہم اس کا تعاقب کر کے دیکھیں کہ وہ کدھر جا رہی ہے۔"

فوربس نے شمعون کا ساتھ دینے کی کوشش کی۔ مگر اس کی ٹانگوں میں جیسے سکت نہ تھی۔ وہ وہیں کھڑا رہا۔ شمعون نے پلٹ کر کہا: "تم ابھی تک وہیں کھڑے ہو؟ جلدی کرو ہمیں اس کا پیچھا کرنا ہے۔ اگر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو ہمیں اگلی صبح تک اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔" اس کے باوجود فوربس نے حرکت نہ کی، تب شمعون خود واپس آیا اور اُسے سہارا دے کر آگے بڑھایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اُس راستے پر تیزی سے چل رہے تھے جو گاؤں کے مغربی حصے میں قدیم قبرستان کی طرف جاتا تھا۔ یہ قبرستان گرجے کی چھوٹی سی پُرانی عمارت کے پچھواڑے واقع تھا اور یہاں بعض بعض قبریں سینکڑوں برس پُرانی تھیں۔ رات تو رات گاؤں کے اکثر لوگ دن کے اُجالے میں بھی قبرستان جاتے ہوئے خوف کھاتے تھے اور قبرستان کے بارے میں طرح طرح کی ہولناک کہانیاں لوگوں میں مشہور تھیں۔ اس تمام راستے پر گنجان درخت ہی درخت تھے اور دن بھر کھیتوں اور جنگلوں میں دانہ دُنکا چگنے والے پرندے قطار اندر قطار اپنے گھونسلوں کی طرف واپس آ رہے تھے۔ بڑی

بڑی چمگادڑیں، درختوں کے اوپر ایک دائرے کی صورت میں چکر کاٹ رہی تھیں اور ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے رگوں میں خون سرد ہوتا تھا۔

سارا راستہ سنسان تھا۔ فوربس اور بوڑھے شمعون کو کوئی فرد نظر نہ آیا۔ اپنی دانست میں اگرچہ انہوں نے ذرا بھی وقت ضائع نہیں کیا تھا، تاہم ربیکا نہ جانے کہاں غائب ہو چکی تھی۔ بوڑھے شمعون کا خیال تھا کہ وہ اسی راستے پر آئے گی۔ انہوں نے اپنی رفتار کچھ اور تیز کر دی اور بالآخر جدھر سے وہ پگڈنڈی گھوم کر گرجے کے عقب میں جاتی تھی، ادھر عین موڑ کے قریب انہوں نے درختوں کے جھنڈ میں کسی کو حرکت کرتے دیکھا، وہ یقیناً ربیکا ہی تھی۔ شمعون بوڑھا ہونے کے باوجود جوانوں کی سی مستعدی اور تیزی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جبکہ فوربس کی حالت لحظہ بہ لحظہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔ انہوں نے اپنی رفتار مدھم کر دی کیونکہ ربیکا قبرستان میں داخل ہونے کے بجائے مڑ کر گاؤں کے جنوبی حصے کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ ان دونوں سے قریباً نصف فرلانگ دور تھی اور اتنے فاصلے سے بھی یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ فضا میں تیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔

دفعتاً آسمان پر تاریکی چھا گئی اور مغربی افق پر ابھری ہوئی شفق اندھیرے میں ڈوب گئی۔ گھٹا اور بارش کا طوفان تیزی سے آیا اور اس نے آناً فاناً ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پھر بجلی کوندنے لگی اور بارش شروع ہو گئی۔ فوربس نے ایک جگہ رکنا چاہا۔ مگر بوڑھے شمعون کو اس طوفان اور تاریکی کی کوئی پروا نہ تھی۔ وہ بے تابانہ ربیکا کے تعاقب میں چل رہا تھا اور اپنے ساتھ فوربس کو بھی گھسیٹ رہا تھا۔ گاؤں کے جنوبی حصے کے کچے مکانوں کے اندر ادنیٰ طبقے کے لوگ رہتے تھے۔ گھروں میں کام کاج کرنے والے یا گلی کوچوں کی صفائی کے فرائض سرانجام دینے والے لوگ ــــ ربیکا یہاں پہنچ کر رک گئی۔ وہ آخری حد پہ بنے ہوئے مکان کے نزدیک کھڑی تھی۔ ایک دو منٹ بعد وہ مکان میں داخل ہو گئی۔ فوربس اور شمعون ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ربیکا مکان سے باہر آ گئی۔ اس مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ اس نے اپنے سیاہ لبادے کے اندر کوئی چیز چھپا رکھی ہے۔ اب وہ دوبارہ تیزی سے قبرستان کی طرف جا رہی تھی۔ شمعون اور فوربس کو اس کا تعاقب کرنے

اور اسے نظر میں رکھنے کے لیے دوڑنا پڑا۔ آسمان سے موسلا دھار پانی برس رہا تھا اور ارد گرد گہری تاریکی تھی جسے کبھی کبھی بجلی کی کڑک، چمک ایک آدھ ثانیے کے لیے دور کر دیتی تھی۔

انہوں نے ربیکا کو کسی بد روح کی طرح قبرستان میں داخل ہوتے دیکھا۔ شمعون نے ٹارچ روشن کر دی تھی تاکہ وہ قبروں سے ٹکرا کر گر نہ سکیں۔ ٹارچ کی روشنی کے چھوٹے سے دائرے میں وہ دونوں چلتے ہوئے قبرستان کے عین وسط میں پہنچ گئے۔ ربیکا انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ یکایک ایک انسانی بچے کے رونے کی آواز ان کے کانوں میں آئی اور فرطِ خوف سے فوربس کی گھگھی بندھ گئی۔ پہلے انہیں شبہ ہوا کہ یہ آواز کسی قبر ہی سے آ رہی ہے۔ پھر اندازہ ہوا کہ پندرہ بیس گز دور ایک پرانا کنواں ہے، یہ آواز اس کنویں کے اندر سے آ رہی ہے۔ بچہ بری طرح چیخ رہا تھا۔ شمعون نے فوربس کی ہمت بڑھائی اور وہ قبروں کو کودتے پھاندتے کنویں کی طرف گئے۔ عین اسی لمحے بجلی چمکی اور فوربس نے دیکھا کہ ربیکا کنویں کے پرلی طرف ایک درخت کے نیچے کھڑی ہے اور زمین پر ایک خوفزدہ کم سن بچہ پڑا ہوا بری طرح چلا رہا ہے۔ ٹارچ کی روشنی ربیکا کے چہرے پر پڑی، تو فوربس نے دیکھا کہ اس کے ہونٹوں پر تازہ تازہ خون لگا ہوا ہے جو بہہ کر ٹھوڑی اور پھر گردن تک پہنچ چکا تھا۔ شمعون اور فوربس کو دیکھتے ہی وہ کسی درندے کی طرح دانت نکال کر غرائی اور ان کی طرف جارحانہ انداز میں لپکی۔ قریب تھا کہ وہ شمعون یا فوربس پر حملہ کرے کہ بوڑھے شمعون نے کانپتی ہوئی آواز میں چند پراسرار اور ناقابلِ فہم کلمات ادا کیے۔ ان کا عجیب اثر ہوا ربیکا کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ جب تک شمعون یہ الفاظ دہراتا رہا وہ اپنی جگہ کھڑی شعلہ بار نظروں سے ان دونوں کی طرف گھورتی اور سفید سفید نکیلے دانت نکال کر غراتی رہی اس کے بعد شمعون نے ربیکا کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ کنویں کے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر انہوں نے کنویں میں کسی کے گرنے کی آواز سنی۔ شمعون نے کنویں میں ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ اب وہ بچے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور گردن سے خون کا چشمہ ابل رہا تھا۔ بوڑھے شمعون نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

اور فوربس نے اتنی دیر میں اپنی جیب سے رومال نکال کر بچّے کی گردن پر باندھ دیا۔

فوربس دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگا۔ فاسٹر نے اس کی حیرت انگیز کہانی سن لی تھی اور اس دوران میں کوئی اعتراض اور کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

فوربس جب رو چکا، تب فاسٹر نے آہستہ سے کہا: "اس کے بعد کیا ہوا، مسٹر فوربس ! ... تم نے ربیکا کو پھر کبھی نہیں دیکھا ہوگا !"

فوربس نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ بلکہ بستر پر لیٹ کر چھت کی طرف گھورتا رہا۔ آخر اس نے آہستہ سے کہا: "اگلے روز میں نے ربیکا کو اپنے مکان کے اُسی کمرے میں بستر پر پڑے پایا۔ اُس کی آنکھیں اور دل کی حرکت بند تھی۔ اس کے سیاہ لباس پر کیچڑ اور مٹی کے دھبے ظاہر کرتے تھے کہ وہ گزشتہ رات کی بارش میں بھیگتی رہی ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اس کے ہونٹوں اور دانتوں پر تازہ تازہ خون جما ہوا تھا۔۔ اس کے بعد کچھ کہنے اور سننے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ بوڑھا شمعون درست کہتا تھا۔ ربیکا اصل میں خون آشام ویمپائر تھی۔"

"بہت خوب ۔۔! پھر تم نے گاؤں والوں کو بتایا ہوگا کہ ربیکا کون ہے۔" فاسٹر نے پوچھا۔

فوربس نے نفی میں گردن ہلائی۔ "نہیں ! یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بوڑھے شمعون نے کہا تھا کہ اگر گاؤں والوں کو بتایا گیا، تو وہ خوف زدہ ہو جائیں گے اور پھر ہر غیر معمولی حسین عورت پر ویمپائر ہونے کا الزام لگا دینا آسان ہوگا۔ اس لیے ہم نے کسی پر ربیکا کا راز ظاہر نہیں کیا۔ ہم اس مسئلے کو چُپ چاپ خود ہی حل کرنا چاہتے تھے۔"

"پھر تم نے یہ مسئلہ کیسے حل کیا، مسٹر فوربس" فاسٹر نے کہا۔ "میں یہی تو سننے کیلیے بے تاب ہوں۔"

"بوڑھے شمعون نے کہا تھا کہ ویمپائر کو ہلاک کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ لکڑی کی ڈیڑھ دو فٹ لمبی نوک اور سلاخ تیار کر کے ویمپائر کے دل میں اتار دی جائے۔ بس اسی طرح ویمپائر سے ہمیشہ کے لیے نجات پائی جا سکتی ہے اور خود ویمپائر کو بھی اسی تدبیر سے دائمی راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے بوڑھے شمعون کی ہدایت کے مطابق صنوبر کے درخت کی لکڑی سے ایک دو فٹ لمبی نوک دار سلاخ تیار کی اور اسی روز سہ پہر کے وقت جبکہ ربیکا اپنے کمرے میں اُسی حالت میں پڑی تھی۔ اس کے دل پر سلاخ کی نوک رکھی اور پوری قوت کے ساتھ آہنی ہتھوڑے سے ضرب لگا دی۔ لکڑی کی سلاخ ربیکا کے دل میں نصف سے زائد گھس گئی۔ اُس کے حلق سے نہایت ڈراؤنی چیخیں نکلیں اور خون سے سارا بستر تر بتر ہو گیا ۔۔ وہ کچھ دیر بُری طرح تڑپنے کے بعد آخر کار سرد پڑ گئی۔"

"یہ تو تم نے بہت زبردست کارنامہ سر انجام دیا، مسٹر فوربس!" فاسٹر نے کہا۔ "ایک خون آشام بلا سے لوگوں کو نجات دلائی ۔۔ پھر اُس کے بعد کیا ہوا ؟"

"پھر کچھ نہیں ہوا، ڈاکٹر" فوربس نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "پھر پولیس نے مجھے ربیکا کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ میں نے اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی بڑی کوشش کی، مگر بے سُود ۔۔ سب سے زیادہ رنج دہ بات یہ ہے کہ وہ خبیث بوڑھا شمعون اور گاؤں کے سب لوگ بھی میرے مخالف بن گئے۔ ان سبھوں نے گواہی دی کہ میں نے ربیکا کو وحشیانہ انداز میں قتل کیا ہے، حالانکہ میں نے ربیکا کو ہرگز قتل نہیں کیا تھا۔ میں نے تو ایک بھیانک، خون چوسنے والی چڑیل سے سب کو چھٹکارا دلایا تھا۔ لیکن افسوس! کسی نے میری بات پر کان نہ دھرا ۔۔۔ اور اب میں یہاں ۔۔۔۔ اس عقوبت خانے میں دنیا بھر کے ظلم و ستم سہنے پر مجبور کر دیا گیا ہوں۔"

فوربس نے اچانک زور کی ہچکی لی۔ ایک لمحے کے لیے اس کا بدن یوں حرکت میں آیا جیسے کسی نادیدہ قوت نے اُسے شکنجے میں کس دیا ہو اور دوسرے ہی لمحے اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ فاسٹر نے لپک کر فوربس کو سنبھالنا چاہا، لیکن فوربس اب اس دنیا میں نہیں تھا۔